﴿بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ﴾ ﴿...اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ﴾ (آل عمران:74) ﴿...عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا﴾ (بنی اسرائیل:80)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ: حافظ محمد ظفراللہ عاجز

خصوصی اشاعت برموقع یوم مصلح موعودؓ

جلد 26 — جمعۃ المبارک 22؍فروری 2019ء — 16 جمادی الثانی 1440 ہجری قمری ❁ 22 ؍تبلیغ 1398 ہجری شمسی — شمارہ 09/08

ارشاد نبوی ﷺ

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے تو وہ شادی کریں گے اوران کے ہاں اولاد ہوگی۔

(مشکوۃ باب نزول عیسیٰ)

پیشگوئی در بارہ مصلح موعود

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''بِاِلْہَامِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاِعْلَامِہٖ عَزَّوَجَلَّ خدائے رحیم وکریم بزرگ وبرتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جَلَّ شَانُہٗ وَعَزَّ اِسْمُہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے مُوافِق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سومَیں نے تیری تَضَرُّعَات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ ؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وَجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تُخم سے تیری ہی ذُرّیّت وَنسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عَنْمَوَائِیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رِجس سے پاک ہے۔ اور وہ نُورُ اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور رُوحُ الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے اپنے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری وباطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْہَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مَظْہَرُ الْحَقِّ وَ الْعَلَاءِ۔ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عِطر سے مَمسُوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اَسیروں کی رَستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نُقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا وَکَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا۔'' (اشتہار 20 فروری 1886ء)

اس شمارہ میں:

اداریہ (2)، کیا دنیا کے امن کی بنیاد عیسائیت پر رکھی جا سکتی ہے؟ (غیر مطبوعہ لیکچر حضرت مصلح موعودؓ) (4)، خطباتِ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرمودہ یکم و 8؍فروری 2019ء (5)، حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی مصروفیات (9)، حضرت مصلح موعودؓ کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی کچھ یادیں (10)، سفر ہوشیار پور (19)، صدر انجمن احمدیہ کی تنظیم نو (21)، خطبہ نکاح فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ (23)، در مدح حضرت مصلح موعودؓ۔ نظم (24)، رپورٹ جلسہ یوم مصلح موعود مجلس خدام الاحمدیہ مقامی۔ ربوہ (24)، حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کا دورہ امریکہ (25)، قضاء کی سو سالہ تاریخ (27)، تعلیمِ نسواں (31)، بریڈلاہال (33)، خلافت ثانیہ کی کچھ یادیں (34)، حضرت مصلح موعودؓ کی ملّی خدمات (35)، اے فضلِ عمر۔ نظم (38)، حضرت مصلح موعودؓ کے 1919ء کی تقاریر (39)، حضرت مصلح موعودؓ کے بارہ میں صحابہؓ کے رؤیا وکشوف (40)، پاکستان میں نئے مرکز احمدیت کا قیام (41)، جو کام بھی کرتا تھا وہ ہو جاتا امر تھا۔ نظم (44)، دنیاوی تعلیمات کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کی تحریکات اور منصوبے (45)، پیشگوئی مصلح موعودؓ کے سلسلہ میں ایک ضروری وضاحت (48)، پسر موعود۔ نظم (48)، تحریک آزادیٔ ہند کا فتح نصیب جرنیل (49)، حضورؓ کی قبولیت دعا کے ایمان افروز واقعات (51)، ''گلہائے محبت''۔ تعارف کتاب (53)، حضرت امیر المومنین کا جلسہ سالانہ بیلجیم سے اختتامی خطاب (حصہ دوم) (55)، بڑھتی رہے خدا کی محبت۔ نظم (58)، تصاویر سٹاف ورضا کاران ہمراہ حضور انور (59)، الفضل ڈائجسٹ (61)، خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت امیر المومنین (64)

اداریہ

”تبھی پتہ لگے گا کہ آپؓ مصلح موعود ہیں جب سب چیزیں سامنے آئیں گی“

قدرتِ ثانیہ کے پانچویں مظہر حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بروح القدس

زمانہ، زمانہ ہے محمود کا

خلیفہ بھی ہے اور مَوعود بھی
مبارک بھی ہے اور محمود بھی
لبوں پہ ترانہ ہے محمود کا
زمانہ ، زمانہ ہے محمود کا

(حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمتِ اقدس میں حاضری ہزاروں رحمتوں اور فضلوں کو سمیٹنے والی ہوتی ہے۔ خوش نصیب چاہے ذاتی ملاقات کی سعادت حاصل کر رہے ہوں یا انہیں دفتری ہدایات حاصل کرنے کا موقع میسر آئے ہر حال میں خوش نصیب ہی رہتے ہیں کہ انہیں خدا کے چنیدہ اور مقرر کردہ خلیفہ کی معیت میں زندگی کے بابرکت اور خوبصورت ترین لمحات گزارنے کا موقع ملتا ہے۔

شرفِ ملاقات حاصل کرنے والے غالباً تمام لوگ اس بات سے اتفاق کریں گے کہ انتظار گاہ میں، باری آنے پر حضورِ انور کے دفتر میں قدم رکھنے سے کچھ لمحے قبل، حاضری کے دورانیہ اور پھر رخصت ہونے کے بعد چند منٹ کے اس مختصر عرصہ میں انسان عقیدت، ادب، فکر، خوشی، حیرانی، محبت، گھبراہٹ، پریشانی اور نہ جانے کون کونسی مختلف کیفیات اور جذبات سے گزر جاتا ہے۔ فکر، گھبراہٹ اور پریشانی اس بات کی کہ دورانِ ملاقات کہیں کوئی ایسی بات، حرکت یا کام نہ سرزد ہو جائے جو حضورِ انور کی طبیعت پر گراں گزرے، یا حضور انور کے ازحد قیمتی وقت کے ضیاع کا باعث ہو یا آدابِ دربارِ خلافت سے موافقت نہ رکھتا ہو۔ اور ویسے بھی جس وجود کو خدائے قادر آپ کا اندرونی نفس دکھا سکتا ہے اس کے سامنے پیش ہونے پر ان کیفیات کا طاری ہونا ایک فطری عمل ہے۔

اسی طرح کی ایک خوبصورت صبح ایک حاضری کے اختتام پر اپنے شفیق امام کی شفقتوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک ادنیٰ غلام نے ایک سوال پوچھنے کی اجازت طلب کی جو شرفِ قبولیت پا گئی۔ عرض کیا گیا کہ حضورِ انور کے دورِ خلافت میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ارشادات اور کتب کی طرف خاص توجہ ہے۔۔۔

پیارے حضور مسکرائے اور پھر گویا ہوئے

”حضرت مصلح موعودؓ کے ارشادات کی طرف توجہ ہونی چاہئے کیونکہ آپؓ مصلح موعود ہیں۔ مجھے تو ہمیشہ سے ہی جب بھی کسی مسئلہ کے حل، کسی چیز کی ضرورت پڑی ہے، حضرت مصلح موعودؓ کے ارشادات میں سے اس کا حل ملا ہے۔ میرا رخ پہلے ہی اس طرف رہتا تھا۔“

اس کے بعد بڑی محبت سے فرمانے لگے

”اِک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملّت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے
تبھی پتہ لگے گا کہ آپؓ مصلح موعود ہیں جب سب چیزیں سامنے آئیں گی۔“

پھر شفقتوں سے معمور وجود باجود ایک محترم دوست کا ذکر کرتے ہوئے تبسّم کے ساتھ فرمانے لگے کہ ’تم نے بھی ان کی طرح سوال پوچھ لیا۔‘

عقیدت، ادب، فکر، خوشی، حیرانی، محبت، گھبراہٹ، پریشانی اور نہ جانے کون کونسی مختلف کیفیات اور جذبات میں مبتلا اس کم مایہ گنہگار میں نہ معلوم کہاں سے کچھ ہمت پیدا ہوئی اور ہلکی سی آواز میں، دبے دبے الفاظ میں عرض کیا کہ ’حضور، وہ تبرّک لے جاتے ہیں، ہمارا بھی تو حق ہے!‘

پھر سے ڈرتے ڈرتے ہمت پیدا کر کے ماہِ تمام پر ہلکی سی نظر جو ڈالی تو دیکھا حضور مسکرا رہے تھے۔ اس دلآویز منظر سے آنکھوں کو خیرہ کرتے ہوئے اپنے بکھرے ہوئے کاغذات جیسے تیسے سمیٹے اور خوشی، تشکّر اور کچھ فکر کے ملے جلے جذبات کے ساتھ طالبِ رخصت ہوا۔

اَللّٰھُمَّ اَیِّدْ اِمَامَنَا بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَ کُنْ مَعَہٗ حَیْثُ مَا کَانَ وَانْصُرْہُ نَصْرًا عَزِیْزًا

☆...☆...☆...☆

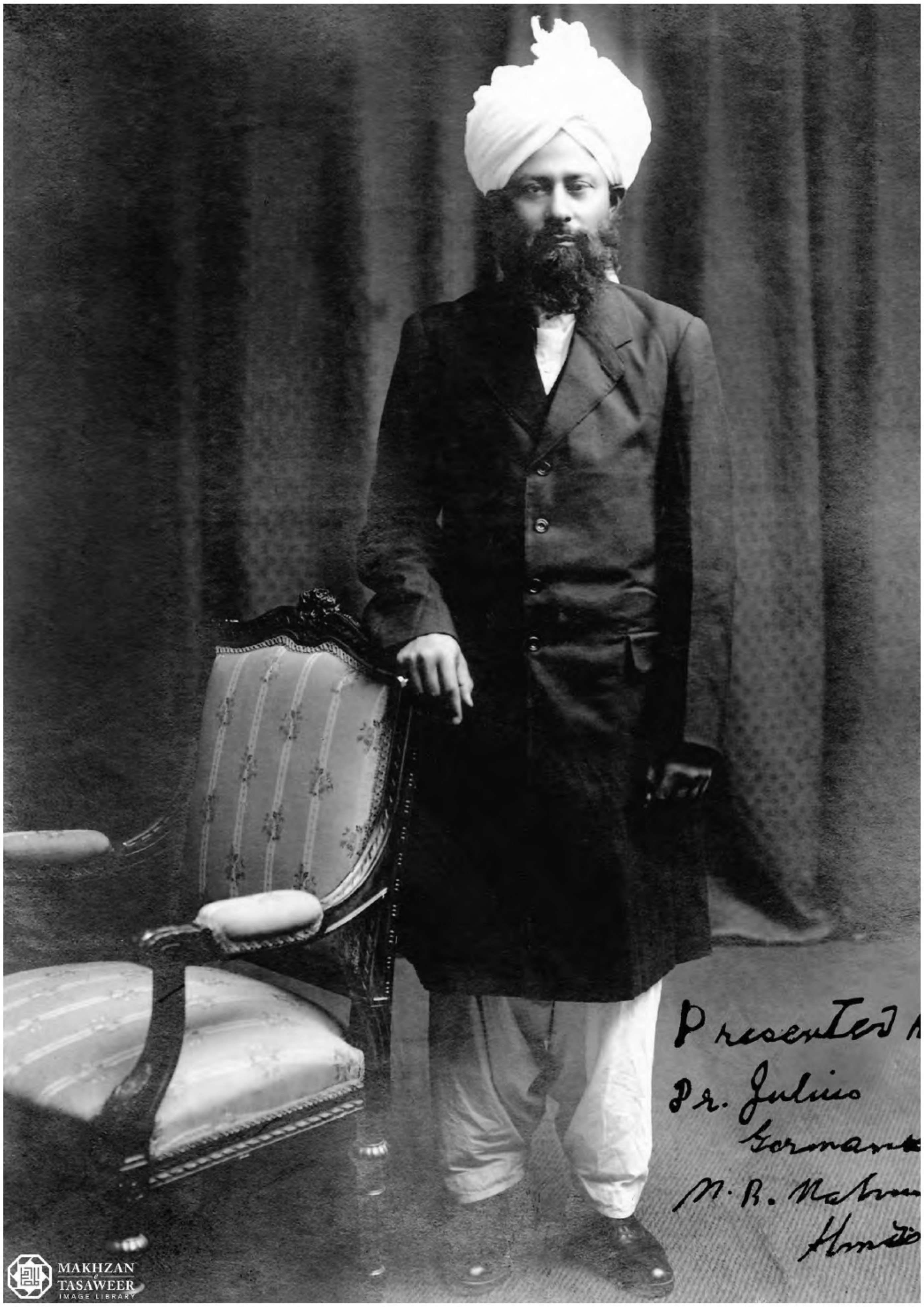

سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولولوں نے تیرے ڈالی مہ و انجم پہ کمند　　　تو نے کی سطوت اسلام درخشاں پیارے

وزیرِاعظم انگلستان کے اعلان کا علمی بُطلان یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کا تاریخ ساز لیکچر

کیا دنیا کے امن کی بنیاد عیسائیت پر رکھی جاسکتی ہے؟

(فرمودہ 15/فروری 1920ء بمقام بریڈلا ہال، لاہور)

علومِ ظاہری و باطنی سے پُر وجود حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فروری 1920ء میں لاہور تشریف لے گئے۔ آپؓ نے اس دورہ کے دوران 15/فروری کے روز بریڈلا ہال (Bradlaugh Hall) میں **"کیا دنیا کے امن کی بنیاد عیسائیت پر رکھی جاسکتی ہے؟"** کے موضوع پر معرکۃ الآراء لیکچر دیا۔ آپؓ نے عیسائیت کے مقابلہ پر اسلام کی عظیم الشان، کامل اور مکمل تعلیم کا موازنہ پیش کر کے ثابت فرمایا کہ دنیا میں امن کی بنیاد اسلام پر رکھی جاسکتی ہے نہ کہ مسیحیت پر۔ چنانچہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ عرصہ ایک صدی گزرنے کے بعد جہاں عیسائیت پر دنیا کے امن کی بنیاد رکھنے کے دعویدار شاذ ہی کہیں دکھائی دیتے ہیں وہاں اسلام کے بطلِ جلیل، قدرتِ ثانیہ کے پانچویں مظہر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بروح القدس دنیا کے سامنے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں قیامِ امن کے زرّیں اصول پیش فرما رہے ہیں جنہیں سن کر اپنے تو اپنے غیر بھی اقرار کرتے ہیں کہ واقعی اگر اسلام کی حقیقی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو دنیا امن کا گہوارہ بن جائے۔

حضرت مصلح موعودؓ کے اس لیکچر کا خلاصہ الفضل قادیان دارالامان 26/فروری 1920ء کے شمارہ میں شائع ہوا تھا لیکن ابھی تک یہ لیکچر غیر مطبوعہ تھا۔

الفضل انٹرنیشنل کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے اس لیکچر کو بشکریہ فضلِ عمر فاؤنڈیشن ربوہ پہلی مرتبہ شائع کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ چند شماروں میں بالاقساط یہ مکمل طور پر شائع ہو جائے گا۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

مورخہ 15/فروری 1920ء کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نماز ظہر و عصر پڑھانے کے بعد بریڈلا ہال تشریف لے گئے تو وہاں بہت سے لوگ جن میں ہندو اور سکھ صاحبان بھی تھے، موجود تھے۔ حضور کے لیکچر ہال میں رونق افروز ہونے پر حکیم احمد حسین صاحب لائل پوری نے "کلام محمود" سے حضرت خلیفۃ المسیح کی اس نظم کا ایک حصہ پڑھا کہ ؎

کیا جانئے کہ دل کو مرے آج کیا ہوا
کس بات کا ہے اس کو دھڑکا لگا ہوا

اس کے بعد حضرت چودھری ظفراللہ خان صاحبؓ نے حضرت خان ذوالفقار علی خان صاحب گوہرؓ (رام پوری) کا نام بطور صدر جلسہ پیش فرمایا۔

مکرم خان صاحب نے باقاعدہ صدر ہونے پر اپنے صدارتی الفاظ میں فرمایا:

"حضرات! مَیں مکرم محرک کا اس عزت افزائی پر نہایت ہی شکر گزار ہوں کہ ایسے اہم جلسہ کا مجھے صدر تجویز کیا گیا ہے۔ مَیں اس وقت کوئی لمبی چوڑی بات نہیں کہنا چاہتا۔ صرف آپ صاحبان کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے تشریف لا کر رونق بخشی۔ اور مَیں امید کرتا ہوں کہ جو عظیم الشان مضمون آپ صاحبان کو یہاں سنایا جائے گا اُسے آپ پورے اطمینان اور غور سے سنیں گے۔ وہ مضمون اس پیغام سے متعلق ہے جو انگلستان کے وزیراعظم نے دنیا کو بھیجا ہے۔ انگلستان کے وزیراعظم کی بہت بڑی پوزیشن ہے اور گزشتہ جنگ کے بعد اس کو دنیا کا سب سے بڑا مُدبّر سمجھ لیا گیا ہے۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ کس کی طرف سے یہ آواز اُٹھی ہے۔ آج اس وقت اس کے جواب میں حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ خلف الصدق حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لیکچر دیں گے۔ اسے آپ لوگ سنیں۔ حضرت مرزا صاحب کی پوزیشن ایسی نہیں ہے کہ جس کے متعلق آپ لوگوں کو کچھ بتانے کی ضرورت ہو۔ آپ اسے خوب جانتے ہیں اس لئے مَیں اُمید کرتا ہوں کہ آپ مضمون کی اہمیت اور بیان کرنے والے کی پوزیشن کو مدّنظر رکھ کر پوری توجہ اور غور سے سنیں گے۔ اور اگر ایسا کریں گے تو مجھے یقین ہے کہ آپ کو یہاں آنے کی تکلیف برداشت کرنے کا کافی معاوضہ مل جائے گا۔ یہ آواز جو اس وقت آپ لوگوں کے سامنے بلند ہونے والی ہے وہ آواز ہے جو دنیا کو ہلا کر چھوڑے گی۔ یہ آواز ایسی ہے جس میں وہ صداقت اور حقیقت پائی جاتی ہے جو وزیراعظم پانا چاہتے ہیں اور یہی وہ پتھر ہے جس پر تمام دنیا کے امن کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے اور اسی پر صلح اور اس کا خوشنما محل تیار ہوسکتا ہے۔ پس امید ہے کہ اس وقت جو آپ صاحبان کے سامنے اسلام کی نُور افشانی ہوگی اس کو نہایت غور و فکر سے ملاحظہ کریں گے۔ اور اگر فائدہ اٹھانا چاہیں گے تو اس کی بہت کچھ گنجائش اور موقع ہوگا۔ اب مَیں حضرت خلیفۃ المسیح سے استدعا کرتا ہوں کہ حضور اپنا لیکچر شروع فرماویں۔"

(ماخوذ از الفضل قادیان دارالامان 26/فروری 1920ء)

صدرِ اجلاس کی اس مختصر تقریر کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لیکچر کا آغاز فرمایا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

کیا دنیا کے امن کی بنیاد عیسائیت پر رکھی جاسکتی ہے؟

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"دنیا کی جو عمر اس وقت کے موجودہ علوم کے رو سے تجویز کی گئی ہے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں کہ ابھی کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ صرف تیرہ سو سال ہوئے ہیں کہ عرب کے ملک میں جو دنیا کے تمام آرام و آرائش کے سامانوں سے مُعرّا اور خالی تھا ایک ایسا شخص پیدا ہوا جو ظاہری علوم کے لحاظ سے اپنا نام لکھنا بھی نہ جانتا تھا۔ اس پر خدائے ذوالجلال نے اپنا جلوہ ڈالا اور اس کے منہ سے ایک آواز بلند کروائی اور دنیا کو اس کے ذریعہ اپنی محبت اور پیار کی اطلاع دی۔ وہ شخص اور اس کی پیدا کی ہوئی جماعت کیسی تھی اور کن امنگوں کو لے کر اٹھی تھی اس کی ہمت کتنی بلند تھی اور اس کے حوصلے کس قدر وسیع اور کتنے بڑھے ہوئے تھے اس کا پتہ اس چھوٹے سے معاملہ سے لگ سکتا ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو فرمایا کہ مردم شماری کرو کہ مسلمان کتنے ہیں۔ چونکہ اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا اس لئے بہت کم لوگ اسلام میں داخل ہوئے تھے جو چند سو سے زیادہ نہ تھے مگر وہ ہمت اور جرأت، وہ اخلاص اور دلیری جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیروؤں میں ڈال دی تھی اور وہ امنگیں اور آرزوئیں جو ان کے دلوں میں موجزن تھیں وہ معمولی نہ تھیں۔ چنانچہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کی مردم شماری کرو اور کی گئی تو کُل سات سو مسلمان نکلے۔ تاریخ میں آتا ہے کہ کُل سات سو مسلمان جو اس زمانہ کی طاقتوں کا لحاظ کر کے اتنے قلیل تھے کہ ان کو ایک جماعت کہنا بھی مشکل تھا ان کے حوصلے اتنے بڑھے ہوئے تھے کہ ایک صحابیؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ یہ جو آپ نے مردم شماری کرائی ہے اور ہم سات سو نکلے ہیں کیا اب بھی آپ کو خطرہ ہے کہ ہمیں دنیا مٹا سکتی ہے اور ہم دنیا سے مٹ سکتے ہیں؟ یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ ساری دنیا کو روحانی طور پر فتح کرنے والوں کی یہ تعداد تھی مگر ان کی ہمت اور جرأت اتنی بلند تھی کہ کہتے ہیں کہ کیا ہم سات سو ہو کر دنیا سے مٹ سکتے ہیں اور اتنی تعداد کو دنیا مٹا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

دراصل یہ وہ تعداد نہیں بول رہی تھی اور یہ آواز اس تعداد کی طرف سے نہیں آرہی تھی اس بات کو کوئی عقلمند تسلیم نہیں کر سکتا بلکہ یہ وہ ایمان، وہ یقین اور وہ اخلاص بول رہا تھا جو ان کے دلوں میں تھا اور اس اخلاص کو لے کر جب وہ اٹھے اور اس ہمت بلند کے ساتھ اٹھے تو تمام دنیا میں پھیل گئے اور کوئی روک ان کے راستہ میں رکاوٹ نہ ڈال سکی۔ آج مسلمان کہلانے والوں کی حالت اچھی ہو یا بری، وہ عالم ہوں یا جاہل، امیر ہوں یا غریب مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے والے چالیس کروڑ لوگ دنیا میں موجود ہیں جو کسی مصنوعی ذریعہ سے نہیں، قومی اور دنیاوی سامانوں کے ذریعہ سے نہیں بلکہ اس ایمانی طاقت اور روحانی جذبہ سے پھیلے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیروؤں میں پیدا کر دیا تھا اور اب دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے والے لوگ موجود نہ ہوں۔

لیکن کتنے افسوس کا مقام ہے کہ ایک تو وہ زمانہ تھا کہ صحابہؓ کہتے تھے کہ اب تو ہم سات سو ہو گئے ہیں اب ہمیں کوئی نہیں مٹا سکتا یا آج یہ زمانہ ہے کہ چالیس کروڑ مسلمان ہیں جن کے دل اس لئے دھڑ دھڑ کر رہے ہیں کہ لوگ ہمیں مٹا دیں گے۔ وہ تو سات سو ہو کر کہتے تھے کہ اب کون ہے جو ہمیں مٹا سکے اور کجا ان سات سو کی طرف سے یہ آواز نکلتی ہے کہ کوئی قوت ہمیں مٹا نہیں سکتی یا آج چالیس کروڑ انسانوں کا یہ حال ہے کہ کانپ رہے ہیں کہ دنیا ہمیں مٹا دے گی۔ اور بے وجہ اور بلا سبب نہیں کانپ رہے بلکہ اس کی وجہ ہے اور وہ یہ کہ چاروں طرف سے آواز آرہی ہے کہ عنقریب دنیا اسلام کو لغو سمجھ کر چھوڑ دے گی اور مسلمان دنیا سے مٹ جائیں گے۔ یہ آواز سچی ہو یا جھوٹی لیکن اس میں شک نہیں کہ مشرق اور مغرب، شمال اور جنوب سے یہی آواز آرہی ہے اور مسلمان اپنا مٹنا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور اس قسم کی آوازوں کو اپنے کانوں سے سن رہے ہیں۔ یہ آوازیں ایک مدت تک ان لوگوں کے مونہوں سے نکلتی تھیں جن کی زندگیاں اپنے مذہب کیلئے وقف تھیں لیکن اب یہ آواز ایک ایسے شخص کی طرف سے آئی ہے جو مذہبی میدان کا سوار نہیں بلکہ سیاسی میدان کا بہت بڑا پہلوان اور شاہسوار ہے۔ اس کی طرف سے یہ آواز آئی ہے کہ "آئندہ دنیا کے امن و امان کی بنیاد صرف عیسائیت کے اصول پر رکھی جاسکتی ہے" اس لئے اس نے تمام بنی نوع سے اپیل کی ہے کہ وہ اس کو قبول کریں تا کہ وہ دنیا میں امن و امان قائم کرنے میں ممد و معاون بن سکیں۔ اس کے متعلق اگر اس بات کو مدنظر رکھا جائے کہ یہ آواز ایک ایسے شخص کے منہ سے نکلی ہے جو مذہبی نہیں اور قطعاً نہیں جانتا کہ مذہب کی صداقت کے کیا دلائل اور کیا ثبوت ہوتے ہیں تو اس لحاظ سے اس کی آواز کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی۔ لیکن اگر اسے اس لحاظ سے دیکھیں کہ یہ آواز اس شخص کے منہ سے نکلی ہے جو دنیا میں امن قائم رکھنے کا

...باقی صفحہ 16 پر...

خطبہ جمعہ

’’حقیقت میں ان کے بارے میں جو لکھا گیا ہے... ان کی خوبیاں اس سے بہت زیادہ تھیں‘‘

جنگ یمامہ میں شہادت کا عظیم مقام پانے والے بدری صحابی حضرت ابو حُذَیْفَہ بن عُتْبَہ کی سیرتِ مبارکہ کا ایمان افروز اور دلنشین تذکرہ

خلافتِ احمدیہ سے انتہائی محبت اور اطاعت کا تعلق رکھنے والے ایک منکسر المزاج دیرینہ خادم سلسلہ و بزرگ، احمدیہ سیکنڈری سکول گھانا کے پہلے وائس پرنسپل، تعلیم الاسلام کالج اور پھر جامعہ احمدیہ میں تدریس کی ذمہ داری سرانجام دینے والے متبحر عالم سلسلہ پروفیسر سعود احمد خان صاحب کی وفات پر ان کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ یکم فروری 2019ء بمطابق یکم تبلیغ 1398 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

آج جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت ابو حُذَیْفَہ بن عُتْبَہ۔ ان کی کنیت ابو حُذَیْفَہ تھی۔ ان کا نام هُشَيْم یا هَاشِم یا قَيْس، حِسْل، عِسْل اور مِقْسَم بیان کیا جاتا ہے۔ آپ کی والدہ اُمّ صَفْوَان تھیں۔ ان کا نام فاطمہ بنت صَفْوَان تھا۔ آپ بڑے دراز قد اور خوبصورت چہرے کے مالک تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِ ارقم میں داخل ہونے سے قبل اسلام میں شامل ہو چکے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 61-62 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء) (مستدرک علی الصحیحین جلد 3 صفحہ 248 حدیث 4993 کتاب معرفۃ الصحابہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء) (امتاع الاسماع جلد 14 صفحہ 335 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1999ء) ابتدائی ایمان لانے والوں میں سے تھے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے لکھا ہے کہ

ابو حُذَیْفَہ بن عُتْبَہ تھے جو بنی امیہ میں سے تھے۔ اُن کے باپ کا نام عُتْبَہ بن رَبِیعہ تھا جو سرداران قریش میں سے تھا۔ ابو حُذَیْفَہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے جو حضرت ابوبکر کے زمانہ خلافت میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ ہوئی تھی۔ (ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 124)

حضرت ابو حُذَیْفَہ حبشہ کی طرف دونوں ہجرتوں میں شامل ہوئے تھے اور آپؓ کی بیوی حضرت سَہْلَہ بنت سُہَیل نے بھی آپ کے ساتھ ہجرت کی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 62 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

ہجرت حبشہ کے بارے میں پہلے بھی صحابہ کے ذکر میں ذکر ہو چکا ہے کہ کس طرح ہوئی اور کیوں ہوئی؟ یہاں بھی مختصر ذکر کر دیتا ہوں۔ مختلف تاریخی کتب سے اور حدیثوں سے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے جو اخذ کیا ہے اس کو مزید مختصر کر کے یا اس میں سے چند باتیں لے کے بیان کروں گا۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ

جب مسلمانوں کی تکلیف انتہا کو پہنچ گئی اور قریش اپنی ایذا رسانی میں ترقی کرتے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں اور فرمایا کہ حبشہ کا بادشاہ عادل اور انصاف پسند ہے اس کی حکومت میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔ اس زمانے میں حبشہ ایک مضبوط عیسائی حکومت تھی اور وہاں کا بادشاہ نجاشی کہلاتا تھا۔ حبشہ کے ساتھ عرب کے تجارتی تعلقات تھے۔ جب یہ ہجرت کر کے گئے ہیں تو اس وقت کے نجاشی بادشاہ کا جو اپنا نام تھا وہ اَصْحَمَہ تھا جو ایک عادل، بیدار مغز اور مضبوط بادشاہ تھا۔ بہرحال جب مسلمانوں کی تکلیف انتہا کو پہنچ گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ جن جن سے ممکن ہو حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر رَجَب پانچ نبوی میں گیارہ مرد اور چار عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان میں سے زیادہ معروف کے نام یہ ہیں: حضرت عثمان بن عفانؓ اور ان کی زوجہ رُقَیَّہ بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، زُبَیر ابن العَوَّام، ابو حُذَیْفَہ بن عُتْبَہ۔ جن کا ذکر ہو رہا ہے یہ بھی اس پہلے گروپ میں تھے۔ عثمان بن مَظْعُون، مُصْعَب بن عُمَیر، ابو سلمہ بن عبدالاَسَد اور ان کی زوجہ اُمِ سَلَمہ۔

حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ یہ ایک عجیب بات ہے کہ ان ابتدائی مہاجرین میں سے زیادہ تعداد ان لوگوں کی تھی جو قریش کے طاقتور قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور کمزور لوگ کم نظر آتے ہیں جس سے دو باتوں کا پتہ چلتا ہے۔ اوّل یہ کہ طاقتور قبائل سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی قریش کے مظالم سے محفوظ نہیں تھے اور دوسرے یہ کہ کمزور لوگ مثلاً غلام وغیرہ اس وقت ایسی کمزوری اور بے بسی کی حالت میں تھے کہ ہجرت کی طاقت بھی نہیں رکھتے تھے۔ جب یہ مہاجرین جنوب کی طرف سفر کرتے ہوئے شُعَیْبَہ پہنچے جو اس زمانے میں عرب کا ایک بندرگاہ تھا تو اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ ان کو ایک تجارتی جہاز مل گیا جو حبشہ کی طرف روانہ ہونے کو بالکل تیار تھا۔ چنانچہ یہ اس میں سوار ہو گئے۔ حبشہ پہنچ کر مسلمانوں کو نہایت امن کی زندگی نصیب ہوئی اور خدا خدا کر کے قریش کے مظالم سے چھٹکارا ملا۔ لیکن جیسا کہ بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے ابھی ان مہاجرین کو حبشہ میں گئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ایک اُڑتی ہوئی افواہ ان تک پہنچی کہ تمام قریش مسلمان ہو گئے ہیں اور مکہ میں اب بالکل امن ہو گیا ہے۔ اس خبر کا یہ نتیجہ ہوا کہ اکثر مہاجرین بغیر سوچے سمجھے واپس آ گئے۔

اس افواہ کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے کچھ روشنی ڈالی ہے کہ کس طرح پھیلی اور کیوں؟ اس افواہ کی کیا وجہ تھی؟ مختلف تاریخوں سے اخذ کر کے وہ لکھتے ہیں کہ گو حقیقتاً یہ افواہ بالکل جھوٹی اور بے بنیاد تھی جو مہاجرین حبشہ کو واپس لانے اور ان کو تکلیف میں ڈالنے کی غرض سے قریش نے مشہور کر دی ہو گی۔ بلکہ زیادہ غور سے دیکھا جائے تو اس افواہ اور مہاجرین کی واپسی کا قصہ ہی بے بنیاد نظر آتا ہے لیکن (انہوں نے لکھا ہے) اگر اس کو صحیح سمجھا جائے تو ممکن ہے کہ اس کی تہہ میں وہ واقعہ ہو جو بعض احادیث میں بیان ہوا ہے اور جیسا کہ بخاری میں بھی یہ واقعہ آتا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحنِ کعبہ میں سورت نجم کی آیات تلاوت فرمائیں۔ اس وقت وہاں کفار کے کئی رؤساء جو تھے وہ بھی موجود تھے، بعض مسلمان بھی تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت ختم کی تو سورۂ نجم پڑھنے کے بعد آپؐ نے سجدہ کیا۔ اور آپؐ کے ساتھ ہی تمام مسلمان اور کافر بھی سجدے میں گر گئے۔ کفار کے سجدے کی وجہ حدیث میں بیان نہیں ہوئی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت پُراثر آواز میں آیات الٰہی کی تلاوت فرمائی اور وہ آیات بھی ایسی تھیں جن میں خصوصیت کے ساتھ خدا کی وحدانیت اور اس کی قدرت اور جبروت کا نہایت فصیح و بلیغ رنگ میں نقشہ کھینچا گیا تھا اور اس کے احسانات یاد دلائے گئے ہیں اور پھر ایک نہایت پُررعب اور پُرجلال کلام میں قریش کو ڈرایا گیا تھا کہ اگر وہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے تو ان کا وہی حال ہو گا جو ان سے پہلی قوموں کا ہوا جنہوں نے خدا کے رسولوں کی تکذیب کی اور پھر آخر میں ان آیات میں ہی حکم دیا گیا تھا کہ آؤ اور اللہ کے سامنے سجدے میں گر جاؤ۔ اور ان آیات کی تلاوت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سب مسلمان یکلخت سجدے میں گر گئے تو اس کلام اور اس نظارے کا ایسا ساحرانہ اثر قریش پر ہوا، ان پر بھی بڑا اچھا، بڑا عجیب اثر ہوا کہ وہ بھی بے اختیار ہو کر مسلمانوں کے ساتھ سجدے میں گر گئے۔

حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ ایسے موقعوں پر ایسے

حالات کے ماتحت جو بیان ہوئے ہیں بسا اوقات انسان کا قلب مرعوب ہو جاتا ہے اور وہ بے اختیار ہو کر ایسی حرکت کر بیٹھتا ہے جو دراصل اس کے اصول اور مذہب کے خلاف ہوتی ہے۔ چنانچہ ہم نے دیکھا ہے کہ بعض اوقات ایک سخت اور ناگہانی آفت کے وقت ایک دہریہ بھی اللہ اللہ یا رام رام پکار اٹھتا ہے اور قریش تو دہریہ نہ تھے بلکہ بہر حال خدا کی ہستی کے قائل تھے گو بتوں کو شریک ٹھہراتے تھے۔ آجکل بھی ہم دیکھتے ہیں، کئی دہریوں سے بات ہوتی ہے۔ جب ان سے پوچھو گے کہ اگر تمہیں کوئی مسئلہ پیش آ جائے تو ایک دم خدا کا نام تمہارے ذہن دماغ میں آتا ہے یا منہ سے آتا ہے تو تسلیم کرتے ہیں کہ آتا ہے۔ بہر حال یہ اس سورت کے پڑھنے کا، سورت کے الفاظ کا اور مسلمانوں کے عمل کا ایک اثر تھا کہ کفار کے رؤساء جو تھے وہ بھی ساتھ ہی سجدے میں گر گئے۔

بہر حال مسلمانوں کی جماعت یکلخت سجدے میں گر گئی تو اس کا ایسا ساحرانہ اثر ہوا کہ ان کے ساتھ قریش بھی بے اختیار ہو کر سجدے میں گر گئے۔ لیکن ایسا اثر عموماً وقتی ہوتا ہے اور انسان پھر جلد ہی اپنی اصل حالت کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ چنانچہ کفار بھی اسی طرح واپس لَوٹ گئے۔ ان کا وہی حال ہو گیا۔ بہر حال یہ ایک واقعہ ہے جو صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ بخاری میں بھی درج ہے۔ پس اگر مہاجرین حبشہ کی واپسی کی خبر صحیح ہے، درست ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد قریش نے جو مہاجرین حبشہ کے واپس لانے کے لئے بے تاب ہو رہے تھے کہ یہ لوگ ہجرت کر کے کیوں چلے گئے، ہمارے ہاتھوں سے نکل گئے۔ اپنے اس فعل کو آڑ بنا کر خود ہی یہ افواہ مشہور کر دی ہو گی کہ قریش مکہ مسلمان ہو گئے ہیں اور یہ کہ اب مکہ میں مسلمانوں کے لئے بالکل امن ہے۔ اور جب یہ افواہ مہاجرین حبشہ تک پہنچی تو وہ طبعاً اسے سن کر بہت خوش ہوئے اور سنتے ہی خوشی کے جوش میں بغیر سوچے سمجھے واپس آ گئے۔ لیکن جب وہ مکہ کے پاس پہنچے تو حقیقت پتہ چلی اور حقیقتِ امر سے آگاہی ہوئی جس پر بعض تو چھپ چھپ کر اور بعض کسی طاقتور صاحب اثر رئیس قریش کی حفاظت میں ہو کر مکہ میں آ گئے اور بعض واپس چلے گئے۔ پس اگر قریش کے مسلمان ہو جانے کی افواہ میں کوئی حقیقت تھی تو وہ صرف اس قدر تھی جو سورت نجم کی تلاوت پر سجدہ کرنے والے واقعہ میں بیان ہوئی ہے۔ بہر حال اللہ بہتر جانتا ہے۔

بہر حال اگر مہاجرین حبشہ واپس آئے بھی تھے تو ان میں سے اکثر پھر واپس چلے گئے اور چونکہ قریش دن بدن اپنی ایذاء رسانی میں ترقی کرتے جاتے تھے اور ان کے مظالم روز بروز بڑھ رہے تھے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر دوسرے مسلمانوں نے بھی خفیہ خفیہ ہجرت کی تیاری شروع کر دی اور موقع پا کر آہستہ آہستہ نکلتے گئے۔ یہ ہجرت کا سلسلہ ایسا شروع ہوا کہ بالآخر ان مہاجرین حبشہ کی تعداد ایک سو ایک تک پہنچ گئی جن میں اٹھارہ عورتیں بھی تھیں۔ اور مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت ہی تھوڑے لوگ مسلمان رہ گئے۔ اس ہجرت کو بعض مؤرخین ہجرت حبشہ ثانیہ کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 146 تا 149)

ایک پہلی ہجرت تھی اور پھر بعد میں جو دوسرے لوگ گئے۔ اسی طرح بعد میں جب ہجرت مدینہ کی اجازت ہوئی ہے تو ابو حُذَیفہ اور حضرت سالمؓ جو آپؓ کے آزاد کردہ غلام تھے دونوں مدینہ ہجرت کر گئے۔ پہلی ہجرت تو انہوں نے حبشہ میں کی تھی۔ اس زمانے میں واپس بھی آ گئے۔ پھر دوسری ہجرت انہوں نے مدینہ کی جہاں آپ دونوں حضرت عَبّاد بن بِشر کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو حُذَیفہ اور حضرت عَبّاد بن بِشر کے درمیان عقد مؤاخات قائم فرمایا۔ آپس میں بھائی چارہ قائم فرمایا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 62 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت ابو حُذَیفہ سریہ حضرت عبداللہ بن جَحْش میں بھی شامل تھے۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 286 باب سریۃ عبداللہ بن جحشؓ مطبوعہ دار ابن حزم بیروت 2009ء)

یہ سریہ جو عبداللہ بن جحش کا تھا اس کی تفصیل اور پس منظر کی کچھ تفصیل جو سیرت خاتم النبیینؐ میں ہے پیش کرتا ہوں۔ مکہ کے ایک رئیس کُرز بن جَابِر فِہرِی نے قریش کے ایک دستہ کے ساتھ کمال ہوشیاری سے مدینہ کی چراگاہ پر اچانک حملہ کیا جو شہر سے صرف تین میل پر تھی اور مسلمانوں کے اونٹ وغیرہ لوٹ کر لے گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ہوئی تو آپ فوراً زید بن حارثہ کو اپنے پیچھے امیر مقرر کر کے اور مہاجرین کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر اس کے تعاقب میں نکلے اور سَفَوَان تک جو بدر کے پاس ایک جگہ ہے اس کا پیچھا کیا مگر وہ بچ کر نکل گیا۔ اس غزوہ کو غزوۂ بدر الاولیٰ بھی کہتے ہیں۔ پھر لکھا ہے کُرز بن جابر کا یہ حملہ ایک معمولی بدوِیانہ غارت گری نہیں تھی یعنی یہ نہیں تھا کہ کسی بدو نے آ کر حملہ کر دیا اور جہالت میں صرف چوری اور ڈاکہ کے لئے حملہ کیا بلکہ یقیناً وہ قریش کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف خاص ارادے سے آیا تھا بلکہ بالکل ممکن ہے کہ اس کی نیت خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو نقصان پہنچانے کی ہو۔ مگر مسلمانوں کو ہوشیار پا کر ان کے اونٹوں پر ہاتھ صاف کرتا ہوا نکل گیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قریش مکہ نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ مدینہ پر چھاپے مار مار کر مسلمانوں کو تباہ و برباد کیا جائے۔

کُرز بن جابر کے اچانک حملے نے طبعاً مسلمانوں کو بہت زیادہ خوفزدہ کر دیا، متوحش کر دیا اور چونکہ رؤسائے قریش کی یہ دھمکی پہلے سے موجود تھی کہ ہم مدینہ پر حملہ آور ہوں گے اور حملہ کر کے مسلمانوں کو تباہ و برباد کر دیں گے مسلمان سخت فکر مند ہوئے اور انہی خطرات کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ فرمایا کہ قریش کی حرکات و سکنات کا قریب سے ہو کر علم حاصل کیا جائے۔ دیکھا جائے کہ ان کے کیا منصوبے ہیں اور کیا ان کے ارادے ہیں۔ اور اس کو دیکھنے کے لئے کوئی ایسی تدبیر کی جائے کہ قریب سے ان کی معلومات ملتی رہیں تا کہ بروقت اطلاع ہو جائے اور مدینہ پر ہر قسم کے حملہ کا جو خطرہ ہے اس سے محفوظ رکھا جائے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ مہاجرین کی ایک پارٹی تیار کی اور مصلحتاً اس پارٹی میں ایسے آدمیوں کو رکھا جو قریش کے مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے تا کہ قریش کے مخفی ارادوں کے متعلق خبر حاصل کرنے میں آسانی ہو اور پارٹی پر آپؐ نے اپنے پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن جَحْش کو امیر مقرر فرمایا۔ اس میں یہ ابو حُذَیفہ بن عُتبہ بھی شامل تھے۔ اور اس خیال سے کہ اس پارٹی کی غرض و غایت عامۃ المسلمین سے بھی مخفی رہے، کسی کو پتہ نہ چلے آپؐ نے اس سریہ کو روانہ کرتے ہوئے اس سریہ کے امیر کو بھی یہ نہیں بتایا کہ تمہیں کہاں اور کس غرض سے بھیجا جا رہا ہے بلکہ چلتے ہوئے ان کے ہاتھ میں ایک سربمہر خط دے دیا، سیل (seal) کر کے ایک خط دے دیا اور فرمایا کہ اس خط میں تمہارے لئے ہدایات درج ہیں۔ جب تم مدینہ سے، سمت بتا دی، اس طرف دو دن کا سفر طے کر لو تو پھر اس خط کو کھول کر اس کی ہدایت کے مطابق، جو خط میں ہدایات ہیں ان کے مطابق عمل درآمد کرنا۔ چنانچہ عبداللہ اور ان کے ساتھی اپنے آقاؐ کے حکم کے ماتحت روانہ ہو گئے اور جب دو دن کا سفر طے کر چکے تو عبداللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو کھول کر دیکھا تو اس میں یہ الفاظ درج تھے کہ تم مکہ اور طائف کے درمیان وادیٔ نخلہ میں جاؤ اور وہاں جا کر قریش کے حالات کا علم لو اور پھر ہمیں اطلاع کر دو۔ اور چونکہ مکہ سے اس قدر قریب ہو کر خبر رسانی کرنے کا کام بڑا نازک تھا آپؐ نے خط کے نیچے یہ ہدایت بھی لکھی تھی کہ اس مشن کے معلوم ہونے کے بعد اگر تمہارا کوئی ساتھی اس پارٹی میں شامل رہنے سے متأمل ہو، اس کو کسی قسم کا کوئی تامل ہو، روک ہو تو اگر وہ واپس چلا آنا چاہے تو اسے واپس آنے کی اجازت ہے۔ عبداللہ نے آپؐ کی ہدایت اپنے ساتھیوں کو سنا دی اور سب نے یک زبان ہو کر بخوشی اس خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا اور کہا کہ ہم حاضر ہیں۔

اس کے بعد یہ جماعت نخلہ کی طرف روانہ ہوئی۔ راستہ میں سعد بن ابی وَقّاص اور عُتبہ بن غَزْوَان کا اونٹ گم گیا اور وہ اس کی تلاش کرتے کرتے اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گئے اور باوجود بہت تلاش کے انہیں نہ مل سکے اور اب یہ پارٹی صرف چھ آدمیوں پر رہ گئی۔ چھ کَس کی رہ گئی تو یہ چھ آدمی اپنے مشن کے لئے آگے چل پڑے۔ مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت نخلہ پہنچی اور اپنے کام میں یعنی خبر لینے کے کام میں مصروف ہو گئی کہ کفار مکہ کے کیا ارادے ہیں؟ مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ تو نہیں؟ یا اب ان کے کیا منصوبے بن رہے ہیں؟ ان میں سے بعض نے اخفائے راز کے خیال سے اپنے سر کے بال بھی منڈوا دئے تا کہ راہ گیر وغیرہ، جو گزرنے والے ہیں ان کو عمرے کے خیال سے آئے ہوئے لوگ سمجھ کر کسی قسم کا شبہ نہ کریں۔ یہی سمجھیں کہ شاید یہ لوگ بھی عمرے کے لئے جا رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے بال منڈوا دئے ہیں۔

کہتے ہیں لیکن ابھی ان کو وہاں پہنچے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ اچانک وہاں قریش کا ایک چھوٹا سا قافلہ بھی آ گیا جو طائف سے مکہ کی طرف جا رہا تھا اور ہر دو جماعتیں ایک دوسرے کے سامنے ہو گئیں۔ ان کو پتہ لگ گیا کہ یہ مسلمان ہیں۔ انہوں نے ان سے جنگ کرنے کی ٹھان لی، دونوں آمنے سامنے ہو گئے۔ مسلمانوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خفیہ خفیہ خبر رسانی کے لئے بھیجا تھا لیکن دوسری طرف قریش سے جنگ شروع ہو چکی تھی اور اب دونوں حریف ایک دوسرے کے سامنے تھے۔ اور پھر طبعاً یہ اندیشہ بھی تھا کہ اب جو قریش کے اس قافلے والوں نے مسلمانوں کو دیکھ لیا ہے تو اس خبر رسانی کا راز بھی مخفی نہ رہ سکے گا۔ اور ایک دِقّت یہ بھی تھی کہ بعض مسلمانوں کو خیال تھا کہ شاید یہ دن رجب یعنی شہر حرام کا آخری ہے۔ (حرمت والے مہینے کا آخری دن ہے) جس میں عرب کے قدیم دستور کے مطابق لڑائی نہیں ہونی چاہیے تھی۔ اور بعض سمجھتے تھے کہ رجب گزر چکا ہے اور شعبان شروع ہے۔ اور بعض روایات میں یہ ہے کہ یہ سریہ جمادی الآخر میں بھیجا گیا تھا اور شک یہ تھا کہ یہ دن جمادی کا ہے یا رجب کا؟ لیکن دوسری طرف نخلے کی وادی بھی عین حرم کے علاقے کی حد پر واقع تھی۔ اور یہ ظاہر تھا کہ اگر آج ہی کوئی فیصلہ نہ ہوا تو کل کو یہ قافلہ حرم کے علاقے میں داخل ہو جائے گا جس کی حرمت یقینی ہو گی۔

غرض ان سب باتوں کو سوچ کر ان چھ مسلمانوں نے یہی فیصلہ کیا کہ قافلے پر حملہ کر کے یا تو قافلے والوں کو قید کر لیا جائے یا مار دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اللہ کا نام لے کر حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں کفار کا ایک آدمی جس کا نام عَمْرو بن اَلْحَضْرَمی تھا مارا گیا اور دو آدمی قید ہو گئے۔ لیکن چوتھا آدمی بھاگ نکلا اور مسلمان اسے پکڑ نہ سکے اور اس طرح ان کی تجویز جو تھی کہ ان کو پکڑ لیا جائے یا مار دیا جائے وہ کامیاب ہوتے ہوتے رہ گئی۔ اس کے بعد مسلمانوں نے قافلے کے سامان پر قبضہ کر لیا اور چونکہ قریش کا ایک آدمی بچ کر نکل گیا تھا اور یقین تھا کہ اس لڑائی کی خبر جلدی مکہ پہنچ جائے گی۔ عبداللہ بن جَحْش اور اس کے ساتھی سامان غنیمت لے کر جلدی جلدی مدینہ کی طرف واپس لوٹ آئے۔

مستشرقین بھی اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ دیکھو یہ جان کر بھیجا گیا تھا۔ قافلے پر حملہ کروایا گیا، جو قطعاً غلط ہے۔ بہر حال حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ علم ہوا کہ صحابہ نے قافلے پر حملہ کیا تھا تو آپؐ سخت ناراض ہوئے۔ چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ جب یہ جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپؐ کو سارے ماجرے کی اطلاع ہوئی تو آپؐ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میں نے تمہیں شہر حرام میں لڑنے کی اجازت نہیں دی۔ اور پھر آپؐ نے مال غنیمت لینے سے انکار کر دیا کہ اس میں سے میں کچھ بھی نہیں لوں گا۔ اس پر عبداللہ اور ان کے ساتھی سخت نادم اور پشیمان ہوئے اور انہوں نے خیال کیا کہ بس اب ہم خدا اور اس کے رسول کی ناراضگی کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ ان میں بڑا خوف پیدا ہوا۔ صحابہ نے بھی ان کو سخت ملامت کی۔ مدینہ میں جو صحابہ تھے انہوں نے بھی کہا کہ تم نے وہ کام کیا جس کا تمہیں حکم نہیں دیا گیا تھا اور تم نے شہر حرام میں لڑائی کی۔ حرمت والے مہینے میں لڑائی کی حالانکہ اس مہم میں تو تم کو بالکل مطلقاً لڑائی کا حکم نہیں تھا۔

دوسری طرف قریش نے بھی شور مچایا کہ مسلمانوں نے شہر حرام کی حرمت کو توڑ دیا ہے اور چونکہ جو شخص مارا گیا تھا یعنی عَمْرو بن اَلْحَضْرَمی وہ ایک رئیس آدمی تھا اور پھر وہ عُتْبہ بن ربیعہ رئیس مکہ کا حلیف بھی تھا اس لئے بھی اس وقت اس واقعہ نے قریش کی آتشِ غضب کو بہت بھڑکا دیا اور انہوں نے آگے سے بھی زیادہ جوش وخروش کے ساتھ مدینہ پر حملہ کی تیاری شروع کر دی۔ بہر حال اس واقعہ پر مسلمان اور کفار ہر دو میں بہت چہ میگوئیاں ہوئیں۔ یہ باتیں ہونے لگیں کہ دیکھو حرمت کے مہینے میں انہوں نے حملہ کیا ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ سیرت خاتم النبیین میں لکھتے ہیں کہ بالآخر ذیل کی قرآنی وحی نازل ہو کر مسلمانوں کی تشفی کا موجب بنی کہ

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّھْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْهِ۔ قُلْ قِتَالٌ فِیْهِ كَبِیْرٌ۔ وَصَدٌّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَھْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ۔ وَلَا یَزَالُوْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى یَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِیْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا (البقرۃ:218) یعنی لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ شہرِ حرام میں لڑنا کیسا ہے؟ تو ان کو جواب دے کہ بیشک شہر حرام میں لڑنا بہت بُری بات ہے لیکن شہر حرام میں خدا کے دین سے لوگوں کو جبراً روکنا بلکہ شہر حرام اور مسجد حرام دونوں کا کفر کرنا یعنی ان کی حرمت کو توڑنا اور پھر حرم کے علاقے سے ان کے رہنے والوں کو بزور نکالنا جیسا کہ اے مشرکو! تم لوگ کر رہے ہو، مسلمانوں کو نکال رہے ہو۔ یہ سب باتیں خدا کے نزدیک شہر حرام میں لڑنے کی نسبت بھی بہت زیادہ بُری ہیں۔ اور زیادہ بُری بات ہے اور یقیناً شہر حرام میں ملک کے اندر فتنہ پیدا کرنا اس قتل سے بدتر ہے جو فتنہ کو روکنے کے لئے کیا جاوے۔ اور اے مسلمانو! کفار کا تو یہ حال ہے کہ وہ تمہاری عداوت میں اتنے اندھے ہو رہے ہیں کہ کسی وقت اور کسی جگہ بھی وہ تمہارے ساتھ لڑنے سے باز نہیں آئیں گے اور وہ اپنی یہ لڑائی جاری رکھیں گے حتیٰ کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں بشرطیکہ وہ اس کی طاقت پائیں۔

چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ اسلام کے خلاف رؤسائے قریش اپنے خونی پراپیگنڈے کو اَشْھُرُ الحرم میں بھی برابر جاری رکھتے تھے۔ یہ حرمت والے جتنے مہینے تھے ان میں جاری رکھتے تھے بلکہ ان مہینوں میں حرمت والے مہینوں کے اجتماعوں اور سفروں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ ان مہینوں میں اپنی مفسدانہ کارروائیوں میں اَور بھی زیادہ تیز ہو جاتے تھے اور پھر کمال بے حیائی سے اپنے دل کو جھوٹی تسلی دینے کے لئے وہ عزت کے مہینوں کو اپنی جگہ سے اِدھر اُدھر منتقل کر دیتے تھے جسے وہ نَسِیْء کے نام سے پکارتے تھے۔ مسلمانوں کے ساتھ تو انہوں نے فتح مکہ تک یہی سلوک رکھا ہے بلکہ انتہا کر دی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے الفاظ استعمال کئے ہیں کہ انہوں نے تو غضب ہی کر دیا تھا کہ صلح حدیبیہ کے زمانے میں باوجود پختہ عہد و پیمان کے کفار مکہ اور ان کے ساتھیوں نے حرم کے علاقے میں مسلمانوں کے ایک حلیف قبیلے کے خلاف تلوار چلائی اور پھر جب مسلمان اس قبیلے کی حمایت میں نکلے تو ان کے خلاف بھی عین حرم میں تلوار استعمال کی۔ پس اس جواب سے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں نازل فرمایا مسلمانوں کی تسلی تو ہونی ہی تھی، قریش بھی کچھ ٹھنڈے پڑ گئے۔

اور اس دوران میں ان کے آدمی بھی اپنے دو قیدیوں کو چھڑوانے کے لئے مدینہ پہنچ گئے۔ جو دو قیدی وہ لے کے آئے تھے یہ گئے ہوئے مسلمان تھے، جو پکڑ لئے تھے نا۔ لیکن چونکہ ابھی تک سعد بن ابی وقاص اور عُتْبہ واپس نہیں آئے تھے۔ جن کی اونٹنی گم ہو گئی تھی وہ واپس نہیں پہنچے تھے۔ ان سے مل بھی نہیں سکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے متعلق سخت خدشہ تھا کہ اگر وہ قریش کے ہاتھ پڑ گئے تو قریش انہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی واپسی تک قیدیوں کو چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ جب کافر قیدیوں کو لینے آئے تو آپؐ نے کہا جب تک یہ دونوں واپس نہیں آ جاتے تمہارے قیدی نہیں چھوڑوں گا اس لئے آپؐ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میرے آدمی بخیریت مدینہ پہنچ جائیں گے تو پھر میں تمہارے آدمیوں کو چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ جب وہ دونوں پہنچ گئے تو آپؐ نے فدیہ لے کر دونوں قیدیوں کو چھوڑ دیا لیکن ان قیدیوں میں سے ایک شخص پر مدینہ کے قیام کے دوران میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ اور اسلامی تعلیم کی صداقت کا اس قدر گہرا اثر ہو چکا تھا کہ اس نے آزاد ہو کر بھی واپس جانے سے انکار کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر آپ کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہو گیا اور بالآخر بئرِ معونہ میں شہید ہوا۔ اس کا نام حکم بن کیسان تھا۔ (ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔ اے صفحہ 330 تا 334) اگر ظلم اور زبردستی سے مسلمان بنائے جاتے تو اس طرح اسلام قبول نہ ہوتا۔

ابو حُذَیْفَہ کے بارے میں یہ بھی آتا ہے کہ غزوۂ بدر کے دن آپؓ اپنے والد سے مقابلے کے لئے آگے بڑھے کیونکہ والد اُن کے مسلمان نہیں تھے۔ کافروں کے ساتھ آئے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس سے روک دیا اور فرمایا کہ اسے چھوڑ دو۔ کوئی اَور اسے قتل کر دے گا۔ کسی اَور کو ان سے لڑنے دو چنانچہ آپؓ کے والد، چچا، بھائی اور بھتیجے کو قتل کیا گیا۔ اس بدر میں وہ سب قتل ہوئے اور حضرت ابو حُذَیْفَہ نے بڑے صبر کا مظاہرہ کیا اور اللہ کی رضا پر راضی رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اس نصرت پر شکر بجالائے جو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ظاہر کی تھی یعنی فتح عطا فرمائی تھی۔

(تثبیت دلائل النبوۃ از عبد الجبار جلد 2 صفحہ 585 دار العربیہ بیروت)

اس واقعہ کے بارے میں ایک اور روایت یہ بھی ملتی ہے کہ ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جس کا مقابلہ عباس سے ہو وہ اسے قتل نہ کرے کیونکہ وہ مجبوری میں نکلے ہیں۔ قیدی بنا لینا، قتل نہ کرنا۔ جب ان کے پاس یہ بات پہنچی، کسی نے ان سے کہی تو اس پر حضرت ابو حُذَیْفَہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ پر تو نہیں کہا بلکہ کہیں کسی ساتھی سے کہا کہ کیا ہم اپنے باپوں، بھائیوں اور رشتہ داروں کو تو قتل کریں لیکن عباس کو چھوڑ دیں۔ یہ کیا ہوا؟ خدا کی قسم! اگر میرے سامنے آئے تو میں ضرور ان پر تلوار چلاؤں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک جب یہ بات پہنچی تو آپؐ نے حضرت عمرؓ کو فرمایا کہ یَا اَبَا حَفْص! اے ابو حَفْص! رسول خدا کے چچا کے چہرے پر تلوار سے وار کیا جائے گا! حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ یہ پہلا موقع تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ابو حَفْص کنیت عطا کی۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ میں تلوار سے ان کی گردن اڑا دوں۔ خدا کی قسم! اس میں نفاق پایا جاتا ہے جس نے یہ بات کی ہے۔ حضرت ابو حُذَیْفَہ کہا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو منع کر دیا کہ نہیں یہ نہیں ہو گا لیکن حضرت ابو حُذَیْفَہ بیان کیا کرتے تھے کہ میں اس بات کے شر سے جو اس دن میں نے کہی، (اُن کو احساس ہو گیا کہ میں نے بڑی غلط بات کہہ دی ہے،) امن میں نہیں رہ سکتا۔ ایسی بات میں نے کہہ دی ہے جس کی وجہ سے میں امن میں نہیں رہ سکتا۔ مَیں ہمیشہ اس سے خوفزدہ رہوں گا سوائے اس کے کہ شہادت کی موت اس کے شر سے مجھے ٹال دے کہ میں اسلام کی خاطر شہید ہوں تبھی میں سمجھوں گا کہ اس کے شر سے میں محفوظ ہو گیا ہوں جو بات میں نے کہی ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ پس آپ کو جنگ یمامہ کے روز شہادت نصیب ہوئی۔ (مستدرک علی الصحیحین جلد 3 صفحہ 247-248 حدیث 4988 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء) ایک بات جوش سے منہ سے نکل گئی لیکن پھر خوف بھی پیدا ہوا اور تمام زندگی یہ خوف رہا حتی کہ آپ کی شہادت ہوئی۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے مقتولین کو ایک گڑھے میں، کنوئیں میں پھینکنے کا حکم دیا۔ پس انہیں اس میں پھینک دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے کنوئیں والو! کیا تم نے اس وعدے کو سچا پایا جو تمہارے ربّ نے تم سے کیا تھا؟ یعنی کہ بتوں نے۔ میں نے تو یقیناً اس وعدے کو سچا پایا ہے جو میرے رب نے مجھ سے کیا تھا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ سے مراد لی جائے تو وہ وہی تھی کہ تمہیں سزا ملے گی۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں نے تو اس وعدے کو سچا پایا جو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کیا تھا کہ میں ان کو سزا دوں گا اور تیرے پر غالب نہیں آ سکیں گے۔

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا آپؐ ان لوگوں سے مخاطب ہیں جو مر چکے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا یقیناً یہ جان چکے ہیں کہ تمہارے ربّ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ سچا تھا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق انہیں کنوئیں میں پھینکا گیا تو حضرت ابو حُذَیْفَہ کے چہرے سے ناپسندیدگی کے آثار ظاہر ہوئے کیونکہ ان کے والد کو بھی کنوئیں میں پھینکا جا رہا تھا۔ آپؐ نے ان سے فرمایا کہ اے ابو حُذَیْفَہ! خدا کی قسم!! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے تمہیں اپنے والد سے ہونے والا سلوک بُرا لگ رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو حُذَیْفَہ سے یہ سوال کیا تو حضرت ابو حُذَیْفَہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! مجھے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کوئی شبہ نہیں لیکن میرا والد بردبار، سچا اور صائب الرائے شخص تھا۔ وہ اپنے خیال میں جو سمجھتا تھا وہ اس کو صحیح سمجھتا تھا لیکن اس میں بدنیتی نہیں تھی اور میں چاہتا تھا کہ اللہ اس کی موت سے پہلے اسے اسلام کی طرف ہدایت دے دے۔ لیکن جب میں نے دیکھا کہ ایسا ہونا اب ممکن نہیں رہا اور اس کا وہ انجام ہوا جو اس کا انجام ہوا تو اس بات نے مجھے دکھی کر دیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو حُذَیْفَہ کے حق میں بھلائی کی دعا فرمائی۔

(مستدرک علی الصحیحین جلد 3 صفحہ 249 حدیث 4995 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

حضرت ابو حُذَیْفَہ نے تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی توفیق پائی اور حضرت ابوبکر صدیق کے دورِ خلافت میں جنگ یمامہ میں 53 یا 54 سال کی عمر میں شہید ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 62 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

اب میں جماعت کے ہمارے ایک دیرینہ خادم سلسلہ و بزرگ پروفیسر سعود احمد خان صاحب دہلوی کا ذکر کروں گا جن کی گزشتہ دنوں وفات ہوئی ہے۔ 21؍جنوری کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کے والد حضرت محمد حسن آسان دہلویؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے تھے۔ اسی طرح آپ کے دادا حضرت محمود حسن خان صاحبؓ مدرس پٹیالہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے 313 اصحاب کی فہرست میں 301 نمبر پر آپ کا نام یوں درج فرمایا ہے کہ: ''مولوی محمود حسن خان صاحب مدرس ملازم پٹیالہ۔''

(ضمیمہ رسالہ انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 328)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف لطیف ''سراج منیر'' میں ''فہرست آمدنی چندہ برائے طیاری مہمان خانہ و چاہ وغیرہ'' کے عنوان کے تحت ان کا نام یوں درج فرمایا ہے۔ ''مولوی محمود حسن خان صاحب پٹیالہ''۔ (سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 85-86)

پروفیسر سعود خان صاحب کے والد حضرت محمد حسن صاحب آسان دہلویؓ جب ان کی عمر ابھی دس بارہ سال کی تھی تو انہیں خطبہ الہامیہ کے موقع پر قادیان جا کر اس عظیم الشان نشان کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی توفیق ملی۔ (ماخوذ از نئی زندگی از مسعود حسن خان دہلوی صفحہ 107 شائع کردہ لجنہ اماء اللہ لاہور 2007ء)

پروفیسر سعود خان صاحب نے اپریل 1945ء میں وقف کیا تھا۔ آپ علیگڑھ سے فارسی میں بی اے آنرز تھے۔ آپ کے ساتھ آپ کے بھائیوں کے وقف کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 1955ء میں ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ ''میں سمجھتا ہوں ماسٹر محمد حسن صاحب آسان نے بھی ایسا نمونہ دکھایا ہے جو قابلِ تعریف ہے۔ وہ ایک معمولی مدرس تھے اور غریب آدمی تھے۔ انہوں نے فاقے کر کر کے اپنی اولاد کو پڑھایا اور اسے گریجویٹ کرایا اور پھر سات لڑکوں میں سے چار کو سلسلہ کے سپرد کر دیا۔ اب وہ چاروں خدمت دین کر رہے ہیں اور قریباً سارے ہی ایسے اخلاص سے خدمت کر رہے ہیں جو وقف کا حق ہوتا ہے۔'' آپؓ فرماتے ہیں ''اگر یہ بچے وقف نہ ہوتے تو ساتوں مل کر شاید دس بیس سال تک اپنے باپ کا نام روشن رکھتے اور کہتے کہ ہمارے ابا جان بڑے اچھے آدمی تھے مگر جب میرا یہ خطبہ چھپے گا'' حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ''جب میرا یہ خطبہ چھپے گا تو لاکھوں احمدی محمد حسن آسان کا نام لے کر ان کی تعریف کریں گے اور کہیں گے کہ دیکھو یہ کیسا باہمت احمدی تھا کہ اس نے غریب ہوتے ہوئے اپنے سات بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلائی اور پھر ان میں سے چار کو سلسلے کے سپرد کر دیا''۔ یعنی وقف کر دیا'' اور پھر وہ بچے بھی ایسے نیک ثابت ہوئے کہ انہوں نے خوشی سے اپنے باپ کی قربانی کو قبول کیا اور اپنی طرف سے بھی ان کے فیصلے پر صاد کر دیا۔''

(ماخوذ از نئی زندگی از مسعود حسن خان دہلوی صفحہ 208 شائع کردہ لجنہ اماء اللہ لاہور 2007ء)

جون 1946ء سے لے کر اکتوبر 1949ء تک سعود خان صاحب تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں پڑھاتے رہے تھے۔ اکتوبر 1949ء میں چند ماہ کے لئے جامعہ احمدیہ میں بطور پروفیسر انگریزی تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو 1950ء میں غانا مغربی افریقہ میں خدماتِ دینیہ کے لئے بھجوایا۔ (تاریخ احمدیت جلد 14 صفحہ 286)

آپ احمدیہ سیکنڈری سکول غانا کے پہلے وائس پرنسپل تھے۔ اس کے لئے 30؍اپریل 1950ء کو آپ کراچی سے روانہ ہوئے اور 30؍جون کو کماسی پہنچے۔ یعنی کہ مئی اور جون دو مہینے میں یہ سفر کیا اور پہنچے۔ (آج ہم پانچ گھنٹے چھ گھنٹے میں پہنچ جاتے ہیں۔) اور یکم جولائی سے احمدیہ سیکنڈری سکول کماسی میں تدریس کا آغاز کیا۔

(نئی زندگی از مسعود حسن خان دہلوی صفحہ 276-277 شائع کردہ لجنہ اماء اللہ لاہور 2007ء)

ان کا جو سفر تھا اس میں اتنی دیر کیوں لگی؟ اس کے بارے میں ان کے بھتیجے عرفان خان لکھ کر کہتے ہیں کہ آپ اپنی پہلی تقرری پر ربوہ سے غانا روانہ ہوئے اور تین ماہ کے انتہائی تکلیف دہ (یہ تقریباً دو ماہ بنتا ہے) سفر کے بعد کماسی پہنچے۔ اس زمانے میں بحری جہاز بدل بدل کر سفر مکمل کیا جاتا تھا۔ ہوائی جہاز سے نہیں بلکہ بحری جہاز سے جاتے تھے۔ چنانچہ آپ بھی کراچی سے عدن کے لئے روانہ ہوئے۔ ایک سو ساٹھ روپے میں بغیر خوراک والا ٹکٹ حاصل کیا اور عدن سے گھانا تک آپ نے بحری جہاز کے علاوہ بسوں اور ٹرکوں اور ہوائی جہاز کے ذریعہ نائیجیریا تک سفر کیا۔ نائیجیریا کے ہوائی جہاز کی پچپن پاؤنڈ کی ٹکٹ خریدنے کے لئے آپ نے اپنا ٹرنک اور دیگر اشیاء فروخت کر دیں اور اپنا ذاتی سامان ایک چادر میں باندھ لیا۔ پھر نائیجیریا مشن ہاؤس نے آپ کو گھانا تک کا بس کا ٹکٹ دیا۔ 1950ء میں نائیجیریا پہنچنے کے لئے کچھ رستہ ہوائی جہاز کا سفر کیا اور وہ آپ نے اپنا سامان بیچ کر کیا۔ آگے پھر نائیجیریا سے گھانا تک بس پہ روانہ کیا گیا۔ 1950ء میں مغربی اور مشرقی افریقہ اور ہالینڈ کے لئے آٹھ مبلغین احمدیت کی روانگی کے متعلق تاریخ احمدیت میں آپ کا نام سرفہرست ہے اور وہاں نمبر ایک پر لکھا ہے سعود احمد خاں صاحب (روانگی از لاہور 25 ماہِ امان 1329 ہجری برائے غانا۔ (ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 14 صفحہ 286)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد پر 1958ء میں پاکستان تشریف لائے اور پنجاب یونیورسٹی سے تاریخ میں ایم۔اے کیا۔ ہسٹری میں ایم اے تھے جو انہوں نے بعد میں کیا۔ اس عرصے میں آپ کے والد محترم محمد حسن آسان دہلوی صاحب اگست 1955ء میں وفات پا گئے تھے۔ جب آپ گھانا ہی تھے تو ان کے والد فوت ہو گئے تھے۔ 1961ء میں واپس گھانا آپ کا تقرر ہوا جہاں آپ کو پھر بھرپور طریق سے 1968ء تک خدماتِ دینیہ سرانجام دینے کی توفیق ملتی رہی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی منظوری سے حضورؒ کے سفر یورپ کے دوران مسجد مبارک ربوہ میں بعد نماز مغرب ایک ''مجلس تلقین عمل'' کا قیام عمل میں آیا جس کے زیر انتظام روزانہ پندرہ منٹ تربیتی تقریر ہوا کرتی تھی۔ اس پروگرام کا آغاز 7 جولائی سے ہوا۔ اور یہ نہایت دلچسپی سے سنا جاتا تھا اور علمی اجلاس ہوتا تھا۔ اس مجلس میں جن بزرگ علمائے سلسلہ کی تقاریر ہوئیں ان میں آپ بھی شامل تھے۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 24 صفحہ 392-393)

جلسہ سالانہ کے موقع پر تقاریر کی ترجمانی کا نظام قائم ہوا تو آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقاریر کا انگریزی میں ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اور ربوہ کے آخری جلسہ تک آپ یہ ڈیوٹی سرانجام دیتے رہے۔

پروفیسر سعود خان صاحب دہلوی کے شاگردوں میں مکرم عبدالوہاب آدم صاحب گھانا اور بی کے آڈو صاحب جو یہاں رہے ہیں یہ شامل تھے۔ 1968ء میں پاکستان واپس آنے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مکرم پروفیسر سعود احمد خان صاحب دہلوی کو تعلیم الاسلام کالج میں 1969ء میں تدریس کی ذمہ داری سونپی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے پروفیسر سعود خان صاحب کو جامعہ احمدیہ میں ایک سال کے لئے بطور انگریزی استاد مقرر فرمایا۔ جب آپ کا تقرر جامعہ احمدیہ میں ہوا تو اس وقت بھی آپ تعلیم الاسلام کالج میں بطور پروفیسر خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ چنانچہ 2؍مارچ 1987ء کو آپ نے جامعہ احمدیہ میں ڈیوٹی کا آغاز کیا اور ایک سال تک اس خدمت کو سرانجام دیتے رہے۔

پروفیسر سعود خان صاحب دہلوی کے متعلق آپ کے بڑے بھائی مسعود خان دہلوی صاحب، جو ایڈیٹر الفضل بھی رہے ہیں، کچھ ہی سال ہوئے فوت ہوئے، یہ کہا کرتے تھے کہ ہمارے بھائی سعود احمد موبائل لائبریری ہیں۔ ان کی بڑی معلومات تھیں۔ علمی آدمی تھے۔ آپ کی بیٹی راشدہ صاحبہ لکھتی ہیں کہ میرے والد صاحب نہایت حلیم الطبع، غایت درجہ کے منکسر المزاج اور متبحر عالم تھے۔ نہایت عبادت گزار، تہجد گزار بزرگ تھے۔ نہایت اکرامِ ضیف کرنے والے اور متواضع انسان تھے اور حقیقت ہے جو کچھ انہوں نے لکھا وہ ایسے ہی تھے۔

ان کے بھتیجے نفیس احمد عتیق جو مربی سلسلہ ہیں کہتے ہیں کہ انتہائی منکسر المزاج تھے۔ متقی تھے۔ متوکل علی اللہ۔ ایک نیک اور سادہ انسان تھے۔ آپ کی وفا اور خدمت دینیہ کا جذبہ تمام واقفین زندگی کے لئے ایک مثالی

رنگ رکھتا تھا۔ یہ مربی صاحب لکھتے ہیں کہ ایک بار خاکسار کو کہا کہ لباس اور دیگر سہولیات کو بغرض ضرورت استعمال کرنا چاہئے۔ فیشن اور تکلّف اور آسائش پرستی واقفِ زندگی کو زیب نہیں دیتی۔ آپ کی زندگی میں حیاء کا پہلو بھی بہت نمایاں تھا۔

سعود خان صاحب کے شاگرد آئی۔ کے۔ Gyasi صاحب۔ یہ گھانین ہیں لکھتے ہیں کہ سعود صاحب 1950ء تا 55ء تعلیم الاسلام سیکنڈری سکول کماسی کے بالکل ابتدائی اسسٹنٹ ہیڈ ماسٹر یا نائب پرنسپل تھے اور ڈاکٹر ایس۔ بی۔ احمد صاحب اس کے پہلے ہیڈ ماسٹر تھے۔ اور سعود صاحب انگریزی زبان، انگریزی تاریخ اور یورپی تاریخ کے نہایت محنتی اور جید عالم تھے۔ یہ ان کو پڑھایا کرتے تھے۔ پھر یہ گھانین دوست لکھتے ہیں کہ جہاں تک ان کی انگریزی گرائمر بالخصوص جملوں کے تجزیہ کا تعلق ہے تو اس میں آپ جیسا میں نے کوئی نہیں دیکھا اور کہتے ہیں کہ میری زبان کو بہتر بنانے میں ان کا بہت کردار تھا۔

مبشر ایاز صاحب جو جامعہ احمدیہ سینیئر سیکشن ربوہ کے پرنسپل ہیں لکھتے ہیں کہ پروفیسر سعود خان صاحب بہت منکسر المزاج بزرگ اور عالم سلسلہ تھے۔ جس عرصہ میں جامعہ احمدیہ میں پڑھاتے رہے ہم بھی طالب علم تھے۔ اور جامعہ کے آخری سال تک ہمیشہ بروقت کلاس میں تشریف لاتے اور پیریڈ ختم ہونے تک، آخری منٹ تک پڑھاتے رہتے تھے۔ طلباء کی بعض دفعہ کوشش ہوتی تھی کہ ادھر ادھر کی باتوں میں لگا لیں اور پڑھائی نہ ہو لیکن آپ بجائے سختی سے یا ڈانٹ ڈپٹ کے بڑے احسن انداز میں اس بات کو ٹال جاتے تھے اور تدریس جاری رکھتے تھے۔ لکھتے ہیں کہ مَیں نے ایک بات نوٹ کی کہ آپ کے دل میں واقف زندگی طلباء کا بہت احترام تھا اور کلاس میں اگر کسی کو سختی کے ساتھ کسی بات پر تنبیہ بھی کرنا ہوتی تو اس کی عزت نفس اور وقار کا بھی خیال رکھتے تھے۔ پھر لکھتے ہیں کہ ایم ٹی اے کے ابتدائی زمانے میں جب مختلف پروگرام ریکارڈ کرائے گئے تو سعود خان صاحب نے سیرت النبیؐ کے پروگرام ریکارڈ کروائے۔ آپ بڑھاپے کی عمر میں تھے لیکن سارا پروگرام بڑی محنت سے خود تیار کرتے اور ہم میں سوالات تقسیم کر کے دیتے۔ سارے سوال خود اپنے ہاتھ سے لکھ کر دیتے۔ کہتے ہیں کبھی کبھی ماحول کچھ گرم سرد بھی ہو جاتا تھا، پروگرام بنتے ہوئے بحث ہو جاتی تھی کہ اس کو اس طرح نہیں کرنا اس طرح کرنا ہے لیکن ایسے حلیم اور عاجز انسان تھے کہ ان کے ماتھے پر کبھی بل نہیں آتا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے ان کے کان میں کوئی تلخ بات پڑی نہیں۔ اور کسی دوسرے نے اگر کر دی ہے تو ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ بڑے آرام سے جہاں سے پروگرام رکا ہوتا تھا وہیں سے ریکارڈنگ دوبارہ شروع کروا دیتے تھے۔

پروفیسر سعود خان صاحب کی وفات کے بعد ان کے ہمسائے میں رہنے والے پڑوسی فضل الٰہی ملک صاحب نے بڑے پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے جو اظہار کیا یہ تھا کہ انہوں نے بتایا کہ ایسے پڑوسی ہر ایک کو نہیں ملتے۔ بہت ہی سادہ مزاج اور عالم آدمی تھے۔

ان کے پسماندگان میں ایک بیٹی اور دو بیٹے یادگار ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے سعد سعود صاحب یوکے میں ایک جماعت کے صدر کے طور پر بھی خدمت بجا لا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ حقیقت میں ان کے بارے میں جو لکھا گیا ہے جیسا کہ پہلے بھی میں نے کہا کہ ان کی خوبیاں اس سے بہت زیادہ تھیں۔ خلافت سے انتہائی محبت اور اطاعت کا تعلق تھا اور غیر معمولی معیار تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد اور نسل کو بھی خلافت اور جماعت سے ہمیشہ وابستہ رکھے اور ان کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔ نماز کے بعد میں ان کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔

☆...☆...☆

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مصروفیات

مورخہ 11 تا 17 فروری 2019ء کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی گوناگوں مصروفیات کے علاوہ دیگر امور کی ایک جھلک ہدیۂ قارئین ہے :

❁...**11 رفروری بروز سوموار** : آج شام کو فیملی ملاقاتوں کے بعد حضور انور مکرم بدر احمد ناصر صاحب ابن مکرم انور علی ناصر صاحب اور عزیزہ سارہ سیّد بنت مکرم عبد السلام سیّد صاحب کی دعوت ولیمہ میں شرکت کے لئے مسجد 'بیت الفتوح' تشریف لے گئے۔ حضور انور نے نمازِ عشاء مسجد بیت الفتوح میں پڑھائی اور پھر دعوتِ ولیمہ کو رونق بخشی۔

❁...**14 رفروری بروز جمعرات**: حضور انور نے نمازِ ظہر سے قبل مسجد فضل لندن کے باہر تشریف لا کر مکرمہ ردا سعود صاحبہ بنت مکرم سعود بشیر صاحب، Putney یوکے کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی اور پسماندگان سے ملاقات فرمائی۔ نیز 3 مرحومین کی نمازِ جنازہ غائب بھی پڑھائی۔

❁...**15 رفروری بروز جمعۃ المبارک**: حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسجد بیت الفتوح مورڈن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو ایم ٹی اے کے مواصلاتی رابطوں نیز یوٹیوب اور دیگر میڈیا پلیٹ فارمز کے ذریعہ ساری دنیا میں سنا اور دیکھا گیا۔ حضور انور نے اپنے خطبہ جمعہ میں اطاعت اور اخلاص و وفا کے پیکر چند بدری صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرتِ مبارکہ کا دلنشین تذکرہ فرمایا۔ (اس خطبہ جمعہ کا خلاصہ اسی شمارہ میں ملاحظہ کیجیے)

دنیا بھر کے مختلف علاقوں میں مختلف قوموں سے تعلق رکھنے والے احباب کے استفادہ کے لئے امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات جمعہ و خطابات کا باقاعدگی کے ساتھ اردو کے علاوہ سات زبانوں میں رواں ترجمہ ایم ٹی اے پر براہِ راست نشر کیا جاتا ہے۔ ان زبانوں میں عربی، انگریزی، بنگلہ، جرمن، فرنچ، سواحیلی اور انڈونیشین شامل ہیں۔ جبکہ ایم ٹی اے افریقہ پر الگ سے انگریزی کے افریقی لہجہ (accent) میں بھی ترجمہ نشر کیا جاتا ہے۔

☆... آج جماعت احمدیہ یوکے (AMA UK) کی سیکیورٹی ٹیم نے اپنے پیارے امام کے ساتھ گروپ فوٹو بنوانے کا اعزاز پایا۔

☆... حضور انور نے نماز مغرب کے بعد اپنے دفتر سے دعاؤں کے ساتھ عزیزہ انیسہ عابد بنت مکرم عبد الواسع عابد صاحب (مربی سلسلہ نائیجیریا) کی رخصتی فرمائی۔ عزیزہ کی شادی مکرم حفیظ احمد صاحب (مربی سلسلہ) کے ساتھ طے پائی ہے۔

❁...**16 رفروری بروز ہفتہ** : آج صبح دفتری ملاقاتوں کے بعد مکرم محمد اصغر صاحب (ممبر آف پارلیمنٹ۔ ویلز) نے حضور انور سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔

☆... آج 11 بجکر 45 منٹ پر محمود ہال میں جماعت احمدیہ یوکے کی ریجنل و لوکل صدرات نے حضور انور سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔

☆... حضور انور نے مسجد فضل لندن میں نمازِ عصر پڑھانے کے بعد درج ذیل 4 نکاحوں کا اعلان فرمایا اور ان نکاحوں کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کروائی۔ نیز تمام فریقین کو شرف مصافحہ بخشا اور مبارکباد دی۔

1۔ عزیزہ طاہرہ پروین بنت مکرم نصیر احمد صاحب (مظفر گڑھ) ہمراہ مکرم طاہر رشید صاحب (مربی سلسلہ، نظارت تعلیم القرآن ربوہ) ابن مکرم عبد الرشید صاحب (مظفر گڑھ)۔ 2۔ عزیزہ آنسہ حبیب بنت مکرم حبیب احمد صاحب (مریدکے۔ ضلع شیخوپورہ) ہمراہ مکرم ملک حماد احمد صاحب (مربی سلسلہ، وکالت تصنیف شعبہ فارسی ربوہ) ابن مکرم ملک محبوب احمد صاحب (ربوہ)۔ 3۔ عزیزہ مریم صدیقہ (واقفہ نو) بنت مکرم منور احمد ناصر صاحب (قادیان) ہمراہ ڈاکٹر عطاء الحفیظ عمران صاحب (واقفِ نَو) ابن مکرم ملک دلاور خان صاحب (قادیان)۔ 4۔ عزیزہ رمشہ محمود بنت مکرم خالد محمود احمد صاحب (امریکہ) ہمراہ مکرم وقاص احمد صاحب (واقف نو) ابن مکرم مبارک احمد جاوید صاحب (مورڈن۔ یوکے)۔

❁...**17 رفروری بروز اتوار** : آج نماز عصر کے بعد مجلس انصار اللہ ناروے کی نیشنل عاملہ اور زعماء نے حضور انور سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔

☆... آج شام فیملی ملاقاتوں کے بعد حضور انور مکرم حفیظ احمد صاحب (مربی سلسلہ) اور عزیزہ انیسہ عابد بنت مکرم عبد الواسع عابد صاحب (مربی سلسلہ نائیجیریا) کی دعوت ولیمہ میں شرکت کے لئے مسجد 'بیت الفتوح' تشریف لے گئے۔ حضور انور نے نمازِ عشاء مسجد بیت الفتوح میں پڑھائی۔ اور پھر دعوتِ ولیمہ کو رونق بخشی۔

ملاقات حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اس ہفتہ کے دوران حضورِ انور نے پانچ روز دفتری جبکہ چھ روز ذاتی ملاقاتیں فرمائیں۔ متعدد افسرانِ صیغہ جات، بعض ممالک کی ذیلی تنظیموں کے صدور اور نیشنل عاملہ کے ممبران، جماعت کے بعض مرکزی رسائل و جرائد کے مدیران، بعض ممالک کے صدور دارالقضاء، ممبران پارلیمنٹ اور دیگر احباب نے حضورِ انور سے اپنی دفتری ملاقاتوں میں ہدایات اور رہنمائی حاصل کی۔

اس عرصہ کے دوران 97 رفیملیز اور 85 راحباب نے انفرادی طور پر حضورِ انور سے شرفِ ملاقات کی سعادت پائی۔ اپنے آقا سے ملاقات کے لئے حاضر ہونے والے ان احبابِ جماعت کا تعلق 12 رممالک سے تھا جن میں کینیڈا، امریکہ، جرمنی، تنزانیہ، فن لینڈ، نائیجیریا، پاکستان، شارجہ، ناروے، ماریشس، چیک ریپبلک اور یوکے شامل ہیں۔

اَللّٰھُمَّ أَیِّدْ اِمَامَنَا بِرُوْحِ الْقُدُسِ
وَ کُنْ مَعَہٗ حَیْثُ مَا کَانَ وَانْصُرْہُ نَصْرًا عَزِیْزًا

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

خطبہ جمعہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس مسجد میں ایک نماز اَور مسجدوں کی ہزاروں نمازوں سے بہتر ہے سوائے کعبہ کے"

"صحابہ کی سیرت بیان ہوتی ہے، بعض مسائل بھی ساتھ ساتھ حل ہوجاتے ہیں"

اطاعت اور اخلاص و وفا کے پیکر بدری اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت اَبُو مُلَیل بِن اَلْاَزْعَر، حضرت انس بن معاذ انصاری، حضرت اَبُو شَیْخ اُبَیّ بن ثابت، حضرت اَبُو بُرْدَہ بِن نِیَار، حضرت اَسْعَد بن یزید، حضرت تَمِیم بن یَعَار انصاری، حضرت اَوس بن ثابت بن مُنْذِر، حضرت ثابت بن خنساء، حضرت اَوْس بن اَلصَّامِت، حضرت اَرْقَم بن ابی ارقم، حضرت بَسْبَس بن عَمْرو، حضرت ثَعْلَبَہ بن عمرو انصاری، حضرت ثَعْلَبَہ بن غَنَمَہ، حضرت جابر بن خالد، حضرت حارِث بن نعمان بن اُمَیَّہ انصاری، حضرت حارِث بن انس انصاری، حضرت حُرَیْث بن زَید اَنصاری، حضرت حارث بن اَصِمَّہ رضی اللہ عنہم ورَضُوا عنہ کی سیرتِ مبارکہ کا دلنشین تذکرہ

اللہ تعالیٰ ان تمام بدری صحابہ کے درجات بلند سے بلند فرماتا چلا جائے۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 8رفروری 2019ء بمطابق 8 تبلیغ 1398 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

آج جن صحابہ کا میں ذکر کروں گا ان میں سے پہلا نام حضرت اَبُو مُلَیل بِن اَلْاَزْعَر کا ہے۔ ان کی والدہ کا نام اُمِّ عمرو بنت اشرف تھا اور ان کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس سے تھا۔ ان کو غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 353 ابوملیل بن الازعرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء) (اسد الغابہ جلد 6 صفحہ 295 ابوملیل بن الازعرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء) ایک روایت کے مطابق ان کے بھائی حضرت ابوحَبِیب بن اَزْعَر بھی غزوۂ بدر اور دیگر غزوات میں شامل ہوئے تھے۔ (اسد الغابہ جلد 6 صفحہ 65 ابوحبیب بن الازعرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

دوسرا ذکر حضرت اَنَس بن مُعَاذ انصاریؓ کا ہے۔ بعض روایات میں آپ کا نام اُنَیس بھی بیان ہوا ہے۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنونجار سے تھا۔ آپ کی والدہ کا نام اُمِّ اُنَاس بنت خالد تھا۔ آپ غزوۂ بدر، احد، خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ غزوۂ احد میں آپؓ کے بھائی حضرت اُبَیّ بن معاذ بھی آپ کے ساتھ شامل ہوئے۔ ان کی وفات کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کی وفات حضرت عثمان کے زمانۂ خلافت میں ہوئی۔ جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت انس بن معاذ اور ان کے بھائی حضرت اُبَیّ بن مُعاذ بئرِ مَعُونہ میں شہید ہوئے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 381 انس بن معاذؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 299 انس بن معاذ بن انسؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

اگلا ذکر حضرت اَبُو شَیْخ اُبَیّ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ حضرت اُبَیّ بن ثابت کا تعلق قبیلہ خزرج کی شاخ بنوعدی سے تھا۔ ان کی کنیت اَبُو شَیْخ تھی۔ ایک قول کے مطابق یہ کنیت آپ کے بیٹے کی تھی۔ ان کی والدہ کا نام سُخْطٰی بنتِ حَارِثَہ تھا۔ حضرت اُبَیّ بن ثابت حضرت حسان بن ثابتؓ اور حضرت اَوس بن ثابتؓ کے بھائی تھے۔ آپؓ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شریک ہوئے اور ان کی وفات واقعہ بئرِ معونہ کے روز ہوئی۔

اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ حضرت اُبَیّ بن ثابت غزوہ بدر میں شامل ہوئے تھے یا نہیں۔ تاریخ کی مختلف کتابیں ہیں۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت اُبَیّ بن ثابت زمانہ جاہلیت میں فوت ہو گئے تھے اور غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں جو شریک تھے وہ ان کے بیٹے اَبُو شَیْخ بن اُبَیّ بن ثابت تھے۔ جبکہ علامہ ابن ہشام نے بدر کے شاملین میں حضرت اَبُو شَیْخ اُبَیّ بن ثابِت کو شمار کیا ہے۔ حضرت اُبَیّ بن ثابت کی وفات کے متعلق روایات میں ملتا ہے کہ آپ واقعہ بئرِ مَعُونہ کے روز فوت ہوئے جبکہ بعض روایات میں یہ بھی ملتا ہے کہ ان کی وفات غزوۂ احد کے روز ہوئی۔ بہر حال یہ بھی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ جو صحابی غزوۂ احد کے روز شہید ہوئے وہ آپؓ نہیں تھے بلکہ آپؓ کے بھائی حضرت اَوْس بن ثَابِتؓ تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 382 ابوشیخ ابی بن ثابتؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 165-166 ابی بن ثابتؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

(اصابہ جلد 1 صفحہ 179 ابی بن ثابتؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

(سیرت ابن ہشام صفحہ 340 من حضر بدراً مطبوعہ دار ابن حزم بیروت 2009ء)

پھر ایک ذکر ہے حضرت اَبُو بُرْدَہ بِن نِیَار کا۔ کنیت ان کی اَبُو بُرْدَہ تھی۔ اَبُو بُرْدَہ اپنی کنیت سے مشہور تھے۔ ان کا نام ہانی تھا۔ ایک روایت میں آپ کا نام حارث اور ایک دوسری روایت میں مالک بھی بیان ہوا ہے۔ ان کا تعلق قبیلہ بَنُو قُضَاعَہ کے خاندان بَلِی سے تھا۔ حضرت اَبُو بُرْدَہ حضرت براء بن عازبؓ کے ماموں تھے۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ حضرت اَبُو بُرْدَہ حضرت بَرَاء بن عَازِب کے چچا تھے۔ بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل ہوئے۔ اس کے علاوہ غزوۂ بدر، احد، خندق سمیت تمام غزوات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ فتح مکہ کے دن بنوحارثہ کا جھنڈا حضرت اَبُو بُرْدَہ کے پاس تھا۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 344 ابو بردہ بن نیارؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء) (اصابہ جلد 7 صفحہ 31-32 ابو بردہ بن نیارؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء) (اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 358 ھانی بن نیارؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء) حضرت اَبُو عَبْس اور حضرت اَبُو بُرْدَہ نے جب اسلام قبول کیا تو اس وقت دونوں نے قبیلہ بنوحَارِثہ کے بتوں کو توڑا۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 343 ابو عبس بن جبرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء) یعنی اپنے قبیلے کے وہ جو بت تھے، اُن کو (توڑا تھا)۔ حضرت ابو اُمَامہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے لئے بدر کی طرف کوچ کا ارادہ کیا تو حضرت ابو اُمَامہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گئے۔ اس پر ان کے ماموں حضرت اَبُو بُرْدَہ

بن نِیَار نے کہا کہ تم اپنی ماں کی خدمت گزاری کے لئے رک جاؤ۔ ماں بیمار تھی ان سے کہا تم رک جاؤ۔ حضرت ابو اُمامہ نے کہا، ان میں بھی جوش تھا کہ اسلام کے خلاف حملہ ہو رہا ہے تو میں بھی جاؤں۔ انہوں نے کہا کہ وہ آپ کی بھی بہن ہیں۔ مجھے جو کہہ رہے ہیں تو آپ رک جائیں۔ جب یہ معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو امامہ کو رکنے کا حکم دیا یعنی بیٹے کو اور حضرت اَبُو بُرْدَہ لشکر کے ساتھ گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ سے واپس آئے تو حضرت ابو امامہ کی والدہ فوت ہو چکی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔

(اسد الغابہ جلد6 صفحہ15 ابو امامہ بن ثعلبہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

غزوۂ احد کے دن مسلمانوں کے پاس دو گھوڑے تھے۔ ایک گھوڑا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا جس کا نام اَلسَّکْب تھا اور دوسرا گھوڑا حضرت ابو بُرْدَہ کے پاس تھا جس کا نام مُلَاوِح تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد1 صفحہ380 ذکر خیل رسول اللہ ﷺ و دوابہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت اَبُو بُرْدَہ بن نِیَار بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ قبائل کے پاس تشریف لے گئے۔ اُن کے حق میں دعا کی لیکن ایک قبیلے کو آپؐ نے چھوڑ دیا اور ان کے پاس تشریف نہیں لے کے گئے۔ اس پر یہ بات اس قبیلے والوں کو بڑی گراں گزری کہ کیا وجہ ہے؟ اس پر انہوں نے اپنے ایک ساتھی کے مال کی تلاشی لی تو اس کی چادر میں سے ایک ہار نکلا جو اس نے خیانت کرتے ہوئے لے لیا تھا۔ پھر ان لوگوں نے وہ ہار واپس کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس بھی تشریف لے گئے اور ان لوگوں کے حق میں بھی دعا کی۔

(المعجم الکبیر للطبرانی جلد22 صفحہ195 ما اسندہ ابو بردہ بن نیارؓ حدیث 511 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 2002ء)

حضرت اَبُو بُرْدَہ حضرت علی کے ساتھ تمام جنگوں میں شامل رہے۔ آپؓ کی وفات حضرت معاویہؓ کے ابتدائی دور میں ہوئی۔ ان کی وفات کے سال کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ ایک روایت کے مطابق آپ کی وفات 41 ہجری میں ہوئی جبکہ دوسری روایات میں 42 ہجری اور 45 ہجری کا ذکر بھی ملتا ہے۔

(اصابہ جلد7 صفحہ32 ابو بردہ بن نیارؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

حضرت بَرَاء بن عَازِب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیہ کے دن نماز کے بعد ہم سے مخاطب ہوئے اور فرمایا جس نے ہماری نماز جیسی نماز پڑھی اور ہماری قربانی کی طرح قربانی کی تو اس نے ٹھیک قربانی کی اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کرلی تو وہ بکری گوشت ہی کے لئے ہوئی۔ یعنی یہ قربانی نہیں ہے۔ بلکہ عید کی نماز سے پہلے قربانی کرنا وہ تو اس طرح ہی ہے جس طرح گوشت کھانے کے لئے بکری ذبح کر لی۔ اس پر حضرت اَبُو بُرْدَہ بن نِیَار اٹھے (جن صحابی کا ذکر ہو رہا ہے) اور انہیں کہا یا رسول اللہ! میں نے تو نماز کے نکلنے سے پہلے ہی قربانی کر لی ہے اور میں نے یہ سمجھا تھا کہ آج کا دن کھانے پینے کا ہے۔ اس لئے میں نے جلدی کی، خود بھی کھایا اور اپنے گھر والوں اور پڑوسیوں کو بھی کھلایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بکری تو گوشت ہی کے لئے ہوئی۔ یہ تمہاری قربانی نہیں ہے۔ اس پر حضرت اَبُو بُرْدَہ نے کہا کہ میرے پاس ایک سال کی پٹھیاں یعنی بکری کے مادہ بچے ہیں اور وہ گوشت کی دو بکریوں سے بہتر ہیں یعنی کہ اچھی پلی ہوئی ہیں اور گو ایک سال کی ہیں لیکن دو بکریوں کی نسبت سے زیادہ بہتر ہیں، موٹی تازی ہیں۔ اگر میں یہ قربانی کر دوں تو کیا میری طرف سے کافی ہوگا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں کر دو لیکن تمہارے بعد کسی کو کافی نہیں ہو گا۔ (صحیح البخاری کتاب العیدین باب کلام الامام والناس فی خطبۃ العید... الخ حدیث 983) تمہیں تو یہ اجازت ہے لیکن تمہارے بعد اور کسی کو اجازت نہیں۔

دوسری احادیث بھی یہی بتاتی ہیں کہ ایک تو یہ کہ عید کے بعد قربانی کی جائے اور دوسرے بکری کی قربانی کی ایک عمر ہوتی ہے وہ ہونی چاہئے۔ بہرحال یہ جو آپؐ نے فرمایا کہ تمہارے بعد کسی کو کافی نہیں ہے۔ اس بارے میں ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں سوال ہوا کہ قربانی کے بکرے کی عمر کیا ہونی چاہئے تو اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل حضرت مولانا نور الدینؓ وہاں بیٹھے ہوئے تھے ان کو فرمایا کہ آپ جواب دیں۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ اہل حدیث کے نزدیک دو سال کا ہونا ضروری ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد10 صفحہ100)

یا ہمارے ملکوں میں یہ رواج ہے کہ وہ کہتے ہیں دوندا ہونا ضروری ہے۔ سامنے کے دو بڑے دانت نکلے ہونے چاہئیں۔ تو بہرحال اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اَبُو بُرْدَہ کو جو فرمایا کہ تمہاری قربانی تو میں اس ایک سال کے پٹھے کی قبول کرتا ہوں لیکن آئندہ کے لئے اور کسی کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ جوان بکری یا بکرا ہونا چاہئے اور یہی طریق جماعت میں رائج ہے یا ہمارے فتوے میں ہے جیسا کہ میں نے کہا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

پھر حضرت اَسْعَد بن یزید کا ذکر ہے۔ حضرت اَسْعَد کے والد کا نام یَزِیدِ بنِ اَلْفَاکِہ تھا اور ان کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو زُرَیق سے تھا۔ آپؓ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل تھے۔ علامہ ابن اسحاق نے اَسْعَد کی بجائے سَعْد بن یَزِید کا نام اصحاب بدر میں لکھا ہے۔ حضرت اَسْعَد بن یزید کے نام کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔ بعض نے آپ کا نام سَعْد بن زید، سعید بن الفاکہ اور سعد بن یزید بیان کیا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ445 اسعد بن یزیدؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)
(اسد الغابہ جلد2 صفحہ450 سعد بن الفاکہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

پھر ایک بدری صحابی حضرت تمیم بن یَعَار انصاریؓ تھے۔ حضرت تمیم کے والد کا نام یَعَار تھا۔ آپؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو جدارۃ بن عوف بن الحارث سے تھا۔ آپ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے تھے۔ حضرت تمیم کی اولاد میں بیٹا رِبْعِیؓ اور بیٹی جمیلہ تھیں۔ ان کی والدہ قبیلہ بنو عمرو سے تھیں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ407 تمیم بن یعارؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت اَوْس بن ثَابِت بن مُنْذِر ہے۔ یہ بھی انصاری تھے۔ ان کی کنیت اَبُو شَدَّاد تھی۔ حضرت اَوس کے والد کا نام ثابت تھا۔ آپ کی والدہ کا نام سُخْطٰی بِنتِ حَارِثَہ تھا۔ آپ مشہور صحابی حضرت شَدَّاد بن اَوْس کے والد تھے۔ آپؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ بَنُو عَمرو بن مَالِک بن نَجّار سے تھا۔ یہ عقبہ ثانیہ میں شامل تھے نیز ایمان لائے۔ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ حضرت حسّان بن ثابتؓ (جو مشہور شاعر تھے) اور حضرت اُبَیّ بن ثابت آپؓ کے بھائی تھے۔ حضرت عثمان بن عفانؓ جب مدینہ ہجرت کر کے آئے تو ان کے ہاں ان کا قیام ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن عفّانؓ اور حضرت اوس بن ثابت کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ ان کی وفات کے بارے میں عبداللہ بن محمد بن عُمارہ انصاری کہتے ہیں کہ ان کی وفات، ان کی شہادت غزوۂ احد میں ہوئی تھی۔ بعض دوسرے اس سے اختلاف بھی کرتے ہیں لیکن جو اختلاف کرنے والے ہیں وہ کمزور راوی ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ382، 41 عثمان بن عفانؓ، اوس بن ثابتؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت ثَابِت بن خَنْسَاء ہے۔ ان کا تعلق قبیلہ بنو غَنْم بن عدی بن نَجّار سے تھا اور غزوۂ بدر میں شامل ہونے کی سعادت ان کو نصیب ہوئی۔ ان کے بارے میں اتنا ہی علم ہوا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ389 ثابت بن خنساءؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر حضرت اَوْس بن اَلصَّامِت بدر کے ایک صحابی تھے جنہوں نے بدر میں حصہ لیا ہے۔ حضرت اَوس بن صامت حضرت عبادہ بن صامتؓ کے بھائی تھے۔ حضرت اَوس غزوۂ بدر اور احد اور دوسرے تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اَوس بن صامت اور حضرت مَرْثَد بن اَبِی مَرْثَد اَلْغَنَوِی کے درمیان عقد مؤاخات کیا۔ روایات میں آتا ہے کہ حضرت اوس نے اپنی اہلیہ خُوَیْلَہ بِنتِ مَالِک سے ظِہَار کیا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ413 اوس بن صامتؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)
(اسد الغابہ جلد1 صفحہ323 اوس بن صامتؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

ظِہَار کہتے ہیں جو عربوں میں یہ رواج تھا کہ اپنی بیوی کو ماں کہہ دیا یا بہن کہہ دیا۔ اس طرح کہنے کے بعد اپنے اوپر حرام کر لیتے تھے یعنی کہ تم میری ماں ہو اس لئے حرام ہو گئی ہو۔ اسلام نے اس رسم کو مٹا دیا اور حکم دیا کہ اس کلمہ کے کہنے سے طلاق نہیں ہوتی۔ ماں بہن کہہ دیا تو طلاق نہیں ہو جاتی۔ ہاں یہ بیہودہ بات ہے جس کی سزا میں اسلام نے کفّارہ مقرر کیا ہے۔ حضرت اَوس نے کفارہ نہیں ادا کیا، کفارہ دینے سے پہلے اپنی اہلیہ سے تعلق قائم کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ یہ غلط ہے۔ پندرہ صَاع جَو ساٹھ مسکینوں کو کھلائیں۔ یعنی کفّارہ یہ ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو تم کھانا کھلاؤ۔ ظِہَار کے متعلق قرآن کریم میں بھی حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـئِیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۔ وَ الَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۔ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۔ (المجادلہ 3-5) تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں کو ماں کہہ دیتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ہو سکتیں۔ ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنم دیا اور یقیناً وہ ایک سخت ناپسندیدہ اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔ اور اللہ یقیناً بہت درگزر کرنے والا اور بہت بخشنے والا ہے۔ اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں کو ماں کہہ دیتے ہیں پھر جو کہتے ہیں اس سے رجوع کر لیتے ہیں۔ یعنی پہلے ماں

کہہ دیا۔ پھر کہہ دیا اور غلطی ہوگئی تو پیشتر اس کے کہ دونوں ایک دوسرے کو چھوئیں، ایک گردن کا آزاد کرنا ہے یعنی اس زمانے میں تو غلام ہوتے تھے ایک غلام کو آزاد کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ وہ ہے جس کی تمہیں نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ جو تم کرتے ہو اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔ پس جو اس کی استطاعت نہ پاتے ہوں۔ (اگر یہ استطاعت نہیں ہے کہ غلام ہے اس کو آزاد کرنا ہے) تو مسلسل دو مہینے کے روزے رکھنا ہے پیشتر اس کے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو چھوئیں۔ پس جو اس کی بھی استطاعت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے طمانیت نصیب ہو۔ یہ اللہ کی حدود ہیں اور کافروں کے لئے بہت ہی دردناک عذاب مقدر ہے۔

اس کا ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے کہ: ”جو شخص اپنی عورت کو ماں کہہ بیٹھے تو وہ حقیقت میں اس کی ماں نہیں ہو سکتی۔ ان کی مائیں وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہوئے۔ سو یہ ان کی بات نامعقول اور سراسر جھوٹ ہے اور خدا معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے اور جو لوگ ماں کہہ بیٹھیں اور پھر رجوع کریں تو اپنی عورت کو چھونے سے پہلے ایک گردن آزاد کردیں۔ یہی خدائے خبیر کی طرف سے نصیحت ہے اور اگر گردن آزاد نہ کرسکیں تو اپنی عورت کو چھونے سے پہلے دو مہینہ کے روزے رکھیں اور اگر روزے نہ رکھ سکیں تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاویں۔“

(آریہ دھرم، روحانی خزائن جلد10 صفحہ50)

ان کی بیوی حضرت خُوَیلہ بنت مالک بن ثعلبہ سے روایت ہے کہ میرے شوہر اوس بن صامتؓ نے مجھ سے ظِہار کیا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت لے کر گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بارے میں مجھے فرما رہے تھے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کر۔ وہ تیرا چچازاد بھائی بھی ہے۔ مجھے اپنی بات پر اصرار رہا یہاں تک کہ قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔ انہوں نے کہا ماں کس طرح ہو سکتی ہے۔ وہ تمہارا چچازاد بھائی بھی ہے اور تم اس کی بیوی ہو۔ کہتی ہیں مَیں نے بہرحال اس بات پر اصرار کیا یہاں تک کہ قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی کہ قَدۡ سَمِعَ اللّٰہُ قَوۡلَ الَّتِیۡ تُجَادِلُکَ فِیۡ زَوۡجِہَا (المجادلۃ:2) کہ اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپؐ سے اپنے شوہر کے بارے میں جھگڑ رہی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ یعنی تیرا خاوند ایک غلام آزاد کرے۔ اب اس کی سزا یہ ہے جو آیت میں بیان ہوئی جس طرح قرآن شریف کا حکم ہے۔ اس کے بعد ساری تفصیل ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے کہ ایک غلام کو آزاد کرو۔ کہتی ہیں میں نے اس پہ عرض کیا کہ اس میں اس کی طاقت نہیں ہے۔ کہاں سے لے؟ وہ تو غریب آدمی ہے۔ آپؐ نے فرمایا پھر دو مہینے کے لگاتار روزے رکھے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس کی عمر ایسی ہے کہ وہ لگاتار روزے بھی نہیں رکھ سکتا۔ اِس کی اس میں سکت نہیں ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ پھر وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ اس کے پاس تو مال بھی کوئی نہیں ہے۔ اس کے پاس کچھ نہیں ہے جس سے وہ صدقہ دے۔ خُوَیلہ کہتی ہیں میں بیٹھی ہوئی تھی کہ تبھی اس وقت کھجور کا ایک تھیلا آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی نے پیش کیا تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں کھجوروں کے دوسرے تھیلے کے ساتھ اس کی مدد کروں گی یعنی اگر یہ مجھے مل جائے تو ایک اَور تھیلے کا انتظام ہو سکتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ جا اِس کو لے جا۔ یہ تھیلا لے جاؤ اور اس میں سے اس کی طرف سے ساٹھ مسکینوں کو کھلاؤ اور پھر اپنے چچا کے بیٹے کے پاس جاؤ۔ (سنن ابی داؤد کتاب الطلاق باب فی الظھار حدیث 2214) یعنی اپنے خاوند کے پاس جاؤ۔ تم اس کے کہنے سے کوئی ماں واں نہیں بنی۔ ان صحابہ کی سیرت بیان ہوتی ہے تو بعض مسائل بھی ساتھ ساتھ حل ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ سب سے پہلا ظِہار جو اسلام میں ہوا۔ یعنی بیوی کو ماں کہنے کا وہ بھی حضرت اوس بن صامت کا تھا۔ ان کے نکاح میں ان کے چچا کی بیٹی تھی ان سے انہوں نے ظِہار کیا تھا۔

(اسد الغابہ جلد1 صفحہ323 اوس بن صامتؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

بہرحال اللہ تعالیٰ نے یہ حدود قائم کی ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں بھی یہ معاملہ پیش ہوا۔ آپؑ نے فرمایا کہ اس کی یہی سزا ہے۔ خلیفہ ثانیؓ کے زمانہ میں اسی طرح ایک معاملہ پیش ہوا آپؓ نے فرمایا یہی سزا ہے۔ اور سوائے اس کے کوئی بہت ہی غریب ہے اور طاقت نہیں ہے تو پھر وہ استغفار کرے اور جس حد تک سکت ہے، پہنچ ہے وہ اس کی سزا میں دے۔ تو بہرحال اللہ تعالیٰ نے بیوی کو ماں یا بہن کہنے کے لئے حدود قائم کی ہیں۔ بعضوں کو عادت ہوتی ہے ہر ذرا سی بات پر لڑائیاں ہوئیں تو کہہ دیا کہ میرے پہ حرام ہو گئی یا یہ ہو گیا تو تم میری ماں کی طرح ہو تم فلاں ہو یا قسم کھا لی۔ تو یہ سب قسمیں ہیں اور ان پر حدود قائم ہوتی ہیں۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے تو اس کو یہ سزا ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ غلام کو آزاد کرو یا روزے رکھو یا مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔

حضرت اوس بن صامتؓ شاعر بھی تھے۔ حضرت اوس بن صامت اور شدّاد بن اوس انصاری نے بیت المقدس میں رہائش رکھی۔ ان کی وفات سرزمین فلسطین کے مقام رَمْلَہ میں 34 ہجری میں ہوئی۔ اس وقت حضرت اوس کی عمر 72 سال تھی۔ (اسد الغابہ جلد1 صفحہ323 اوس بن صامتؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت ارقم بن ابی ارقم ہے۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ حضرت ارقم کی والدہ کا نام اُمَیْمَہ بنت حارث تھا۔ بعض روایت میں ان کا نام تُماضِر بنتِ حُذَیم اور صَفِیَّہ بنت حارِث بھی بیان ہوا ہے۔

حضرت ارقم کا تعلق قبیلہ بنو مخزوم سے تھا۔ آپ اسلام لانے والے اولین صحابہ میں سے تھے۔ بعض کے نزدیک جب آپؓ ایمان لائے تو آپؓ سے قبل گیارہ افراد اسلام قبول کر چکے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ نے ساتویں نمبر پر اسلام قبول کیا۔ حضرت عُروہ بن زُبیر روایت کرتے ہیں کہ حضرت ارقم، حضرت ابوعُبیدہ بن جَرّاح اور حضرت عثمان بن مظعونؓ اکٹھے ایک ہی وقت میں ایمان لائے۔ حضرت ارقم کا ایک گھر مکہ سے باہر کوہِ صفا کے پاس تھا جو تاریخ میں دارِ ارقم کے نام سے مشہور ہے۔ دارِ ارقم ان کا گھر تھا۔ اس گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام قبول کرنے والے افراد عبادت کیا کرتے تھے۔ یہیں پر حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا تھا۔ ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد یعنی حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے کے بعد مسلمانوں کی تعداد 40 ہو گئی تھی اور وہ اس گھر سے باہر نکلے تھے۔ یہ گھر حضرت ارقم کی ملکیت میں رہا۔ پھر آپؓ کے پوتوں نے یہ گھر ابوجعفر منصور کو فروخت کر دیا۔

(اسد الغابہ جلد1 صفحہ187 ارقم بن ابی الارقمؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

(اصابہ جلد1 صفحہ197 ارقم بن ابی الارقمؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1995ء)

(مستدرک علی الصحیحین جلد3 صفحہ574 حدیث6127 کتاب معرفۃ الصحابۃ ذکر ارقم بن ابی الارقم مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2002ء)

اس کے بارے میں سیرت خاتم النبیینؐ میں جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھی ہے تفصیل یہ ہے کہ اسلام کے پہلے تبلیغی مرکز یعنی دارِ ارقم کے بارے میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال پیدا ہوا کہ مکہ میں ایک تبلیغی مرکز قائم کیا جاوے جہاں مسلمان نماز وغیرہ کے لئے بے روک ٹوک جمع ہو سکیں اور امن واطمینان اور خاموشی کے ساتھ باقاعدہ اسلام کی تبلیغ کی جا سکے۔ اس غرض کے لئے ایک ایسے مکان کی ضرورت تھی جو مرکزی حیثیت رکھتا ہو۔ چنانچہ آپؐ نے ایک نَومسلم ارقم بن ابی ارقم کا مکان پسند فرمایا جو کوہِ صفا کے دامن میں واقع تھا۔ اس کے بعد تمام مسلمان یہیں جمع ہوتے، یہیں نماز پڑھتے، یہیں متلاشیان حق آتے۔“ یعنی جن کو دین کی تلاش تھی اور اسلام کا پیغام سنتے تھے وہ سننے کے لئے اور سمجھنے کے لئے آتے تھے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیضیاب ہونے کے لئے آتے تھے“ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اسلام کی تبلیغ فرماتے۔ اسی وجہ سے یہ مکان تاریخ میں خاص شہرت رکھتا ہے اور دارالاسلام کے نام سے مشہور ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریباً تین سال تک دارِ ارقم میں کام کیا یعنی بعثت کے چوتھے سال آپؐ نے اسے اپنا مرکز بنایا اور چھٹے سال کے آخر تک آپؐ نے اس میں اپنا کام کیا۔“ اپنے اس مشن کو جاری رکھا اور ”مؤرخین لکھتے ہیں کہ دارِ ارقم میں اسلام لانے والوں میں آخری شخص حضرت عمرؓ تھے جن کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو بہت تقویت پہنچی اور وہ دارِ ارقم سے نکل کر برملا تبلیغ کرنے لگ گئے۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ129)

مدینہ ہجرت کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مؤاخات حضرت اَبُو طَلْحَہ زَید بن سَہْل کے ساتھ قائم فرمائی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ185 ارقم بن ابی الارقمؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

حضرت اَرْقَم غزوۂ بدر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے مالِ غنیمت میں سے ایک تلوار انہیں دی تھی۔ حضرت اَرْقَم غزوۂ بدر، احد سمیت تمام غزوات میں شریک ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو مدینہ میں ایک گھر بھی دیا تھا۔ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صدقات کی وصولی کے لئے بھی مقرر کر کے بھجوایا تھا۔

(اسد الغابہ جلد1 صفحہ 198 ارقم بن ابی الارقمؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

(اصابہ جلد1 صفحہ187 ارقم بن ابی الارقمؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1995ء)

تاریخ میں یہ بھی ہے کہ حضرت ارقم معاہدہ حلف الفضول میں بھی شامل ہوئے تھے۔ (استیعاب جلد1 صفحہ131 ارقم بن ابی الارقمؓ مطبوعہ دار الجیل بیروت1992ء) وہ معاہدہ جو غریبوں کی مدد کرنے کے لئے اسلام سے پہلے مکہ کے رہنے

والے بڑے لوگوں نے کیا تھا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل تھے۔حضرت ارقم کے بیٹے عثمان بن اَرْقَم روایت کرتے ہیں کہ میرے والد کی وفات 53 ہجری میں ہوئی۔اس وقت آپ کی عمر 83 سال تھی۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کی 55 ہجری میں وفات ہوئی۔عمر کے بارے میں اختلاف ہے کہ اسّی سال تھی یا اس سے کچھ اوپر تھی۔حضرت ارقم نے وصیت کی تھی کہ ان کی نماز جنازہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ پڑھائیں جو صحابی تھے۔ان کی وفات کے بعد حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ عقیق مقام میں تھے اور وہاں سے دور تھے۔مروان نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی کسی غیر حاضر شخص کی وجہ سے دفن نہ کیا جائے۔موجود نہیں ہیں اس لئے صحابی کی نعش کو اس وقت تک رکھا جائے جب تک وہ آ نہ جائیں اور چاہا کہ ان کی نماز جنازہ خود پڑھا دیں مگر عُبَیداللہ بن اَرْقَم نے مروان کی بات نہ مانی اور سَعْد بن اَبی وقاصؓ کے آنے پر حضرت ارقم کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور جَنَّتُ الْبَقِیع میں دفن کئے گئے۔

(اسدالغابہ جلد 1 صفحہ 188 ارقم بن ابی الارقمؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

ان کے متعلق ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک دفعہ حضرت ارقم نے بیت المقدس جانے کے لئے رخت سفر باندھا، تیاری کی، جانا چاہتے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سفر پر جانے کے لئے اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا تم وہاں بیت المقدس میں کسی ضرورت کے لئے یا تجارت کی غرض سے جا رہے ہو؟ حضرت ارقم نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں۔کوئی کام نہیں ہے اور نہ تجارت کی غرض سے جانا ہے بلکہ بیت المقدس میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں۔تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس مسجد میں ایک نماز اور مسجدوں کی ہزاروں نمازوں سے بہتر ہے یعنی یہاں مدینے میں سوائے کعبہ کے جس پر حضرت ارقم نے اپنا ارادہ بدل لیا۔

(اسدالغابہ جلد 1 صفحہ 187 ارقم بن ابی الارقمؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت بَسْبَسْ بن عَمْرو ہے۔ایک روایت میں آپ کا نام بَسْبَسْ بن بِشْر بھی آیا ہے۔حضرت بَسْبَسْ جُهَنِی انصاری کا تعلق قبیلہ بنو سَاعِدَہ بن کعب بن خزرج سے تھا جبکہ عروہ بن زبیر کے مطابق آپ کا تعلق بنوطَرِیف بن خزرج سے ہے۔آپؓ نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی۔آپؓ کا شمار انصار صحابہ میں ہوتا ہے۔(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 373 بسبس الجہنیؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت 2003ء) آپ کو بُسَیْسَۃ اور بُسَیْس اور بَسْبَسَہ کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 379 بسبہ بن عمروؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء) غزوۂ بدر کے علاوہ آپ نے غزوۂ احد میں بھی شرکت کی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 422 بسبس بن عمروؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

غزوۂ بدر کے لئے مدینہ سے نکلنے کا ذکر کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یہ لکھا ہے کہ:

”مدینہ سے نکلتے ہوئے آپؐ نے اپنے پیچھے عبداللہ بن ام مکتومؓ کو مدینہ کا امیر مقرر کیا تھا۔مگر جب آپؐ رَوْحَاء کے قریب پہنچے جو مدینہ سے 36 میل کے فاصلہ پر ہے تو غالباً اس خیال سے کہ عبداللہ ایک نابینا آدمی ہیں اور لشکر قریش کی آمد آمد کی خبر کا تقاضا ہے کہ آپؐ کے پیچھے مدینہ کا انتظام مضبوط رہے۔آپؐ نے اَبُولُبَابَہ بن مُنذِر کو مدینہ کا امیر مقرر کر کے واپس بھجوادیا اور عبداللہ بن ام مکتوم کے متعلق حکم دیا کہ وہ صرف امام الصلوٰۃ رہیں مگر انتظامی کام اَبُولُبَابَہ سرانجام دیں۔“ یہ لکھتے ہیں کہ ”مدینہ کی بالائی آبادی یعنی قباء کے لئے آپؐ نے عَاصِم بن عَدِی کو الگ امیر مقرر فرمایا۔“ آپ نے جو امراء بھیجے تھے، مقرر فرمائے یا تبدیلیاں کیں وہ یہاں سے ”اسی مقام سے آپؐ نے بَسِیْس (یعنی بَسْبَس) اور عدی نامی دو صحابیوں کو دشمن کی حرکات و سکنات کا علم حاصل کرنے کے لئے بدر کی طرف روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ وہ بہت جلد خبر لے کر واپس آئیں۔“

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 354)

دو ہفتے پہلے خطبہ میں حضرت عَدِی بن اَبِی زَغْبَاء کے ذکر میں اس واقعہ کا ذکر ہو چکا ہے۔جن کو بھیجا گیا تھا ان میں حضرت بَسْبَس اور حضرت عدی بن ابی زغباء دونوں شامل تھے۔جب یہ بدر کے مقام پر خبر لینے کے لئے پہنچے تو وہاں حضرت بَسْبَس بن عمرو اور عدی بن ابی زغباء نے کنوئیں کے قریب ایک ٹیلے کے پاس اپنے اونٹ بٹھا کر اپنی مشکیں لیں اور کنوئیں سے پانی بھرا اور وہاں پیا بھی۔اس دوران انہوں نے وہاں دو عورتوں کو باتیں کرتے سنا جو کسی قافلے کے آنے کے بارے میں باتیں کر رہی تھیں۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 617 بسبس وعدی یتجسسان الاخبار مطبوعہ تراث الاسلام مصر 1955ء)

اور وہاں ایک شخص بھی کھڑا تھا۔بہرحال یہ دونوں واپس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان عورتوں کی باتوں کے بارے میں بتایا کہ وہ ایک قافلے کے آنے کے بارے میں اس طرح باتیں کر رہی تھیں۔وہ شخص جو وہاں کھڑا تھا اس کا نام مَجْدِی تھا۔(یہ تفصیل میں پہلے بیان کر چکا ہوں) تو مؤرخ لکھتے ہیں کہ اگلی صبح ابوسفیان وہاں پہنچا جبکہ قافلہ بھی وہاں آیا ہوا تھا۔اس نے مَجْدِی سے پوچھا کہ اے مَجْدِی! کیا تو نے ایسے کسی شخص کو دیکھا ہے جو یہاں جاسوسی کے لئے آیا ہو؟ اور ساتھ یہ بھی کہا کہ اگر تو ہم سے دشمن کا حال چھپائے گا تو قریش میں سے کبھی کوئی بھی شخص تجھ سے صلح نہیں کرے گا۔مَجْدِی نے کہا یعنی وہ شخص جو کھڑا تھا بخدا میں نے یہاں کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس کو میں نہ پہچانتا ہوں۔یہاں سے تیرے اور یثرب کے درمیان کوئی دشمن نہیں ہے اور اگر کوئی ہوتا تو وہ مجھ سے مخفی نہ رہ سکتا اور نہ ہی میں تجھ سے اس کو چھپاتا۔وہ کہتا ہے مگر ہاں یہ ہے کہ مَیں نے دو سواروں کو دیکھا تھا۔وہ اس جگہ رُکے تھے اور اُس جگہ اشارہ کیا جہاں حضرت بَسْبَس اور حضرت عدی رُکے تھے اور انہوں نے اپنے اونٹ بٹھائے تھے۔کہنے لگا کہ انہوں نے یہاں اپنے اونٹ بٹھائے تھے، پانی پیا تھا اور پھر یہاں سے چلے گئے۔ابوسفیان اس جگہ پر آیا جہاں دونوں صحابہ نے اونٹ بٹھائے تھے اور ان دونوں کے اونٹوں کی مینگنیاں اٹھا کر توڑنے لگا۔اس لیے کہ تجسس تھا۔تو پہچان کے لئے یہ بھی توڑنے لگا۔جب اس نے توڑی تو اونٹ کی مینگنیوں میں سے کھجور کی گٹھلی نکلی تو ابوسفیان بولا بخدا!! اہل یثرب کے اونٹوں کا یہی چارا ہے۔یہ تو وہاں سے آئے ہیں۔یہ دونوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب محمدؐ کے جاسوس تھے۔یعنی دونوں جو شخص آئے تھے یہ تو مدینے سے آئے ہیں اور یہ جاسوس ہیں۔اونٹ کی مینگنیوں سے مجھے یہ اندازہ لگ گیا ہے کہ کیوں یہاں آئے تھے۔کہنے لگا کہ مجھے لگتا ہے کہ یہ لوگ بہت قریب ہیں۔اس کے بعد وہ وہاں سے جلدی جلدی اپنے قافلے کو لے کر روانہ ہو گیا۔(کتاب المغازی للواقدی صفحہ 41-40 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1984ء)

ان عربوں کو اس زمانے میں بھی جاسوسی کے اندازے لگانے کا بڑا ملکہ تھا اور یہ بھی جاسوسی کے ہی انداز تھے۔اس کے ذکر میں، بدر کی جنگ کے ذکر میں سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یہ لکھا ہے کہ

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے قریب پہنچے تو کسی خیال کے ماتحت جس کا ذکر روایات میں نہیں ہے آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اپنے پیچھے سوار کر کے اسلامی لشکر سے کچھ آگے نکل گئے۔اس وقت آپؐ کو ایک بوڑھا بدوی ملا جس سے آپ کو باتوں باتوں میں یہ معلوم ہوا کہ اس وقت قریش کا لشکر بدر کے بالکل پاس پہنچا ہوا ہے۔آپؐ یہ خبر سن کر واپس تشریف لے آئے اور حضرت علیؓ اور زبیر بن العوام اور سعد بن وقاصؓ وغیرہ کو دریافت حال کے لئے آگے روانہ فرمایا اور ایک روایت کے مطابق بھیجے جانے والوں میں حضرت بَسْبَس بھی شامل تھے۔پہلے تو یہ لوگ گئے تھے قافلے کی خبر لینے کے لئے۔اب جو پتہ لگا کہ لشکر آ رہا ہے تو اس لشکر کی خبر لینے کے لئے جن لوگوں کو بھیجا ان میں یہ شامل تھے۔جب یہ لوگ بدر کی وادی میں گئے تو اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ مکہ کے چند لوگ ایک چشمہ سے پانی بھر رہے تھے۔ان صحابیوں نے ان پر، جماعت پر حملہ کر کے ان میں سے ایک حبشی غلام کو پکڑ لیا اور اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔جب وہ لے کر آئے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مصروف تھے۔صحابہؓ نے یہ دیکھ کر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو نماز میں مصروف ہیں خود اس غلام سے پوچھنا شروع کیا کہ ابوسفیان کا قافلہ کہاں ہے؟ یہ حبشی غلام چونکہ لشکر کے ہمراہ آیا تھا۔وہ تو اس لشکر کے ہمراہ آیا تھا جو بدر کی جنگ کے لئے آ رہا تھا۔اس کو تو قافلے کا علم نہیں تھا اور وہ قافلے سے بے خبر تھا اس نے جواب میں کہا کہ ابوسفیان کا تو مجھے علم نہیں ہے البتہ ابوالحکم یعنی ابوجہل اور عُتبہ اور شَیبہ اور اُمَیّہ وغیرہ اس وادی کے دوسرے کنارے ڈیرے ڈالے پڑے ہیں۔صحابہ نے جن کو تو صرف قافلے کا پتہ تھا نا، یہی اندازہ تھا اور یہی انہوں نے دماغ میں بٹھایا ہوا تھا تو انہوں نے یہی سمجھا کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے اور دیدہ دانستہ قافلے کی خبر کو چھپانا چاہتا ہے جس پر بعض لوگوں نے اسے کچھ مارا پیٹا بھی، زدوکوب کیا۔لیکن جب وہ اسے مارتے تھے وہ ڈر کے مارے کہہ دیتا تھا کہ اچھا میں بتاتا ہوں اور جب اسے چھوڑ دیتے تو وہ پھر وہی پہلا جواب دیتا تھا کہ مجھے ابوسفیان کا، اس کے قافلے کا علم نہیں ہے۔ہاں البتہ ابوجہل ایک لشکر لے کے آ رہا ہے اور وہ پاس ہی موجود ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ باتیں سنیں تو آپؐ نے جلدی سے نماز سے فارغ ہو کر صحابہ کو مارنے سے روکا اور فرمایا جب وہ سچی بات بتاتا ہے تم اسے مارتے ہو اور جھوٹ کہنے لگتا ہے تو چھوڑ دیتے ہو۔پھر آپؐ نے خود نرمی کے ساتھ اس سے دریافت فرمایا کہ لشکر اس وقت کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا اس وقت سامنے والے ٹیلے کے پیچھے ہے۔آپؐ نے پوچھا کہ لشکر میں کتنے آدمی ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ بہت ہیں مگر پوری تعداد مجھے معلوم نہیں ہے۔آپؐ نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ ان کے لئے کھانا کھانے کے لئے ہر روز کتنے اونٹ ذبح ہوتے ہیں؟ اس نے کہا کہ دس ہوتے ہیں۔دس اونٹ اس قافلے کے لئے ذبح ہوتے ہیں۔سامان کے علاوہ کھانے پینے کا بھی اتنا سامان لے کے آئے تھے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ دس اونٹ ذبح ہوتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ایک ہزار آدمی ان کے ساتھ آئے ہیں اور حقیقتاً وہ اتنے ہی لوگ تھے۔(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 356-355)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے حضرت ثَعْلَبَہ بن عَمْرو، اَنْصَارِی تھے۔ حضرت ثَعْلَبَہ کا تعلق قبیلہ بنو نجار سے تھا۔ آپؓ کی والدہ کا نام کَبْشَہ تھا جو کہ مشہور شاعر حضرت حسّان بن ثَابِتؓ کی بہن تھیں۔ حضرت ثَعْلَبَہ غزوۂ بدر سمیت تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہوئے۔ آپؓ ان اصحاب میں بھی شامل تھے جنہوں نے بنوسلمہ کے بت توڑے تھے۔ آپؓ کی وفات حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں جنگ جِسر یعنی پُل والی جنگ میں ہوئی تھی۔ جنگ جِسر ایرانیوں کے ساتھ 14 ہجری میں ہوئی یا طبری میں 13 ہجری کا درج ہے کہ یہ جنگ ہوئی تھی۔ اس جنگ میں دونوں فریق یعنی حضرت ابوعُبیدؓ کی نگرانی میں مسلمانوں کا لشکر اور بَہْمَن جَازَوَیْہ کی نگرانی میں ایرانی فوج دریائے فرات پر آمنے سامنے تھیں۔ دریا کو عبور کر کے جنگ کرنے کے لئے ایک جسر یعنی پل بنایا گیا تھا۔ اسی مناسبت سے اسے جنگ جسر کہا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک ان کی وفات حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں مدینہ میں ہوئی تھی۔

(روض الانف جلد 3 صفحہ 159-158 تسمیۃ من کسر والھۃ بنی سلمۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 386 ثعلبہ بن محصنؓ، 340 سلمۃ بن اسلمؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 366 وقعۃ القرقس مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1987ء)

(تاریخ ابن خلدون جلد 2 صفحہ 522 ولایۃ ابی عبید مطبوعہ دار الفکر بیروت 2000ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت ثَعْلَبَہ بن غَنَمَہ۔ حضرت ثعلبہ کا نام ایک روایت میں ثَعْلَبَہ بن عَنَمَہ بھی بیان ہوا ہے۔ حضرت ثعلبہ کی والدہ کا نام جَھِیْرَہ بنت قَیْن تھا۔ آپ کا تعلق انصار کے قبیلے بنو سَلَمہ سے تھا۔ حضرت ثعلبہ اُن ستّر اصحاب میں شامل تھے جنہوں نے بیعت عقبہ ثانیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ حضرت ثعلبہ جب ایمان لائے تو آپ نے، حضرت معاذ بن جبلؓ اور عبداللہ بن اُنَیس نے مل کر بنوسلمہ کے یعنی اپنے قبیلے کے ہی بت توڑے۔ آپ غزوۂ بدر، احد اور خندق میں شریک ہوئے اور غزوہ خندق میں ھُبَیْرَہ بِن اَبِی وَھَب نے حضرت ثعلبہ کو شہید کیا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت ثعلبہ غزوۂ خیبر کے موقع پر شہید ہوئے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 435 ثعلبہ بن غنمہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)، (استیعاب جلد 1 صفحہ 207 ثعلبہ بن عنمہؓ مطبوعہ دار الجیل بیروت 1992ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت جابر بن خالد۔ حضرت جابر بن خالد کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو دِیْنَار سے تھا۔ حضرت جابر بن خالد غزوۂ بدر اور احد میں شامل ہوئے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 394 جابر بن خالدؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر ایک صحابی ہیں حضرت حارث بن نُعمان بن اُمَیّہ، انصاری تھے۔ حضرت حارث کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس سے تھا۔ آپ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ آپؓ حضرت عبداللہ بن جُبَیْر اور حضرت خَوّات بن جُبَیْر کے چچا تھے۔ جنگ صِفِّیْن کے موقع پر حضرت علیؓ کی طرف سے شامل ہوئے تھے۔ (اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 641 حارث بن نعمانؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

(اصابہ جلد 1 صفحہ 694 حارث بن نعمانؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

پھر حضرت حارث بن انس انصاری ہیں۔ ان کی والدہ کا نام حضرت ام شریک تھا اور والد انس بن رافع تھے۔ آپ کی والدہ نے بھی اسلام قبول کیا اور رسول اللہ کی بیعت سے مشرف ہوئی تھیں۔ حضرت حارث کا تعلق قبیلہ اوس کی شاخ بنو عبدالاَشْھَل سے تھا۔ غزوۂ بدر اور احد میں شامل ہوئے تھے اور غزوۂ احد میں آپ کو شہادت نصیب ہوئی۔ حضرت حارِث ان چند اصحاب میں سے تھے جو غزوۂ احد میں حضرت عبداللہ بن جُبَیْر کے ساتھ درّے پر ڈٹے رہے اور جامِ شہادت نوش کیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 334 حارث بن انسؓ، صفحہ 362 عبداللہ بن جبیرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد 8 صفحہ 277 ام شریکؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر حضرت حُرَیْث بن زید انصاری ایک صحابی تھے۔ ایک روایت میں ان کا نام زید بن ثعلبہ بھی بیان ہوا ہے۔ حضرت حُرَیْث کا تعلق قبیلہ خزرج کی شاخ بنو زید بن حارث سے تھا۔ آپؓ اپنے بھائی حضرت عبداللہ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شامل ہوئے تھے جنہیں اذان کی بابت رؤیا دکھائی گئی تھی۔ آپؓ غزوۂ احد میں بھی شامل ہوئے تھے۔ (اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 718-717 حریث بن زیدؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء) اِن کے بھائی کو بھی اذان کے الفاظ کے بارے میں بتایا گیا تھا۔

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت حَارِث بن اَصِمّہ۔ حضرت حارث بن اصِمّہ کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو نجار سے تھا اور بئرِ معونہ کے روز یہ شہید ہوئے تھے۔

(استیعاب جلد 1 صفحہ 292 حارث بن اصمہ مطبوعہ دار الجیل بیروت 1992ء)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث اور حضرت صُھَیب بن سِنَان کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔

(اصابہ جلد 1 صفحہ 673 حارث بن صمہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

حضرت حارث بن اصِمّہ غزوۂ بدر کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب الرَّوْحَاء کے مقام پر پہنچے تو آپؓ میں مزید سفر کی طاقت نہ رہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو مدینہ واپس بھیج دیا لیکن اموال غنیمت میں آپؓ کا حصہ بدر میں شامل ہونے والوں کی طرح مقرر فرمایا۔ یعنی عملاً شامل نہیں ہوئے تھے لیکن ایک جذبہ کے تحت نکلے تھے لیکن صحت نے اجازت نہیں دی یا اس وقت زیادہ بیمار ہو گئے ہوں گے اس لئے واپس بھجوا دئے گئے لیکن آپ کی نیت اور جذبے کو دیکھ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بدر میں شامل ہونے والے صحابہؓ میں شمار فرمایا۔ آپ غزوۂ احد میں شریک تھے۔ اُس دن جب لوگ منتشر ہو گئے تو اُس وقت حضرت حارث ثابت قدم رہے۔ حضرت حارث نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے موت پر بیعت کی۔ آپؓ نے عثمان بن عبداللہ بن مُغِیرہ مَخْزُومی کو قتل کیا یعنی حضرت حارثؓ نے اور سلب لے لیا یعنی جو اس کا جنگی لباس اور سامان تھا وہ لے لیا جس میں اس کی زرہ اور خَود اور تلوار تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سامان آپؓ کو ہی عطا کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب عثمان بن عبداللہ کی ہلاکت کی خبر ہوئی تو فرمایا کہ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اسے ہلاک کیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 386 حارث بن صمہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 615 حارث بن صمہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

عثمان بن عبداللہ بڑا خطرناک دشمن تھا۔ یہ ایک مشرک تھا اور غزوۂ احد کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانے کی غرض سے پورے ہتھیاروں سے لیس ہو کر آیا تھا۔ غزوۂ احد کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ میرے چچا حمزہؓ کے ساتھ کیا ہوا؟ حضرت حارثؓ ان کی تلاش میں نکلے۔ جب آپ کو دیر ہو گئی تو حضرت علیؓ روانہ ہوئے اور حارث کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ حضرت حمزہؓ شہید ہو چکے ہیں۔ دونوں صحابہ نے واپس آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شہادت کی خبر دی۔

حضرت حارثؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھاٹی میں تھے فرمایا کہ کیا تم نے عبدالرحمٰن بن عوف کو دیکھا ہے؟ میں نے عرض کی۔ جی ہاں میں نے انہیں دیکھا ہے۔ وہ پہاڑی کے پہلو میں تھے اور ان پر مشرکین کا لشکر حملہ آور تھا۔ میں نے ان کی طرف رخ کیا تا کہ ان کو بچاؤں مگر پھر میری نظر آپؐ پر پڑی اور میں آپؐ کے پاس آ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے اس کی حفاظت کر رہے ہیں یعنی عبدالرحمٰن بن عوف کی فرشتے حفاظت کر رہے ہیں۔ ایک اَور روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے اس کی معیت میں لڑ رہے ہیں۔ حضرت حارثؓ کہتے ہیں کہ میں عبدالرحمن بن عوف کے پاس گیا۔ پھر واپس ہو کے گیا۔ جب جنگ خاتمے کو پہنچی تو مَیں نے دیکھا ان کے سامنے سات آدمی قتل ہوئے پڑے ہیں۔ میں نے کہا کہ کیا آپؓ نے ان سب کو قتل کیا ہے؟ اس پر عبدالرحمٰن نے کہا کہ ان تین کو تو مَیں نے قتل کیا ہے مگر باقیوں کے متعلق میں نہیں جانتا کہ ان کو کس نے قتل کیا ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا۔ یعنی کہ فرشتے اس کا ساتھ دے رہے ہیں۔ (اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 615 حارث بن صمہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

حضرت حارث واقعہ بئرِ مَعُونہ میں شریک ہوئے۔ جس وقت یہ واقعہ ہوا اور صحابہ کو شہید کیا گیا اُس وقت حضرت حارث اور عمرو بن اُمَیَّہ اونٹوں کو چرانے گئے ہوئے تھے۔ سیرت ابن ہشام میں دو اصحاب عمرو بن امیہ اور حضرت مُنْذِر بن محمد کا درج ہے۔ بہرحال بعض کتابوں کی روایت میں یہ تھے جو اونٹوں کو چرانے والے تھے۔ بہرحال اس روایت کے مطابق جو یہ کہتی ہے کہ یہ تھے، جب واپسی پر یہ اپنے پڑاؤ کی جگہ پر پہنچے تو دیکھا کہ پرندے وہاں بیٹھے ہوئے ہیں تو انہوں نے سمجھ لیا کہ ان کے ساتھی شہید ہو چکے ہیں۔ حضرت حارث نے حضرت عمرو سے کہا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ عمرو نے کہا کہ میرا خیال تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا جائے اور واپس جا کے خبر کی جائے۔ حضرت حارثؓ نے کہا کہ میں اس جگہ سے پیچھے نہیں رہوں گا جہاں مُنْذِر کو قتل کیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ آگے بڑھے اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 615 حارث بن الصمۃؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

(سیرت ابن ہشام صفحہ 439 حدیث بئر معونۃ مطبوعہ دار ابن حزم بیروت 2009ء)

حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ کہتے ہیں کہ حَارِث کی شہادت دشمنوں کی طرف سے مسلسل پھینکے جانے والے نیزوں کی وجہ سے ہوئی تھی جو ان کے جسم میں پیوست ہو گئے تھے اور آپؓ شہید ہو گئے تھے۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 615 حارث بن الصمۃؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

اللہ تعالیٰ ان تمام بدری صحابہ کے درجات بلند سے بلند فرماتا چلا جائے۔

ملّت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے متعلق

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی کچھ یادیں

(آصف محمود باسط)

خاکسار کو ایم ٹی اے کے کسی پروگرام کے سلسلہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے رہنمائی کی درخواست کرنا ہو تو اکثر پورا پروگرام یا اس کے متعلقہ حصے کی ریکارڈنگ ساتھ لے جاتا ہے۔ بعض اوقات حضور زبانی سُن کر رہنمائی فرما دیتے ہیں اور بعض اوقات اس پروگرام کی ریکارڈنگ چلانے کا ارشاد فرماتے ہیں۔ اس کے لئے حضور اپنے سامنے رکھے DVD Player کی ٹرے کو ریموٹ کنٹرول سے کھول دیتے ہیں اور خاکسار اس میں رکھی DVD کو نکال کر متعلقہ پروگرام کی ڈی وی ڈی رکھ کر چلا دیتا ہے۔

ایک آدھ بار کے علاوہ ہمیشہ یہ دیکھا ہے کہ وہاں پہلے سے موجود ڈی وی ڈی حضرت مصلح موعودؓ کی اُس تقریر کی ہوتی ہے جس میں حضورؓ بڑے جلال سے فرماتے ہیں: ''اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو!!''۔ پھر جب حضور پروگرام کا متعلقہ حصہ ملاحظہ فرما لیتے ہیں تو فرماتے ہیں، ''وہی واپس لگا دو''۔

ایک مرتبہ حضور نے ازراہِ شفقت دریافت فرمایا کہ ''تم نے یہ تقریر سنی ہوئی ہے؟''۔ خاکسار نے عرض کی کہ جی نہیں حضور، سنی تو نہیں ہوئی۔ تو حضور نے ریموٹ کنٹرول سے اس تاریخ ساز خطاب کی ریکارڈنگ چلائی۔ وہ پُر جلال تقریر چلی اور کافی دیر چلتی رہی۔ اس وقت حضرت مصلح موعودؓ کی پُر شوکت آواز اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی بنفسِ نفیس موجودگی نے سماعت اور بصارت پر جو گہرا اثر چھوڑا، اس کا اندازہ قارئین کر ہی سکتے ہیں۔

یہ وہ تجربہ ہے جس سے مجھے حضور انور کی حضرت مصلح موعودؓ سے محبت کا اندازہ ہوا۔ پھر ایک مرتبہ حضرت مصلح موعودؓ سے متعلق ذکر میں خاکسار نے عرض کرنے کی ہمت کی کہ:

''حضور، آپ حضرت مصلح موعودؓ کا اپنے خطبات میں بہت ذکر فرماتے ہیں...'' (یہ عرض داشتیں یونہی نامکمل سی ہوتی ہیں، کہ براہِ راست سوالیہ طرز پر کچھ پوچھنے کی ہمت نہیں ہوتی)۔

فرمایا: ''حضرت مصلح موعودؓ کا مقام ایسا تھا کہ حضورؓ نے خود اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر فرمایا کہ حضورؓ موعود خلیفہ تھے۔ یعنی خلیفہ کے مقام سے بلند مگر نبی کے مقام سے نیچے۔ تو ایسے وجود کے ذکر کو زندہ رکھنا ضروری ہے۔ وہ جو حضورؓ نے فرمایا تھا نا کہ

؎ اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

تو وہ وقت اب آ گیا ہے۔ اور ابھی تو دنیا کو حضرت مصلح موعودؓ کے مقام و منصب سے مزید آگاہی ہونی ہے۔''

اس بات سے اس محبت کا اور بھی زیادہ اندازہ ہوا جو سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کو حضرت مصلح موعودؓ سے ہے۔ پھر ابھی کچھ روز قبل (9 فروری، 2019)، حضور انور کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا تو ایک ایسی صورت بنی کہ حضرت مصلح موعودؓ کے جنازہ کا ذکر ہوا۔ خاکسار نے عرض کی:

''حضور، آپ کو حضرت مصلح موعودؓ کا جنازہ یاد ہے؟''

فرمایا ''بالکل یاد ہے۔ جنازہ کا اٹھایا جانا، جنازہ کے ساتھ چل کر بہشتی مقبرہ جانا اور پھر نمازِ جنازہ ادا کرنا بھی یاد ہے۔ بلکہ یہ تم کتنے سال پرانی بات کر رہے ہو (سوچتے ہوئے اور انگلیوں پر حساب لگاتے ہوئے).. تقریباً 53، 52 سال پرانی۔ تو اس وقت تو دوڑ دوڑ کر جنازے کے ساتھ جانا یاد ہے۔''

یہاں خاموشی ہوئی، تو یہ وہ خاموشی تھی جسے خود توڑنا مجھے ہمیشہ کسی جرم سے کم نہیں لگا۔ وہ خاموشی جو بھرپور ہوتی ہے۔ اسے بیان کرنا میرے بس کی بات نہیں۔

خاموشی یوں ختم ہوئی کہ حضور نے خود فرمایا:

''مجھے یہ بھی یاد ہے کہ کسی پیارے، کسی عزیز کی وفات کا یہ پہلا تجربہ تھا جو ہوش کے زمانہ میں ہوا۔ اور کسی بہت پیارے وفات شدہ وجود کی پیشانی کو بوسہ دینے کا بھی پہلا تجربہ جو یاد رہ گیا۔ آج تک وہ پیشانی اور وہ تجربہ یاد ہے۔ حضرت مصلح موعود کے جسدِ اطہر کے سرہانے کھڑے ہونا بھی یاد ہے۔''

بالعموم دورانِ ملاقات مجھے حضور انور کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھنے کی مجال نہیں ہوا کرتی۔ بعض اوقات یہ خیال بھی آتا ہے کہ حضور براہ راست مخاطب فرما رہے ہیں اور میں نیچے دیکھ رہا ہوں، خلافِ ادب ہی نہ ہو۔ مگر کیا کریں کہ نظر نہیں اٹھتی اور اگر اُٹھتی ہے تو نظر بھر کر دیکھا نہیں جاتا۔ مگر جب حضور انور نے یہ بات بیان فرمائی تو بے ساختہ میری نگاہ حضور کے چہرۂ مبارک کی طرف اٹھ گئی۔ اس مختصر سے ثانیے میں مجھے وہ محبت، وہ جذبات، وہ عقیدت نظر آئی جو اس بات کا منہ بولتا ثبوت تھی کہ حضور اس عظیم ہستی کی پیشانی کو بوسہ دینے کی مبارک گھڑی کو گویا محسوس فرما رہے ہیں۔

میں نے نگاہ جھکا لی اور اس گھڑی میں خاموش رہنے کو بہتر خیال کیا۔ پھر حضور کی مبارک آواز آئی:

''حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا خلیفہ منتخب ہونا بھی یاد ہے۔ رات گیارہ بجے کے بعد اعلان ہوا تھا۔ پھر یہ بھی یاد ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ مسجد سے واپس گھر تشریف لائے۔ سب خاندان والے جمع تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ اپنے کمرے میں تشریف لے گئے۔ کوئی آدھ گھنٹہ تنہا اپنے کمرے میں رہے۔ پھر باہر تشریف لائے۔''

''یہ بھی یاد ہے کہ حضرت مصلح موعود کا جسدِ اطہر کمرے میں ہی تھا۔ خاندان کے افراد موجود تھے۔ کسی عورت یا کسی بچے کی اونچی رونے کی آواز آئی۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ (ابھی خلیفہ منتخب نہیں ہوئے تھے) نے منع فرمایا اور فرمایا کہ صدمہ میں آواز اونچی نہیں کرنی اور یہ کہ اس وقت صرف خاموشی سے قدرتِ ثانیہ کے ظہور کے لئے دعا کریں۔ مجھے یاد ہے کہ بعد میں یہ آواز اونچا نہ کرنے والی نصیحت حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ جو وہاں موجود تھے، نے بھی فرمائی''۔

خاکسار نے عرض کی کہ ''حضور، آپ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ اس کمرے میں۔۔۔''

فرمایا، ''ہاں! اس وقت اس کمرے میں حضرت مصلح موعودؓ کا جسدِ اطہر بھی تھا، اور وہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث بھی تھے، خلیفۃ المسیح الرابع بھی تھے اور میں بھی تھا''۔

کیا ہی مبارک ہو گا وہ کمرہ اور وہ وقت جہاں چار خلفائے احمدیت بیک وقت موجود تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ کو اپنے رب کا بلاوا آ چکا تھا مگر جسدِ اطہر ابھی موجود تھا اور پھر تین ایسی ہستیاں جو مستقبل میں آسمانِ احمدیت پر آفتابِ خلافت بن کر چمکنے والی تھیں۔ آسمانِ احمدیت، جہاں اللہ تعالیٰ نے کبھی آفتاب کو غروب ہونے نہیں دیا۔

''حضور، حضرت مصلح موعودؓ سے ملنا بھی یاد ہو گا''

''ہاں! ایک دفعہ تو میں حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ (حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے دادا جان) کے ساتھ ملنے گیا تھا۔ حالانکہ وہ حضرت مصلح موعودؓ کے بھائی تھے، مگر انہوں نے بھی ایسا نہیں کیا کہ سیدھے اندر ملنے چلے گئے ہوں۔ قصرِ خلافت کے باہر پہنچ کر پہلے اجازت حاصل کرنے کے لئے اندر پیغام بھیجا۔ پھر اجازت ملی تو حاضر ہوئے۔ بڑے ادب سے وہاں موجود رہے، جو عرض کرنی تھی کی، اور بڑے ادب سے واپس تشریف لے آئے۔ میں اس وقت بہت چھوٹا تھا مگر خلافت کے مقام و منصب کو سمجھنے میں ایک ابتدائی تجربہ یہ بھی تھا۔''

''پھر اس کے علاوہ بھی کئی دفعہ بچپن میں حضرت مصلح موعودؓ کا مجھ سے مذاق میں بات کرنا یاد ہے۔ ایک مرتبہ حضور مری میں تھے۔ ہم بھی وہاں گئے ہوئے تھے۔ میں اور میرا ایک ماموں زاد بھائی گھوم پھر رہے تھے کہ حضرت مصلح موعودؓ کی نظر ہم پر پڑی۔ ہمیں پاس بلا کر ہم بچوں کی عمر کے مطابق مذاق فرمایا جس کا ہم بہت دیر تک لطف لیتے رہے۔''

اس کے ساتھ ہی ملاقات اختتام کو پہنچی۔ حضرت مصلح موعودؓ کے حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی یادداشتیں اور وہ بھی حضور کی زبانی سُن کر جو کیفیت ہوئی، وہ قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں۔ یہ یادداشتیں الحکم کی طرف سے تمام احبابِ جماعت کی خدمت میں یومِ مصلح موعود کے تحفہ کے طور پر پیش ہیں۔

اختتام کرتے ہیں اس شعر کے ساتھ جو حضرت مصلح موعودؓ کا ہے، اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کے ذکر میں بیان فرمایا۔

؎ اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

تو آئیے ہم بھی اپنے پیارے امام کے ساتھ مل کر دعا کریں کہ اے اللہ! ملت کے اس عظیم الشان فدائی پر اپنی رحمت نازل فرما۔ وہ ملت کا فدائی، جو اَن گنت راتیں قوم کے درد میں سویا نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خلافت کے مقام کو سمجھنے والا اور اس نعمت سے بہت محبت کرنے والا اور اس کی قدر کرنے والا بنا دے۔ آمین

(بشکریہ ہفت روزہ الحکم)

بقیہ: لیکچر حضرت مصلح موعودؓ ......از صفحہ 4

ذمہ دار ہے اور اس زمانہ میں ساری دنیا کی نظریں اس پر لگی ہوئی ہیں تو اس میں ایسی اہمیت پائی جاتی ہے جس کو ہرگز نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

چونکہ یہ مادی زمانہ ہے اور لوگوں کی توجہ بڑے بڑے لوگوں کی طرف لگی ہوئی ہے اس لئے اس آواز میں جس قدر خطرات اور اندیشے پنہاں ہیں وہ ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے۔ پس اس موقع پر جبکہ مجھے لاہور آنے کا اتفاق ہوا میں نے ضروری سمجھا کہ اس آواز کا جواب جو اسلام کی طرف سے ہے وہ آپ لوگوں کو سناؤں۔ دوسرے مذاہب کے لوگ اپنے اپنے مذہب کی طرف سے جو جواب مناسب سمجھیں دے سکتے ہیں لیکن میں چونکہ اسلام کا مدّعی ہوں اس لئے اسلام کی طرف سے اس کا جواب دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

انگلستان کے وزیراعظم نے یہ پیغام خاص طور پر مسلمانوں کو مخاطب کر کے نہیں دیا مگر اس سے نکلتا یہی ہے کہ اس کے اصل مخاطب مسلمان ہی ہیں کیونکہ یورپ کے قریب اور عیسائیوں سے ملنے جلنے والی اور زیادہ تعلق رکھنے والی یہی قوم ہے اور عیسائیوں کا سب سے زیادہ واسطہ مسلمانوں سے ہی پڑتا ہے۔ پس چونکہ اس آواز میں مخفی طور پر مسلمانوں کو ہی بلایا گیا ہے اس لئے آج میں اسلام کی طرف سے جواب دینے کیلئے کھڑا ہوا ہوں۔

بہت سے لوگ وزیراعظم کے اس پیغام سے گھبرائے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ ہمارے مذہب کی ہتک کی گئی ہے۔ ایک سیاسی حکمران کا کیا حق ہے کہ مذہب میں دخل دے اور لوگوں کو اپنے مذہب کی طرف بلائے مگر میرے نزدیک یہ ٹھیک نہیں ہے۔ میں تو اس آواز کو سن کر بہت خوش ہوا ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ یورپ ایک عرصہ سے مادیات کی طرف جارہا ہے اور بڑے بڑے لوگ مذہب کی طرف توجہ نہیں کرتے اس وجہ سے انہیں جب کوئی مذہبی بات سنائی جاتی تو وہ نہ سنتے تھے مگر اب جبکہ ایک بڑے سیاسی آدمی نے ہمیں اپنی طرف سے مذہبی پیغام دیا ہے تو اسے ہمارا جواب بھی سننا پڑے گا۔ جب تک اسلام کو مخاطب کرنے کے قابل نہ سمجھا جاتا اس وقت تک ہمارے لئے انہیں کوئی مذہبی بات سنانا مشکل تھی مگر اب جبکہ ہمیں خود مخاطب کیا گیا ہے تو انہیں ہمارا جواب بھی سننا پڑے گا اور یہ خدا تعالیٰ نے ہمیں موقع دیا ہے۔ اس کی مثال اسلام کی طاقت، شوکت اور صداقت کو مدنظر رکھ کر میں ایسے ہی سمجھتا ہوں جیسا کہ شکار جب تک نشانہ پر نہ آئے اور ادھر ادھر رہے اس وقت تک بچ سکتا ہے مگر جب نشانہ پر آجائے تو پھر نہیں بچ سکتا۔ پس اب جبکہ اسلام کو مخاطب کیا گیا ہے تو اسلام کی طرف سے جواب بھی سننا پڑے گا اور معلوم ہوجائے گا کہ دنیا میں امن کی بنیاد اسلام پر رکھی جاسکتی ہے نہ کہ مسیحیت پر۔ اور ہم یہ جواب بتائیں گے اور کھول کھول کر بتائیں گے اور جس طرح ہم نے ٹھنڈے دل سے وزیراعظم کے پیغام کو سنا ہے ان کو بھی اسی طرح ہمارا جواب سننا ہوگا۔ اور اگر وہ نہ بھی سنیں گے تو ان کے نام پر ان کے اہل ملک سنیں گے۔ پس یہ ہمارے لئے اسلام کی تعلیم کو پیش کرنے کا ایک موقع نکلا ہے اور خدا نے ہمیں شکار دیا ہے جو خود کھنچ کر ہمارے پاس آگیا ہے۔ وہ لوگ جو پہلے اسلام کی حقیقت کو نہیں سن سکتے تھے وہ اب مسٹر لائڈ جارج (Mr. Lloyd George) کے نام سے سنیں گے اور جہاں جہاں ہمارا یہ لٹریچر پہنچے گا وہاں کے لوگ مسٹر لائڈ جارج کے نام سے اسے پڑھنے کیلئے مجبور ہوں گے اور یہ ان پر اثر کرے گا۔ پس ہمارے لئے یہ ناراضگی کی بات نہیں ہے بلکہ خوشی کا مقام ہے کہ ہمارے لئے اسلام کی تعلیم کو پیش کرنے کا دروازہ کھلا ہے کیونکہ جس طرح دنیاوی طور پر مسٹر لائڈ جارج پر امن کی امید رکھی جاتی ہے اسی طرح روحانی طور پر امن قائم ہونے کیلئے اس کی آواز کو باوقعت سمجھا جائے گا۔ گو یہ نادانی سے ہی سمجھا جائے لیکن یہ موجب ہوگا اس لٹریچر کے پڑھنے کا جو ہم مسٹر لائڈ جارج کے جواب میں اسلام کی طرف سے پیش کریں گے۔

مسٹر لائڈ جارج کا اعلان یہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دنیا کا پہلا امن برباد ہوگیا ہے اور اب نئے سرے سے امن قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کیلئے وہ یہ کہتے ہیں کہ تمام دنیا کے انسان یہ تسلیم کریں کہ مسیح خدا باپ ہے اور مسیحیت کی تعلیم پر ہی امن کی بنیاد ہے۔ اگر لوگ ایسا نہیں کریں گے تو جس قدر بھی امن قائم کرنے کے لئے ظاہری کوششیں کریں گے سب بے کار جائیں گی۔ ہاں اگر انجیل کی تعلیم کو مان لیں گے، اس پر عمل کریں گے اور مسیح کو خدا باپ تسلیم کرلیں گے تو امن قائم ہوجائے گا۔

یہ ان کا دعویٰ ہے۔ ان کے اس اعلان کے متعلق میں اس وقت دو طرز پر کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ایک تو اس طرز سے کہ آیا مسیحیت کی تعلیم دنیا میں امن قائم کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور دوسرے یہ کہ اگر مسیحیت امن قائم نہیں کر سکتی تو اور کونسا مذہب ہے جو قائم کرسکتا ہے؟ لیکن اس سے پہلے اصولی طور پر یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اگر کسی مذہب کے آدمیوں میں اِدبار پایا جائے تو یہ اس مذہب کے ناقص ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتا اور نہ اس مذہب کی صداقت کے خلاف اس کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ اگر کوئی اس مذہب کی تعلیم پر عمل نہیں کرتا تو اس سے اس مذہب پر الزام کیسا۔ مثلاً ایک لڑکا جس کے ماں باپ اسے ہر روز سکول بھیجتے ہیں مگر وہ سکول نہیں جاتا اور امتحان کے وقت فیل ہوجاتا ہے تو اس کا فیل ہونا سکول کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ پس اسلام اور مسیحیت کا مقابلہ کرتے وقت ہم ان کی تعلیموں کو دیکھیں گے اور جس طرح ہم ایک عیسائی کی اخلاقی اور مذہبی ناقص حالت کو دیکھ کر یہ نہیں کہیں گے کہ یہ عیسائیت کا قصور ہے بلکہ یہی کہیں گے کہ اس کا انجیل پر عمل نہیں ہے۔ اسی طرح مسلمان اگر قرآن کے خلاف کرتے ہوں گے تو اس کا الزام قرآن پر نہیں آئے گا بلکہ یہی کہا جائے گا کہ وہ قرآن پر عمل نہیں کرتے۔ پس دیکھنا یہ چاہئے کہ انجیل نے کیا تعلیم دی ہے اور قرآن نے کیا۔ اگر عیسائی صاحبان انجیل کو چھوڑ کر دنیا میں ترقی کرتے ہیں تو ان کی ترقی انجیل کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح اگر مسلمان قرآن کو چھوڑ کر تنزل اور اِدبار میں پھنس جاتے ہیں تو اس کو بھی قرآن کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں عیسائیوں کے انجیل کی تعلیم کو چھوڑ کر ترقی کرنے پر کہا جائے گا کہ انجیل کی تعلیم ناقص ہے۔ اسی طرح اگر مسلمانوں کو قرآن کو چھوڑ کر عروج حاصل ہو تو قرآن کی تعلیم کو بھی ناقص سمجھا جائے گا۔

اس تمہید کو بیان کرنے کی ضرورت مجھے اس لئے پیش آئی کہ جو عام طور پر لوگ محض رسمًا اپنے آپ کو کسی مذہب کی طرف منسوب کرتے رہتے ہیں عملًا اس مذہب کی تعلیم پر کاربند نہیں ہوتے۔ وہ اس مذہب کی تعلیم پر عمل تو نہیں کرتے لیکن اس کو چھوڑتے بھی نہیں۔ اس لئے یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ اگر وہ اپنے مذہب کی تعلیم کے خلاف کر کے ترقی کرتے ہیں یا تنزل تو اس کو اس مذہب کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔

مسٹر لائڈ جارج نے اپنے اعلان میں دنیا کے امن کے لئے دو باتیں پیش کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ خدا کے باپ ہونے پر ایمان لایا جائے۔ آپ لوگوں کو تعجب ہوگا کہ خدا کو باپ مان لینے سے کس طرح امن قائم ہوسکتا ہے۔ مگر یہ بات درست ہے۔ کیونکہ جب ایک چیز سے تعلق ہو تو اس سے تعلق رکھنے والے جتنے لوگ ہوتے ہیں ان سب کی آپس میں محبت ہوتی ہے۔ مثلاً ایک باپ کے دو بیٹوں میں جس قدر پیار اور محبت ہوتی ہے اس قدر دو باپ کے بیٹوں کی آپس میں نہیں ہوتی۔ اسی طرح ایک گھر میں رہنے والوں کی جتنی محبت ہوتی ہے اتنی دوسرے گھر میں رہنے والوں سے نہیں ہوتی۔ تو جتنا جتنا تعلق کسی چیز سے لوگوں کا بڑھتا جاتا ہے اتنی ہی ان کی آپس کی محبت بڑھتی جاتی ہے اور انسان اس کی نقل کرنے اور اس کی ہر بات کو پسند کرنے لگتا ہے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ جب تمام لوگ یہ مان لیں کہ خدا ہمارا باپ ہے تو ہر ایک کی یہ کوشش ہوگی کہ چونکہ دوسرا انسان میرا بھائی ہے میں اس کو کسی قسم کی تکلیف نہ دوں اور کسی قسم کا نقصان نہ پہنچاؤں بلکہ جس قدر بھی ہوسکے اسے نفع پہنچاؤں۔ پس وزیراعظم کے یہ کہنے سے کہ سب لوگ خدا مسیح کو باپ تسلیم کرلیں اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ اس طرح سب لوگ بھائی بھائی ہوجائیں گے اور کوئی کسی دوسرے سے نہیں لڑے گا۔

یہ بات تو درست ہے مگر اس پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس سے پہلے دو باتیں حل ہوجائیں تو ہم مان سکتے ہیں کہ اس طرح دنیا میں امن قائم ہوسکتا ہے۔ ایک تو یہ کہ کیا صرف مسیحیت ہی اس عقیدہ کو پیش کرتی ہے کہ خدا باپ ہے اور کوئی دوسرا مذہب اس کو پیش نہیں کرتا کیونکہ اگر کوئی اور مذہب بھی یہی عقیدہ پیش کرتا ہے تو پھر کیا وجہ ہوسکتی ہے کہ اس کو چھوڑ کر عیسائیت کو اختیار کیا جائے۔ عیسائیت کو قبول کرنے کی ضرورت اس وقت ہوسکتی ہے جبکہ اور کسی مذہب نے خدا کو باپ نہ قرار دیا ہو۔ اگر قرار دیا ہے تو پھر عیسائیت کو اس عقیدہ کی وجہ سے قبول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مثلاً جب ایک ہندو کو کہا جائے گا کہ تم اپنے مذہب کو چھوڑ کر اس لئے عیسائیت کو قبول کرلو کہ عیسائیت خدا کو باپ قرار دیتی ہے تو وہ کہے گا کہ میں اس وجہ سے کیوں اپنا مذہب چھوڑوں جبکہ اس میں خود بھی یہی تعلیم دی گئی ہے۔ اگر یہ عقیدہ میرے مذہب میں نہ ہوتا تو میں عیسائیت کو قبول کرلیتا۔ اسی طرح مسلمان کہے گا کہ اگر ہمارے مذہب میں اس سے بڑھ کر خدا کے متعلق عقیدہ رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے تو میں کیوں اسے چھوڑ کر عیسائیت کو مانوں وہ مجھے کیا فائدہ دے سکتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر مان لیا جائے کہ یہ عقیدہ صرف عیسائیت میں ہی ہے اور کسی مذہب میں نہیں تو جس مذہب میں اس سے بہتر عقیدہ ہو اس کو کیوں نہ قبول کیا جائے اور جو مذہب یہ ادنیٰ عقیدہ سکھاتا ہے اس کو چھوڑ کر اعلیٰ عقیدہ کیوں نہ اختیار کیا جائے۔

سب سے پہلے میں یہ بتاتا ہوں کہ قریبًا دنیا کا کوئی بھی مذہب ایسا نہیں ہے جس نے اس عقیدہ کو نہ لیا ہو کہ خدا باپ ہے۔ معلوم ہوتا ہے وزیراعظم صاحب کو سیاسی دوڑ میں گھوڑے دوڑاتے اور اسی شغل میں مصروف رہنے کی وجہ سے دوسرے مذاہب سے واقفیت نہیں ہے ورنہ وہ کبھی اس وجہ سے عیسائیت کو قبول کرنے کی دعوت نہ دیتے کیونکہ دنیا کے وحشی سے وحشی اور قدیم سے قدیم مذہب میں بھی یہ عقیدہ پایا جاتا ہے کہ خدا باپ ہے۔ ہندو چونکہ ایک نہایت قدیم مذہب ہے اور جو بڑے بڑے علوم کا وارث ہے اس میں بھی یہ عقیدہ پایا جاتا ہے اور اس کی ابتدائی کتاب سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ رِگ وید میں خدا کے متعلق آتا ہے کہ ''آپ ہمارے پِتا ہو'' راجہ خدا سے دعا کرتا ہے کہ ''اے پرمیشور! آپ ہمارے باپ ہیں۔'' اب کوئی تحقیقات لے لیں کہ ہندو کہتے ہیں ہمارے مذہب کی بنیاد کئی لاکھ سال ہوئے رکھی گئی ہے یا جو عیسائی کہتے ہیں کہ ہندو مذہب کی بنیاد کئی ہزار سال پہلے رکھی گئی۔ بہرحال یہ تو ظاہر ہے کہ ہندو مذہب حضرت مسیح سے بہت پہلے کا ہے اور اس میں یہ تعلیم دی گئی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ ہندو صاحبان عیسائیت کو قبول کریں آخر کوئی تو وجہ ہونی چاہئے۔ جب خود ان کے مذہب میں یہ عقیدہ پایا جاتا ہے کہ خدا باپ ہے تو وہ اپنے مذہب کو چھوڑ کر کیوں عیسائیت کو قبول کریں۔ وہ تو اپنے مذہب میں ہی رہ کر اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ یہ تو ایک مہذب مذہب کا حال ہے جو علمی اور فاتح قوم ہوگذری ہے لیکن اگر ہم اس کو بھی جانے دیں تو دنیا کی چھوٹی چھوٹی اور ادنیٰ قوموں میں بھی یہی عقیدہ پایا جاتا ہے۔ مثلاً مغربی افریقہ کا ایک قبیلہ ہے جس کا نام بنٹو (Bantu) ہے اس کے لوگوں سے بھی اگر خدا کے متعلق پوچھا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ خدا ہمارا باپ ہے اور یہ بات ہمارے باپ دادا ہمیں بتاتے آئے ہیں۔ چنانچہ وہ اس عقیدہ کا نام بچمبو رکھتے ہیں۔ پس جبکہ افریقہ کا ایک حبشی بچمبو نام کے نیچے خدا کو باپ قرار دیتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ اپنے مذہب کو چھوڑ کر عیسائیت کو قبول کرے۔ یہ تو ہندوستان اور افریقہ کی بات ہوئی۔

اب ہم امریکہ کو لیتے ہیں اور وہاں دیکھتے ہیں۔ وہاں کے ایک علاقہ میں ایک قدیم قوم ہے جو کہتی ہے کہ سب سے بڑا باپ خدا ہے۔ پس جب قدیم زمانہ سے یہ عقیدہ چلا آتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ سب مذاہب میں یہ عقیدہ پایا جاتا ہے تو پھر کیوں ان مذاہب کے لوگ اپنے اپنے مذہب کو چھوڑ کر عیسائیت کو قبول کرلیں۔ کیا ایسا ہوتا ہے کہ کسی کے اپنے گھر میں پانی موجود ہو اور وہ دوسرے کے گھر مانگنے جائے؟ ہاں اگر نہ ہو تو جاتا ہے۔ پس جبکہ یہ عقیدہ سب مذاہب میں پایا جاتا ہے تو وہ

کیوں عیسائیت کو قبول کریں۔ مگر اس موقع پر عیسائی صاحبان ایک بات کہتے ہیں گو مسٹر لائڈ جارج کا اعلان مختصر ہے اور انہوں نے کہی ہے مگر ایڈنبرا یونیورسٹی کے ایک پروفیسر صاحب نے کہا ہے کہ صرف یہ ماننا کہ خدا باپ ہے مفید نہیں ہوسکتا بلکہ یہ ماننا چاہئے کہ خدا نجات دہندہ ہے اور وہ اس طرح کہ جس طرح ایک باپ اپنے بچوں کو تکلیف میں دیکھ کر ان کی مدد کرتا ہے اسی طرح خدا انسانوں کو مصائب اور مشکلات میں دیکھ کر انسانوں کی شکل میں آیا اور آکر اس نے لوگوں کو مشکلات سے بچایا۔ پس ہم خدا کو یونہی باپ نہیں مانتے بلکہ عملی طور پر چونکہ اس کا ثبوت رکھتے ہیں اس لئے مانتے ہیں۔ مگر یہ دعویٰ بھی نہیں چل سکتا کیونکہ ہندو مذہب بھی کہتا ہے کہ جب لوگ مذہب کو چھوڑ کر گناہوں میں ڈوب جاتے ہیں تو خدا انسان کی شکل میں اوتار ہو کر دنیا میں آتا ہے اور لوگوں کو بچاتا ہے۔ چنانچہ ہمارے مذہب میں بڑے بڑے اوتار گزرے ہیں ان میں سے سب سے بڑے اوتار کرشن جی مہاراج تھے تو ہندو صاحبان کہتے ہیں کہ خدا نے اپنا سب سے بڑا جلوہ کرشن جی مہاراج کے ذریعہ دنیا میں ظاہر کیا اور لوگوں کو گناہوں اور پاپوں سے نجات دی۔ پس جب یہ عقیدہ مسیحیت سے ہزاروں سال پہلے کا ہندو مذہب میں موجود ہے کہ خدا انسان کی شکل اختیار کر کے دنیا میں آتا ہے اور لوگوں کو ہدایت دیتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ مسیحیت کو اختیار کیا جائے۔ پس ہم کہتے ہیں جب یہی بات ہندو مذہب میں پائی جاتی ہے تو مسیحیت کی کوئی خصوصیت نہ رہی۔ بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ مسیحیت کا یہ عقیدہ اپنا نہیں بلکہ دوسروں سے لیا ہوا ہے۔ چنانچہ پرانی تاریخوں سے ثابت ہوگیا کہ ایک قوم جو میڈی ٹیرین کے مشرقی علاقہ میں رہتی تھی اس کا عقیدہ تھا کہ خدا اَوتار ہو کر دنیا میں آتا اور لوگوں کو نجات دیتا ہے اور چونکہ اسی جگہ مسیحیت نے خاص طور پر پرورش پائی ہے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ یہ عقیدہ مسیحیت نے وہیں سے لیا ہے۔ اس لئے اگر اس عقیدہ کی وجہ سے کوئی مذہب قبول کرنا چاہیے تو اسی کو قبول کرنا چاہیے جس سے مسیحیت نے یہ عقیدہ سیکھا ہے۔

تو یہ عقیدہ بھی صرف مسیحیت کا ہی نہیں بلکہ اور مذاہب کا بھی ہے پھر ان کو کیوں نہ قبول کیا جائے۔ لیکن ان مذاہب کو قبول کرنے کی وجہ سے دنیا میں امن قائم نہیں ہوسکتا تو مسیحیت کو قبول کرنے سے کیونکر ہو جائے گا۔

اب میں یہ بتاتا ہوں کہ اسلام کا کیا عقیدہ ہے اور وہ عقیدہ اعلیٰ ہے یا مسیحیت کا پیش کردہ عقیدہ۔ قرآن کریم میں کسی جگہ خدا تعالیٰ کو باپ نہیں کہا گیا اور رسول کریم ﷺ کے کلام میں بھی خدا تعالیٰ کو باپ نہیں قرار دیا گیا۔ اس لئے ہمیں مسٹر لائڈ جارج کہہ سکتے ہیں کہ اور مذاہب میں اگر یہ عقیدہ پایا جاتا ہے تو ان کے ماننے والے لوگ اپنے اپنے مذہب میں رہیں مگر تمہارے مذہب میں تو یہ نہیں ہے تم تو اپنے مذہب کو چھوڑ دو کیونکہ تمہارے اس بیان سے بے شک یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امریکہ کے لوگوں میں یہ عقیدہ پایا جاتا ہے، افریقہ کے لوگ بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں اور ہندوؤں میں بھی یہی عقیدہ ہے وہ اپنے مذہب کو نہ چھوڑیں مگر تم تو چھوڑ دو کیونکہ تم خود اقرار کر رہے ہو کہ تمہارے مذہب میں یہ عقیدہ نہیں پایا جاتا۔ مگر ہمیں یہ نہیں کہا جاسکتا کیونکہ ہم جو عقیدہ پیش کرتے ہیں وہ اس سے بڑھ کر ہے جو عیسائیت پیش کرتی ہے۔ لیکن اس کو تفصیل سے بیان کرنے سے قبل میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ مذاہب جن کو حقارت سے دیکھا جاتا اور جن کے پیروؤں کو عیسائیت کے قبول کرنے کی طرف بلایا جاتا ہے وہ بھی صرف یہی نہیں کہتے کہ خدا باپ ہے بلکہ اس سے بڑھ کر بتاتے ہیں۔ مثلاً کوئی ہندو یہ نہیں کہے گا کہ یہ صرف مثال ہے سمجھانے کیلئے کہ خدا تعالیٰ سے تمہیں کس قدر محبت کرنی چاہئے۔ اس مضمون کو سمجھانے کیلئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال کی طرف مسلمانوں کو توجہ دلائی تھی۔ تبوک کی جنگ تھی جس میں عین اُس وقت جبکہ لڑائی ختم ہوگئی تھی مگر قیدی پکڑے جارہے تھے تو ایک عورت بھاگی بھاگی پھرتی تھی اور جو بچہ اسے ملتا اسے اٹھاتی اور پیار کر کے چھوڑ دیتی۔ اسی طرح کرتے کرتے اس کو ایک بچہ مل گیا جس کو اس نے اپنی چھاتی سے چمٹا لیا اور آرام سے ایک طرف بیٹھ گئی۔ اس وقت رسول کریم ﷺ نے صحابہؓ کو کہا کیا تم نے اس عورت کو دیکھا ہے؟ جس طرح اس کو اپنے بچہ سے محبت ہے اس سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کو اپنے بندوں سے محبت ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الادب باب رحمۃ الولد و تقبیلہ و معانقتہ حدیث نمبر 5999) گو تعلیم و تربیت کرنے اور مال خرچ کرنے کے لحاظ سے باپ کا درجہ ماں کی نسبت بڑا ہے مگر محبت کے لحاظ سے ماں کا درجہ بہت بڑا ہوتا ہے۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماں سے بہت بڑھ کر خدا تعالیٰ کو اپنے بندوں سے محبت ہوتی ہے۔ اب جبکہ اسلام نے خدا تعالیٰ کی محبت کے متعلق یہ بتا دیا ہے تو کیا اسے خدا کو باپ کہنے کی ضرورت ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس سے زیادہ محبت کرنے والا خدا کو قرار دے دیا گیا ہے۔

اب میں یہ بتاتا ہوں کہ اسلام نے خدا تعالیٰ کے لئے کون سا لفظ استعمال کیا ہے۔ عربی اور عبرانی زبانیں جو ایک دوسری کی بہنیں ہیں ان میں قریبًا ایک جیسا لفظ خدا تعالیٰ کے متعلق استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ عبرانی میں خدا تعالیٰ کو اب قرار دیا گیا ہے اور عربی میں رب کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں انجیل میں اب پر زور دیا گیا ہے اسلام میں رب کہا گیا ہے اور یہ اب سے بڑھ کر مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے۔ اب میں یہ بتاتا ہوں کہ یہ لفظ کس طرح بڑھ کر ہے۔ پہلے میں لغت سے اس بات کا ثبوت دیتا ہوں۔ یہ عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ جوں جوں حروف کی زیادتی کی جاتی ہے اور حروف بڑھائے جاتے ہیں توں توں اس لفظ کے معنے میں شدت پیدا ہوتی جاتی ہے اور جب کوئی حرف بدل کر اس سے اگلا حرف رکھا جائے اور اس لفظ کے وہی معنے ہوں جو پہلے کے رکھنے سے ہوتے ہیں تو معنٰی اور زیادہ سخت ہوجاتے ہیں۔ مثلاً تحریص معمولی تحریک کو کہتے ہیں لیکن اگر ص کی بجائے ض رکھا جائے تو نہایت تحریک کے معنٰی ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح قط کاٹنے کو کہتے ہیں اور جب اس کے ساتھ ایک اور حرف ع لگا دیا جائے اور لفظ قطع ہوجائے تو اس کے معنٰی نہایت سختی سے کاٹنے کے ہوجاتے ہیں۔

تو اس طرح معنٰی بڑھتے جاتے ہیں اور ان میں زور پیدا ہوتا جاتا ہے۔ اب جبکہ اب کی بجائے رب کا لفظ ہوگا تو اس سے معلوم ہوگا کہ اب کے جو معنٰی ہوں گے رب کا لفظ اس سے بھی زیادہ معنٰی دے گا۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں یہ قاعدہ یہاں چلتا بھی ہے یا نہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ رب کے یہ معنٰی ہیں کہ پیدا کرنے والا اور نشوونما کرتا ہوا کمال کو پہنچانے والا۔ یہ رب کے معنٰی لغت میں لکھے ہیں۔ اب بتاؤ باپ کے لفظ میں یہ معنٰی پائے جاتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اوّل تو باپ کا تعلق بیٹے سے ناقص ہوتا ہے کیونکہ باپ کے جس فعل سے بچہ پیدا ہوتا ہے وہ خود اس کی ایک خواہش ہوتی ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کے پیدا کرنے میں اس قسم کی کوئی خواہش نہیں ہوتی۔ تو باپ بچہ کو پیدا کرتا ہے مگر اس فعل سے خود لذت حاصل ہوتی ہے لیکن خدا کو انسان کے پیدا کرنے میں ایسی نہیں ہوتی۔ پھر باپ کا بچہ کے پیدا ہونے میں پورا دخل نہیں ہوتا۔ جب بچہ رحم میں ہوتا ہے تو باپ اس کے متعلق کچھ نہیں کرتا۔ پھر جب بچہ باہر آتا ہے تو اس کے اعضاء کے متعلق کچھ نہیں کرسکتا۔ یہ درست ہے کہ باپ بچہ کی پرورش کیلئے روپیہ خرچ کرتا ہے مگر جو کچھ باپ بچہ کیلئے خرچ کرتا اور اس کی نشوونما کیلئے جو چیزیں مہیا کرتا ہے وہ سب خدا ہی کی پیدا کی ہوئی ہوتی ہیں۔ تو خدا تعالیٰ کا تعلق انسان کی پیدائش سے باپ کی نسبت بہت بڑھ کر ہے۔ اس لئے رب کا لفظ جو معنٰی رکھتا ہے وہ اب کے لفظ سے بہت بڑھ

کر ہیں اور اس طرح اسلام عیسائیت سے بہت اعلیٰ اور فائق بات بتاتا ہے۔ اب کسی مسلمان کو عیسائیت کے اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے اور کس طرح ایک عیسائی کسی مسلمان کو کہہ سکتا ہے کہ چونکہ عیسائیت خدا کو اب قرار دیتی ہے اس لئے تم اسلام کو چھوڑ کر جو خدا کو رب کہتا ہے عیسائیت کو قبول کرلو۔ یہ تو ایسی ہی بات ہوگی جیسا کہ کوئی کسی کو کہے کہ تیرے پاس روپیہ ہے پیسہ نہیں ہے اور میرے پاس پیسہ ہے تم بھی روپیہ کو چھوڑ کر پیسہ لےلو۔ حالانکہ جس کے پاس روپیہ ہے اس کے پاس 64 پیسے ہوں گے۔

پس جو مذہب خدا کو رب قرار دیتا ہے اس کے ماننے والے کو کیا ضرورت ہے کہ اسے چھوڑ کر ایسے مذہب کو اختیار کرے جو خدا کو اب کہتا ہے۔ تو اسلام خداتعالیٰ کو اب نہیں بلکہ رب پیش کرتا ہے اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے رب کا درجہ اب کی نسبت بہت بڑھ کر ہے اس لئے کسی مسلمان کو ضرورت نہیں ہے کہ اس کو چھوڑ کر عیسائیت کو قبول کرے۔ پھر جبکہ حضرت مسیحؑ کی شہادت اس امر کے متعلق موجود ہے کہ اب (باپ) کی نسبت ایک اور لفظ میں خدا کا بڑا درجہ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ انجیل میں آتا ہے کہ جب حضرت مسیحؑ کو پکڑ کر صلیب پر چڑھایا گیا یہ بات ٹھیک ہے یا نہیں اس کو ہم چھوڑتے ہیں لیکن چونکہ عیسائی اس کو مانتے ہیں اس لئے ہم ان پر حجت قائم کرنے کے لئے اسے پیش کرسکتے ہیں کہ جب حضرت مسیح کو صلیب چڑھایا گیا اور ان کے ہاتھوں پاؤں میں کیل گاڑے گئے اور ان کو سخت کرب اور تکلیف کی حالت ہوگئی تو اس وقت جو الفاظ ان کے منہ سے نکلے وہ یہ تھے ایلی ایلی لما سبقتنی (کتاب مقدس یعنی کتب عہد عتیق وعہد جدید (فارسی) متی باب 27 آیت 46 مطبوعہ بیبل سوسائیٹی دارالسلطنۃ لندن1925ء) اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب کوئی کسی سے کچھ مانگتا ہے تو اسے اپنا قریبی سے قریبی رشتہ یاد دلاتا ہے۔ مثلاً اگر ایک بھائی دوسرے بھائی سے کچھ مانگے تو یہ نہیں کہے گا کہ اے آدم کی اولاد! مجھے فلاں چیز دے بلکہ یہی کہے گا کہ اے میرے باپ کے بیٹے! مجھے فلاں چیز دے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کا قصہ قرآن میں موجود ہے۔ جب حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت ہارونؑ کی موجودگی میں ان کی قوم میں فتنہ پڑا اور حضرت موسیٰؑ نے آکر حضرت ہارونؑ کی داڑھی پکڑ لی کہ کیوں تو نے اس طرح ہونے دیا تو اس وقت حضرت ہارونؑ نے حضرت موسیٰؑ کو ماں کا ہی رشتہ یاد دلا کر اپنی مخلصی چاہی باپ کا رشتہ یاد نہیں دلایا کیونکہ ماں کے رشتہ میں محبت اور پیار زیادہ پایا جاتا ہے (الاعراف :151)۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ نے اس وقت جبکہ انہیں مشکل پڑی کس لفظ سے خدا کو یاد کیا۔ اگر ان کے نزدیک اب کا تعلق سب سے اعلیٰ ہوتا تو وہ کہتے اے میرے باپ! تو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا۔ لیکن وہ یہ نہیں کہتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ اب ظاہر ہے کہ اگر ان کے نزدیک باپ خدا کا انسان سے اصل رشتہ ہوتا اور سب سے بڑا تعلق یہی ہوتا تو وہ باپ کرکے اسے پکارتے نہ کہ خدا کرکے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ سب سے قریب اور زیادہ رشتہ خدا کا انسان سے ہے نہ کہ اب کا۔ اور یہ کہنا کہ خدا کو باپ مان کر دنیا میں امن قائم ہوسکتا ہے درست نہیں ہے بلکہ درست یہ ہے کہ خدا کو رب مان کر دنیا میں امن قائم ہوسکتا ہے کیونکہ اب کی نسبت رب کا تعلق بہت زیادہ ہے۔ اور جس قدر تعلق مضبوط اور زیادہ ہو اسی قدر زیادہ محبت پیدا ہوسکتی ہے۔ دیکھو بھائی سے بھائی اس لئے محبت کرتا ہے کہ سمجھتا ہے ہم ایک باپ کی اولاد ہیں جس نے ہمیں پڑھایا اور ہم پر اپنا مال خرچ کیا۔ اب جو خدا کو رب سمجھے گا وہ تو آپس میں اس سے بھی زیادہ محبت کرے گا جتنی ایک بھائی دوسرے بھائی سے کرتا ہے۔ کوئی یہ نہ کہے کہ انسان خدا کو اب مان کر بھی دوسروں کی نسبت اپنے بھائی سے زیادہ محبت کر سکتا ہے اس لئے معلوم ہوا کہ باپ کا تعلق زیادہ بڑا ہوتا ہے۔ لیکن یہ درست نہیں ہے کیونکہ ایک بھائی دوسرے بھائی سے اس لئے زیادہ محبت نہیں کرتا کہ وہ اس کے باپ کا بیٹا ہے بلکہ اس لئے کرتا ہے کہ اس سے اسے دوہرا تعلق ہے۔ ایک تو وہ اس کے ماں باپ کا بیٹا ہے اور دوسرے اس کے رب کا بندہ ہے۔ تو جو شخص یہ تسلیم کرے کہ میں اس خدا کا بندہ ہوں جس نے سب مخلوق کو پیدا کیا ہے اور جس طرح میں خدا کا بندہ ہوں اسی طرح دوسرے بھی اس کے بندے ہیں تو پھر ممکن نہیں کہ دوسروں کو نقصان پہنچائے۔ پس دنیا میں امن قائم کرنے کیلئے خدا کو اب سمجھنے کی بجائے رب سمجھنا زیادہ مفید ہوسکتا ہے اور اسلام یہی سمجھنے کی تاکید کرتا ہے۔

(باقی آئندہ)

ایمان اور اطاعت

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

یادرکھو! ایمان کسی خاص چیز کا نام نہیں بلکہ ایمان نام ہے اس بات کا کہ خداتعالیٰ کے قائم کردہ نمائندہ کی زبان سے جو بھی آواز بلند ہو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے۔ اگر اسلام اور ایمان اس چیز کا نام نہ ہوتا تو محمد ﷺ کے ہوتے کسی مسیح کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن اگر محمد ﷺ کے ہوتے مسیح موعود کی ضرورت تھی تو مسیح موعود کے ہوتے ہماری بھی ضرورت ہے۔ ہزار دفعہ کوئی شخص کہے کہ میں مسیح موعود پر ایمان لاتا ہوں، ہزار دفعہ کوئی کہے کہ مَیں احمدیت پر ایمان رکھتا ہوں۔ خدا کے حضور اس کے ان دعوؤں کی کوئی قیمت نہیں ہوگی جب تک وہ اس شخص کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دیتا جس کے ذریعہ خدا اس زمانہ میں اسلام قائم کرنا چاہتا ہے جب تک جماعت کا ہر شخص پاگلوں کی طرح اس کی اطاعت نہیں کرتا اور جب تک اس کی اطاعت میں اپنی زندگی کا ہر لحہ بسر نہیں کرتا اس وقت تک وہ کسی قسم کی فضیلت اور بڑائی کا حقدار نہیں ہوسکتا۔

(خطبہ جمعہ 25 اکتوبر 1946ء مطبوعہ الفضل قادیان دارالامان 15 نومبر 1946ء)

روح حضرت مصلح موعودؓ سے

پیمانِ شاعر

تو نے کی مشعلِ احساس فروزاں پیارے
دل بھلا کیسے بُھلا دے ترا احساں پیارے

روح پژمردہ کو ایماں کی جلائیں بخشیں
اور انوار سے دھو ڈالے دل و جاں پیارے

ولولوں نے تیرے ڈالی مہ و انجم پہ کمند
تو نے کی سطوت اسلام درخشاں پیارے

اب وہی دینِ محمدؐ کی قسم کھاتے ہیں
تھے جو مشہور کبھی دشمن ایماں پیارے

پہلے بخشا مرے بہکے ہوئے نغموں کو گداز
پھر مری روح پہ کی درد کی افشاں پیارے

مجھ کو بھولے گی کہاں وہ تری بھرپور نگاہ
جگمگا اُٹھتا تھا جب فکر کا ایواں پیارے

اب نگاہیں تجھے ڈھونڈیں بھی تو کس جا پائیں
جانے کب پائے سکوں پھر دلِ ویراں پیارے

کون افلاک پہ لے جائے یہ روداد اَلم
تیرا متوالا ابھی تک ہے پریشاں پیارے

روح پھرتی ہے بھٹکتی ہوئی ویرانوں میں
دل ہے نیرنگئ افلاک پہ حیراں پیارے

شکر ایزد تیری آغوش کا پالا آیا
اپنے دامن میں لئے دولت عرفاں پیارے

فکر میں جس کی سرایت تری تخییل کی ضَو
گفتگو میں بھی وہی حسن نمایاں پیارے

جس کی ہر ایک ادا ”نافلة لك“ کی دلیل
جس کی ہر ایک نوا درد کا عنواں پیارے

دیکھ کر اُس کو لگی دل کی بجھا لیتا ہوں
آنے والے پہ نہ کیوں جان ہو قرباں پیارے

تیری اِس شمع کا پروانہ صفت ہو گا طواف
تیرے ثاقبؔ کا ہے اب تجھ سے یہ پیماں پیارے

(ثاقبؔ زیروی)

’’ایک معاملہ کی عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہوگی‘‘

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا سفر ہوشیار پور

(محمد انور شہزاد۔ معلم وقف جدید)

جب ہندوستان میں عیسائی مشنریز کا زور ہوا اور اسلام اور بانی اسلام ﷺ کے خلاف سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں اُس زمانہ میں لاتعداد پمفلٹ اور اشتہارات تقسیم ہوئے جس نے مسلمانوں کو عیسائیت کی جھولی میں ڈالنا شروع کر دیا اور جو عیسائیت میں شامل نہیں ہوئے اُن میں سے لاتعداد مسلمان ایسے تھے جن کے ذہنوں میں اسلام کی تعلیم کے خلاف شبہات پیدا ہونے لگے۔ اور پھر عیسائیت کے اِس حملے کے ساتھ ہی آریہ سماج اور برہمو سماج اُٹھے۔ یہ تحریکیں بھی پورے زور سے شروع ہوئیں اور مسلمانوں کا اُس وقت یہ حال تھا کہ بجائے اِس کے کہ دوسرے مذاہب کا مقابلہ کریں آپس میں دست و گریباں تھے، ایک دوسرے پر تکفیر کے فتوے لگا رہے تھے۔ اُس وقت اسلام کی اِس نازک حالت پر اگر کوئی حقیقت میں فکر مند تھا اور اسلام کا دفاع کرنا چاہتا تھا تو وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام تھے...اس صورت حال میں آپ نے بڑے درد سے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں کہ مَیں تیرے آخری اور کامل دین اور حضرت خاتم الانبیا ﷺ جو تیرے بہت زیادہ پیارے ہیں ان کے دفاع کے لئے سب کچھ کر رہا ہوں اس لئے اے اللہ تو میری مدد کر۔ اور اس سوچ کے ساتھ آپ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ ایک چِلّہ کشی کریں۔ یعنی چالیس دن تک علیحدہ ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ سے خاص دعائیں کریں تا کہ خدا تعالیٰ سے اسلام کی سچائی اور آنحضرت ﷺ کی صداقت کا خاص تائیدی نشان مانگیں۔

(خطبات مسرور جلد 7 صفحہ 90-89)

حصول نشان کیلئے سوجان پور کا ارادہ

اس غرض سے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے 1884ء میں ارادہ فرمایا کہ قادیان سے باہر جا کر کہیں چلہ کشی فرمائیں گے اور ہندوستان کی سیر بھی کریں گے۔ چنانچہ ایسی خلوت گاہ کے لئے پہلے آپ علیہ السلام نے قادیان سے قریب ایک پہاڑی مقام سوجان پور ضلع گورداسپور جانے کا ارادہ فرمایا۔ اور اس کے متعلق حضور علیہ السلام نے ایک اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا پوسٹ کارڈ حضرت منشی عبداللہ صاحب سنوری رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا جس کے جواب میں فوراً حضرت منشی عبداللہ صاحب سنوری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور مجھے بھی اس سفر میں اور ہندوستان (کی سیر) کے سفر میں اپنے ساتھ رکھیں۔ حضرت اقدس مسیح پاک علیہ السلام نے آپ کی درخواست کو منظور فرمالیا۔ (سیرت المہدی جلد اول حصہ اول صفحہ 62 روایت نمبر 88)

ہوشیار پور میں خلوت کا الٰہی فیصلہ

لیکن جب حضور علیہ السلام نے حسب عادت اس کام کے لئے استخارہ کیا تو جناب الٰہی کی طرف سے آپ علیہ السلام کو جنوری 1886ء میں حصول نشان کے لئے ہوشیار پور میں خلوت گزیں ہو کر دعائیں کرنے کا حکم ملا اور الہاماً بتایا گیا کہ ’’ایک معاملہ کی عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہو گی۔‘‘ (تذکرہ: صفحہ 106 طبع چہارم 2004ء) چنانچہ آپ علیہ السلام نے اپنے ایک محب صادق حضرت منشی رستم علی صاحب رضی اللہ عنہ کو 13 رجنوری 1886ء کو خط لکھا کہ : ’’خداوند کریم جلّشانہٗ نے اس شہر کا نام بتا دیا ہے کہ جس میں کچھ مدت بطور خلوت رہنا چاہیے اور وہ ہوشیار پور ہے‘‘۔ (مکتوبات احمد جلد دوم صفحہ 468 مطبوعہ 2008ء خط مرقومہ 13 جنوری 1886ء مکتوب نمبر 22) اس حکم الٰہی کے بعد آپ علیہ السلام نے سوجان پور جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور ہوشیار پور جانے کا ارادہ فرمالیا۔ سوجان پور ہندوستان کے صوبہ مشرقی پنجاب میں ضلع پٹھانکوٹ میں واقع ہے۔ اور پٹھانکوٹ سے 65 رکلومیٹر فاصلہ پر ہے۔ سوجان پور کا کُل رقبہ تقریباً 5 کلومیٹر ہے۔ پٹھانکوٹ پہلے ضلع گورداسپور میں شامل ہوتا تھا۔ لیکن 22 رجون 2011ء میں اسے ضلع بنا دیا گیا۔ (رسالہ موازنہ مذاہب جلد 2 شمارہ 3 مارچ 2013ء صفحہ 38)

ہوشیار پور کا سفر

آپ علیہ السلام دعاؤں اور استخارہ کے بعد جب ہوشیار پور کا سفر شروع فرمانے لگے تو اس مبارک اور تاریخی سفر کے لئے حسب وعدہ حضرت منشی عبداللہ صاحب سنوری رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر قادیان بلالیا۔ دوسری طرف ہوشیار پور شہر کے رئیس شیخ مہر علی صاحب جو کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے عقیدت اور محبت کا ایک تعلق رکھتے تھے۔ انہیں حضور علیہ السلام نے خط لکھا کہ میں دو ماہ کے واسطے ہوشیار پور آنا چاہتا ہوں کسی ایسے مکان کا انتظام کر دیں جو شہر کے ایک کنارے پر ہو اور اس میں بالا خانہ بھی ہو۔ شیخ مہر علی نے اپنا ایک مکان جو ُطویلہ‘ کے نام سے مشہور تھا خالی کروا دیا۔ (سیرت المہدی جلد اول حصہ اول صفحہ 63 روایت نمبر 88) جو حضور علیہ السلام کی عین منشاء کے مطابق تھا اور ویرانے میں تھا اور غیر آباد تھا۔ مورخہ 21 جنوری 1886ء بروز جمعرات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام بہلی میں بیٹھ کر، جس کے بیل سفید رنگ کے تھے دریائے بیاس کے راستے ہوشیار پور کیلئے عازم سفر ہوئے۔ راستہ میں ٹانڈہ شہر کے قریب ہی ایک قصبہ رسول پور میں رات قیام فرمایا اور اگلے روز سفر جاری رکھتے ہوئے جمعہ 22 جنوری 1886ء بمقابق 15 ربیع الثانی 1303ھ کو ہوشیار پور پہنچ گئے۔ (تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 478 طبع 2007ء) (الموعود: صفحہ 12۔ مکتوبات احمد جلد دوم صفحہ 469 مطبوعہ 2008ء خط مرقومہ 26 جنوری 1886ء مکتوب نمبر 25۔)

رفیقِ سفر اور کامل کی صحبت کا اثر

اس مقدس سفر میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ حضور علیہ السلام کے مخلص مریدوں میں سے حضرت منشی عبداللہ صاحب سنوری رضی اللہ عنہ حضرت شیخ حامد علی صاحب رضی اللہ عنہ کے علاوہ ایک صاحب میاں فتح خان صاحب ساکن رسول پور متصل ٹانڈہ ضلع ہوشیار پور بھی تھے۔ میاں فتح خان صاحب حضور کا بڑا معتقد تھا مگر بعد میں مولوی محمد حسین بٹالوی کے اثر کے نیچے مرتد ہو گیا۔ حضور جب دریا پر پہنچے تو چونکہ کشتی تک پہنچنے کے راستہ میں کچھ پانی تھا اس لئے ملاح نے حضور کو اُٹھا کر کشتی میں بٹھایا جس پر حضور نے اسے ایک روپیہ انعام دیا۔ دریا میں جب کشتی چل رہی تھی حضور علیہ السلام نے حضرت منشی عبداللہ صاحب سنوری رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میاں عبداللہ کامل کی صحبت اس سفر دریا کی طرح ہے جس میں پار ہونے کی بھی امید ہے اور غرق ہونے کا بھی اندیشہ ہے۔ حضرت منشی عبداللہ صاحب سنوری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں میں نے حضور کی یہ بات سرسری طور پر سنی مگر جب فتح خان مرتد ہوا تو مجھے حضرت کی یہ بات یاد آئی۔

کاموں کی تقسیم

ہوشیار پور پہنچتے ہی حضور علیہ السلام نے طویلہ کے بالا خانہ میں قیام فرمایا اور ان تینوں بزرگ خدام کے ذمہ الگ الگ کام مقرر فرما دیئے۔ حضرت منشی عبداللہ سنوری صاحب رضی اللہ عنہ کے سپرد کھانا پکانے کا کام ہوا۔ فتح خان کی یہ ڈیوٹی لگائی گئی کہ وہ بازار سے سودا وغیرہ لایا کرے۔ حضرت شیخ حامد علی صاحب رضی اللہ عنہ کا یہ کام مقرر ہوا کہ گھر کا بالائی کام اور آنے جانے والے کی مہمان نوازی کریں۔

دستی اشتہار کے ذریعہ اعلان

اس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ نے بذریعہ دستی اشتہارات اعلان کر دیا کہ چالیس دن تک مجھے کوئی صاحب ملنے نہ آویں اور نہ کوئی صاحب مجھے دعوت کے لئے بلائیں۔ ان چالیس دن کے گزرنے کے بعد میں یہاں بیس دن اور ٹھہروں گا۔ ان بیس دنوں میں ملنے والے ملیں، دعوت کا ارادہ رکھنے والے دعوت کر سکتے ہیں اور سوال و جواب کرنے والے سوال جواب کرلیں۔ حضور علیہ السلام نے حضرت منشی عبداللہ صاحب سنوری رضی اللہ عنہ، حضرت شیخ حامد علی صاحب رضی اللہ عنہ اور میاں فتح خان صاحب کو بھی حکم دے دیا کہ ڈیوڑھی کے اندر کی زنجیر ہر وقت لگی رہے اور گھر میں بھی کوئی شخص مجھے نہ بلائے۔ میں اگر کسی کو بلاؤں تو وہ اسی حد تک میری بات کا جواب دے جس حد تک کہ ضروری ہے اور نہ اوپر بالا خانہ میں کوئی میرے پاس آوے۔ میرا کھانا اوپر پہنچا دیا جاوے مگر اس کا انتظار نہ کیا جاوے کہ میں کھانا کھالوں۔ خالی برتن پھر دوسرے وقت لے جایا کریں۔ نماز میں اوپر الگ پڑھا کروں گا تم نیچے پڑھ لیا کرو۔ جمعہ کے لئے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی ویران سی مسجد تلاش کرو جو شہر کے ایک طرف ہو جہاں ہم علیحدگی میں نماز ادا کرسکیں۔ چنانچہ شہر کے باہر ایک باغ تھا اس میں ایک چھوٹی سی ویران مسجد تھی وہاں جمعہ کے دن حضور علیہ السلام تشریف لے جایا کرتے تھے اور ہم کو نماز پڑھاتے تھے اور خطبہ بھی خود پڑھتے تھے (سیرت المہدی جلد اول حصہ اول صفحہ 64-63 روایت نمبر 88)

آسمانی افضال و انوار کا نزول

یہ چلہ کشی اور ریاضت شاقہ اول سے آخر تک چونکہ خدائے عزوجل وقادر وتوانا کے خاص اذن اور اسی کی راہنمائی سے تھی اس لئے حضور علیہ السلام نے اس کے دوران 11 فروری 1886ء کو چودھری رستم علی صاحب کو خط لکھا کہ ’’ابھی تک مجھ کو کچھ خبر نہیں کہ کب تک اس شہر میں رہوں اور کس راہ سے جاؤں۔ یہ سب باتیں جناب الٰہی کے اختیار میں ہیں۔ اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ هُوَ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ (مکتوبات احمد جلد دوم صفحہ 470 مطبوعہ 2008ء خط مرقومہ 11 فروری 1886ء مکتوب نمبر 27) اس عظیم مجاہدہ کے دوران اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور پر آسمانی افضال و انوار کے بے شمار دروازے کھولے گئے اور بار بار مکالمات و مخاطبات سے نوازا گیا۔ چنانچہ حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ’’میں کھانا چھوڑنے اوپر جایا کرتا تھا اور حضور سے کوئی بات نہیں کرتا تھا مگر کبھی حضور مجھ سے خود کوئی بات کرتے تھے تو جواب دے دیتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت صاحب نے مجھ سے فرمایا۔ میاں عبداللہ! ان دنوں میں مجھ پر بڑے بڑے خدا تعالیٰ کے فضل کے دروازے کھلے ہیں اور بعض اوقات دیر دیر تک خدا تعالیٰ مجھ سے باتیں کرتا رہتا ہے۔ اگر ان کو لکھا جاوے تو کئی ورق ہو جاویں۔ حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن جب میں کھانا رکھنے اوپر گیا تو حضور نے فرمایا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ بُوْرِکَ مَنْ فِیْهَا وَمَنْ حَوْلَهَا اور حضور نے تشریح فرمائی کہ مَنْ فِیْهَا سے میں مراد ہوں اور مَنْ حَوْلَهَا سے تم لوگ مراد ہو۔ اسی طرح ایک دوسرے موقع پر حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے خدا اس طرح مخاطب کرتا ہے اور مجھ سے اس طرح کی باتیں کرتا ہے کہ اگر میں ان میں سے کچھ تھوڑا سا بھی ظاہر کروں تو یہ جتنے معتقد نظر آتے ہیں سب پھر جاویں۔ (سیرت المہدی جلد اول حصہ اول صفحہ 64–65 روایت نمبر 88) اس مبارک چلہ کشی کے دوران حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 20 فروری 1886ء مطابق 15 جمادی الاول 1303ھ کو ایک اشتہار لکھا جو پہلی بار اخبار ریاض ہند امرتسر مورخہ یکم مارچ 1886ء میں بطور ضمیمہ شائع ہوا۔ اس اشتہار میں حضور علیہ السلام نے تحریر فرمایا:۔

عظیم الشان نشان رحمت کی الہامی تفصیل

’’بِاِلْهَامِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاِعْلَامِهٖ عَزَّوَجَلَّ خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جَلَّ شَانُهٗ وَ

عَزَّاِسْمُہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے مُوافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرّعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ (ﷺ) کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وَجِیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذُرِّیَّت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عَنْمُوَائِیْل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رِجس سے پاک ہے۔ اور وہ نُورُاللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صَاحِبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور رُوحُ الحَق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رَحمت و غَیُورِی نے اسے کَلِمَہ تَمجِید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دو شَنبہ ہے مبارک دو شَنبہ۔ فَرزَند دِلبَند گِرامی اَرجمَند مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَ الْعَلَاءِ۔ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عِطر سے مَمسُوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اَسیروں کی رَستگارِی کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نُقطَہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔“

”پھر خدائے کریم جَلَّشَانُہٗ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھر دے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا۔ اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا۔ تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤنگا اور برکت دوں گا مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے۔ اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی اور ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی۔ اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائے گی۔ اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا ان پر بلا پر بلا نازل کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے۔ ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے اور ان کی دیواروں پر غضب نازل ہوگا۔ لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کرے گا۔ خدا تیری برکتیں اردگرد پھیلائے گا، اور ایک اجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد کرے گا اور ایک ڈراتا گھر برکتوں سے بھر دے گا۔ تیری ذریت منقطع نہیں ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔ خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا۔ اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ میں تجھے اٹھاؤں گا اور اپنی طرف بلاؤں گا۔ پر تیرا نام صفحہ زمین سے کبھی نہیں اٹھے گا۔ اور ایسا ہو گا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی و نامرادی میں مریں گے لیکن خدا تجھے بکلی کامیاب کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا۔ اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دونگا۔ اور ان میں کثرت بخشونگا۔ اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا روز قیامت غالب رہیں گے۔ جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔ خدا انہیں نہیں بھولے گا۔ اور فراموش نہیں کرے گا اور وہ علیٰ حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے۔ تو مجھ سے ایسا ہی ہے جیسے انبیاء بنی اسرائیل (یعنی ظلی طور پر ان سے مشابہت رکھتا ہے) تو مجھ سے ایسا ہے جیسی میری توحید۔ تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دل میں تیری محبت ڈالے گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اے منکرو اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے بندے کی نسبت شک میں ہو۔ اگر تمہیں اس فضل و احسان سے کچھ انکار ہے جو ہم نے اپنے بندہ پر کیا تو اس نشان رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ اور اگر تم پیش نہ کر سکو تو اس آگ سے ڈرو کہ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کیلئے تیار ہے۔ فقط الراقم خاکسار غلام احمد مؤلف براہین احمدیہ ہوشیار پور طویلہ شیخ مہر علی صاحب رئیس 20 فروری 1886ء۔

(تذکرہ ایڈیشن چہارم 2004ء صفحہ 109—112۔ مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اول صفحہ 100-103، اشتہار 20 فروری 1886ء۔ اشتہار نمبر 28 طبع 1971ء الناشر الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چلہ کشی کے دوران اسلام کی آسمانی فتح کے لئے اپنے محبوب حقیقی کی بارگاہ میں ایک رحمت کے نشان کے لئے نہایت تضرّع اور ابتہال کے ساتھ جو دعائیں کیں وہ قبول ہوگئیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس مجاہدہ عظیمہ کے خاتمہ پر آپ علیہ السلام کو بذریعہ الہامات نہ صرف خود حضور علیہ السلام کی ذات، حضور علیہ السلام کی ذریت طیبہ اور مستقبل میں پیدا ہونے والی حضور علیہ السلام کی جماعت کی نسبت بھاری بشارتیں دیں بلکہ آپ کی ذریت و نسل اور تخم سے پیدا ہونیوالے ایک پسر موعود اور مصلح موعود کی خبر دی۔ نیز بتایا گیا کہ اس کا وجود دنیا بھر میں خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے منکروں اور مکذبوں پر حجت قاطعہ کی حیثیت رکھے گا جس کے ذریعہ سے دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہوگا۔ (تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 480 طبع 2007ء)

مباحثہ مرلی دھر

جب چالیس دن گذر گئے تو پھر آپ حسب اعلان بیس دن اور وہاں ٹھہرے۔ ان دنوں میں کئی لوگوں نے دعوتیں کیں اور کئی لوگ مذہبی تبادلہ خیالات کے لئے آئے اور باہر سے حضور علیہ السلام کے پرانے ملنے والے لوگ بھی مہمان آئے۔ (سیرت المہدی جلد اول حصہ اول صفحہ 64 روایت نمبر 88)

انہی دنوں میں ماسٹر مرلی دھر صاحب جو آریہ سماج ہوشیار پور کے ایک ممتاز رکن تھے حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور درخواست کی کہ وہ اسلامی تعلیمات پر چند سوالات پیش کرنا چاہتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اسے بسرو چشم قبول فرمالیا۔ اور اس دینی مذاکرہ کو غیر جانبدارانہ سطح پر لے جانے کے لئے یہ تجویز کی کہ ماسٹر صاحب ایک نشست میں اسلام پر اعتراضات کریں اور آپؑ علیہ السلام ان کے جوابات دیں۔ اور دوسری نشست میں حضور علیہ السلام آریہ سماج کے مسلمات پر سوال کریں گے اور ماسٹر صاحب ان کا جواب دیں گے۔ ماسٹر صاحب نے اس تجویز سے اتفاق ظاہر کیا۔ بحث کے لئے حضور علیہ السلام کی فرودگاہ تجویز ہوئی۔ اور مباحثہ کی دونشتوں کے لئے 11 مارچ کی شب اور 14 مارچ کا دن قرار پایا۔ (تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 296 طبع 2007ء) سامعین کی تعداد غیر معمولی طور پر زیادہ تھی۔ صدہا مسلمان اور ہندو اپنا کام چھوڑ کر محض مباحثے کی کارروائی دیکھنے کے لئے جمع ہوگئے تھے۔ اور صحنِ مکان حاضرین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے یہ مباحثہ چند ماہ بعد ہی ستمبر 1886ء میں اپنی ایک تصنیف ”سرمہ چشم آریہ“ کے نام سے شائع فرمادیا۔ (تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 299 طبع 2007ء)

قادیان واپسی کا سفر

جب دو مہینے کی مدت پوری ہوگئی تو حضرت صاحب واپس اسی راستہ سے قادیان روانہ ہوئے۔ ہوشیار پور سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ایک بزرگ کی قبر ہے۔ جہاں کچھ باغیچہ سا لگا ہوا تھا۔ وہاں پہنچ کر حضور تھوڑی دیر کیلئے بہلی سے اُتر آئے اور فرمایا یہ عمدہ سایہ دار جگہ ہے یہاں تھوڑی دیر ٹھہر جاتے ہیں۔ اس کے بعد حضور قبر کی طرف تشریف لے گئے حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری رضی اللہ عنہ بھی پیچھے پیچھے ساتھ ہوگئے، شیخ حامد علی اور فتح خان بہلی کے پاس رہے۔ حضور علیہ السلام مقبرہ پر پہنچ کر اس کا دروازہ کھول کر اندر گئے اور قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور تھوڑی دیر تک دعا فرماتے رہے پھر واپس آئے اور حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا ”جب میں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو جس بزرگ کی یہ قبر ہے وہ قبر سے نکل کر دوزانو ہو کر میرے سامنے بیٹھ گئے اور اگر آپ ساتھ نہ ہوتے تو میں ان سے باتیں بھی کرلیتا۔ ان کی آنکھیں موٹی موٹی ہیں اور رنگ سانولا ہے“ پھر حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ دیکھو اگر یہاں کوئی مجاور ہے تو اس سے ان کے حالات پوچھیں۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے مجاور سے دریافت کیا۔ اس نے کہا میں نے ان کو خود تو نہیں دیکھا کیونکہ ان کی وفات کو قریباً ایک سو سال گذر گیا ہے۔ ہاں اپنے باپ یا دادا سے سنا ہے کہ یہ اس علاقہ کے بڑے بزرگ تھے اور اس علاقہ میں ان کا بہت اثر تھا۔ حضور علیہ السلام نے پوچھا ان کا حلیہ کیا تھا؟ وہ کہنے لگا کہ سنا ہے سانولہ رنگ تھا اور موٹی موٹی آنکھیں تھیں (سیرت المہدی جلد اول حصہ اول صفحہ 64—65 روایت نمبر 88) پھر حضور علیہ السلام اپنے مریدوں کے ساتھ وہاں سے روانہ ہو کر 17 مارچ 1886ء کو چلہ کشی کے نتیجے میں مصلح موعود اور پردۂ غیب میں پوشیدہ اپنی جماعت کے شاندار مستقبل کے متعلق بھاری بشارتیں پانے اور تبلیغ اسلام کی مہمات میں حصہ لینے کے بعد بانیل مرام واپس قادیان پہنچ گئے۔

(لائف آف احمد صفحہ 108—109 مطبوعہ 1949ء مؤلفہ مولانا عبدالرحیم درد صاحب رضی اللہ عنہ ایم۔اے۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 274 طبع 2007ء)

الفضل کے خریدار بنیں

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”الفضل“ ہمارا مرکزی اخبار ہے لیکن اس کی اشاعت بھی ابھی دو ہزار ہے حالانکہ ہماری جماعت بہت بڑھ چکی ہے۔ اگر جماعت کی تعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے پانچ فیصدی بھی اخبار کی اشاعت ہوتی تو دس ہزار اخبار چھپنا چاہئے تھا اور صرف مردوں میں اس کی خریداری ہوتی تب بھی پانچ ہزار خریدار ہونے چاہئے تھے۔ مگر الفضل کا خطبہ نمبر 2400 چھپتا ہے اور یہ تعداد بھی بڑا زور مارنے کے بعد ہوئی ہے ورنہ پہلے تو بہت ہی بدتر حالت تھی۔ صرف گیارہ بارہ سو اخبار چھپتا تھا۔ میں نے زور دیا تو چھبیس سو تک اس کی خریداری پہنچ گئی لیکن پارٹیشن کے بعد میں نے ذاتی طور پر اس کی اشاعت میں دلچسپی نہیں لی اس لئے پھر اس کی خریداری بیس سو تک آ گئی ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں اگر جماعت توجہ کرے تو چار پانچ ہزار تک اس کی بکری ہو سکتی ہے اور پھر ایسی صورت میں ”الفضل“ کا حجم بھی بڑھایا جا سکتا ہے اور اس کے مضمون میں بھی تنوع پیدا کیا جا سکتا ہے۔

(رسالہ خالد نومبر 1955ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک عظیم الشان کارنامہ

صدر انجمن احمدیہ کی تنظیم نو (نظارتوں کا قیام)

(مرزا طلحہ بشیر احمد۔ ربوہ)

جماعت احمدیہ میں 20 فروری کا دن ہر سال اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے کیے گئے وعدے کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ وہ وعدہ جو سن 1886ء کے آغاز میں حضور علیہ السلام کے ہوشیار پور کے سفر کے دوران چالیس روز اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کرنے کے نتیجہ میں عطا ہوا۔ ان چالیس ایام میں خلوت میں کی گئیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی دعائیں جب بارگاہ ایزدی میں پہنچیں تو بے انتہاء فضلوں کو سمیٹتے ہوئے الہامات الٰہی کے ذریعہ اپنی قبولیت کے نظارے دکھانے لگیں۔ پس ان التجاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ آپ سے مخاطب ہوا اور آپ کو ایک خوشخبری عطا کی اور فرمایا کہ:

’’میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کردیا۔۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 95-96)

20 فروری 1886ء کو حضور علیہ السلام نے ایک اشتہار کے ذریعہ اس پیشگوئی کو شائع فرمایا اور اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک وجیہ اور پاک لڑکا دئے جانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے فضلوں کا وارث ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔

پس ہر سال دنیا بھر میں جماعت احمدیہ یہ دن بڑے اخلاص و محبت سے اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکرانے کے طور پر مناتی ہے کہ خدا تعالیٰ، جو ہر ایک چیز پر قادر ہے، کی بات ایک بار پھر پوری ہوئی۔ دنیا نے ایک بار پھر دیکھا کہ قادیان کی بستی سے اٹھنے والی آواز صداقت کی آواز تھی۔ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا پیشگوئی حرف بہ حرف حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات میں پوری ہوئی۔ الحمد للہ۔ پس جہاں بھی یوم مصلح موعودؓ منایا جاتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ ساتھ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یادوں کو بھی تازہ کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی قائدانہ صلاحیتوں سے نوازا کہ آپ کے دور میں جماعت احمدیہ نے ترقیات کی نئی منازل طے کیں اور باوجود اندرونی اور بیرونی مشکلات کے اور باوجود دشمنوں کے ایڑی چوٹی کے زور کے کہ کسی طرح اس جماعت کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے، جماعت احمدیہ نے آپ کی قیادت تلے نہ صرف ہر طوفان کا مقابلہ کیا بلکہ آپ کی اولوالعزمی کے نتیجہ میں ہمیشہ جماعت اپنے وقار کو قائم رکھتے ہوئے مزید ترقیات کی طرف گامزن رہی۔ آپ کا 52 سالہ دورِ خلافت جماعت کے لئے بے بہا ترقیات کا ذریعہ بنا اور آپ کی دوربین نگاہ نے ہمیشہ جماعت کو ایسی راہ دکھائی جس نے نہ صرف موجودہ مسائل کا حل پیش کیا بلکہ مستقبل میں آنے والی مشکلات کا سامنا کرنے کے لئے بھی نظام جماعت کو مزید مستحکم کیا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ سلسلہ کے کاموں میں مزید بہتری کے طریق تلاش کرتے رہے۔ آپ کے دَور میں جہاں بیرون ہند تبلیغ کے کام میں ایک نئی وسعت عطا ہوئی وہاں آپ کو اس بات کی بھی فکر تھی کہ احباب جماعت اور مرکز کے درمیان ایک مضبوط تعلق قائم کیا جائے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ بار بار قادیان سے باہر رہنے والے احباب جماعت کو تلقین فرماتے کہ وہ قادیان آئیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو انتظامی صلاحیتوں سے بھی مالا مال کر رکھا تھا لہٰذا آپ کی اس طرف بھی توجہ رہی کہ نظام جماعت کو ایسی شکل دی جائے، جس سے خلافت کے زیر سایہ ایک ایسا نظام بن جائے جو خلیفہ وقت کی ہدایات کے تابع حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو پورا کرنے کے لئے اپنی ذمہ داریاں سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ احباب جماعت کا مرکز سے مضبوط تعلق قائم کرنے کی خاطر بھی خلیفہ وقت کا معاون اور مددگار رہو۔

آپ نے اپنے دَورِ خلافت میں ان کاموں کے لئے نہ صرف وقت کی ضرورت کے پیش نظر تحریک جدید اور وقف جدید جیسی نئی تحریکات جاری فرمائیں بلکہ صدر انجمن احمدیہ کے انتظامی ڈھانچے میں بھی ایسی ترامیم فرمائیں جس سے یہ ادارہ اپنی ذمہ داریوں کو بہتر رنگ میں ادا کرنے میں کامیاب ہوا۔ پس آج صدر انجمن احمدیہ کی جو شکل ہم دیکھ رہے ہیں وہ ایک لمبے تجربہ اور بہت سی ترامیم کے بعد ابھر کر سامنے آئی ہے اور اس میں مرکزی کردار حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہ اور رہنمائی کا ہے۔

صدر انجمن احمدیہ جماعت احمدیہ کا وہ ادارہ ہے جس کا آغاز حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دور میں ہوا۔ حضور علیہ السلام نے اپنی کتاب فتح اسلام میں اس الٰہی کارخانے کی جو پانچ شاخیں بیان فرمائیں وہ صدر انجمن احمدیہ کے قیام سے پہلے بھی کسی نہ کسی رنگ میں کام کر رہی تھیں مگر یہ شاخیں کسی ایک انجمن کے تحت نہ تھیں۔ 1905ء میں اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت کو اپنے قرب وفات کی اطلاع دی تو ساتھ ہی جماعت کو تسلی دیتے ہوئے نظام خلافت اور نظام وصیت کی بھی خوشخبری عطا کی۔ اس وقت نظام وصیت کے انتظام و انصرام کے لئے آپ نے ایک کمیٹی قائم فرمائی جس کا نام آپ علیہ السلام نے ’’مجلس کارپرداز مصالح قبرستان‘‘ پسند فرمایا۔

اس پر خواجہ کمال الدین صاحب نے یہ تجویز پیش کی کہ جماعت میں اس سے پہلے مختلف شعبہ جات کام کر رہے ہیں اور اب یہ ایک نئی کمیٹی قائم فرمائی گئی ہے کیوں نہ ان سب شعبہ جات کو اکٹھا کر کے ایک مرکزی انجمن بنا دی جائے۔ اور اس مرکزی انجمن کا نام مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ ہو۔ نیز تمام اموال کو بھی اس انجمن کی نگرانی میں دے دیا جائے اور یہ انجمن امام وقت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی رہنمائی ونگرانی اور کامل اطاعت میں سلسلہ کے مختلف مالی اور تنظیمی امور چلانے کی ذمہ دار ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس تجویز کو اس شکل میں منظور فرمایا کہ اس مجلس کے جملہ ممبران خود حضور علیہ السلام نے نامزد فرمائے اور حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب (خلیفۃ المسیح الاول) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس مجلس کا صدر مقرر فرمایا۔ نیز یہ ارشاد بھی فرمایا کہ ان (یعنی صدر) کی رائے چالیس آدمیوں کی رائے کے برابر شمار ہوگی۔ پس اس طرح صدر انجمن احمدیہ کا قیام عمل میں آیا اور اس مجلس کے قواعد کی منظوری بھی خود حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے عطا فرمائی۔ ان قواعد میں ایک قاعدہ یہ بھی شامل تھا کہ:

’’ہر ایک معاملہ میں مجلس معتمدین اور اس کی ماتحت مجلس یا مجالس اگر کوئی ہوں، اور صدر انجمن احمدیہ اور اس کی کل شاخ ہائے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حکم قطعی اور ناطق ہوگا۔‘‘

پس آغاز سے ہی یہ بات واضح تھی کہ صدر انجمن احمدیہ محض معاون و مددگار کے طور پر قائم کی گئی ہے جو امام وقت کی رہنمائی اور نگرانی میں اپنی ذمہ داریاں سرانجام دے گی۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دَور میں بھی یہ طریق جاری رہا اور کسی کی طرف سے یہ اشارہ بھی نہ کیا گیا کہ صدر انجمن احمدیہ کی حیثیت اس کے ماسوا کچھ اور ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد باقی جماعت کی طرح تمام مجلس معتمدین نے بھی حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے آپ کو حضور علیہ السلام کا جانشین اور خلیفہ تسلیم کیا۔ اور قدرت ثانیہ کے ظہور کے بعد بھی صدر انجمن احمدیہ کی وہی حیثیت برقرار رہی اور یہ ادارہ پہلے کی طرح اپنی ذمہ داریاں نبھاتا رہا۔ تاہم کچھ عرصہ بعد یہ بات سامنے آنا شروع ہوئی کہ مجلس معتمدین کے بعض ممبران کی خواہش ہے کہ خلافت کے بجائے مجلس معتمدین کو ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جانشین تصور کیا جائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے اس غلط خیال کی بھرپور تردید فرمائی اور جماعت کی رہنمائی فرمائی جس سے احباب جماعت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ خلافت ہی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی حقیقی جانشین ہے۔ اور صدر انجمن احمدیہ محض ایک ادارہ ہے جس کے لئے خلیفۃ المسیح کی رہنمائی، احکامات اور منشا کے مطابق کام کرنا ضروری ہے۔ تاہم مجلس معتمدین کے بعض ممبران اندر ہی اندر اپنے غلط خیالات پر قائم رہے کہ اصل جانشین صدر انجمن احمدیہ ہی ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب خلافت کے منصب پر فائز ہوئے تو آپ کی نظر ان کمزوریوں پر بھی تھی جو صدر انجمن احمدیہ کی اصل غرض وغایت کو نہ سمجھنے کے نتیجہ میں پیدا ہوئیں۔ پس ان تمام وجوہات کے پیش نظر حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کیں، احباب جماعت سے مشورے لئے اور دنیا میں رائج مختلف نظاموں کا گہرائی میں جا کر مطالعہ کیا۔ اسی طرح مختلف قوموں کی ترقی اور تنزلی کے اسباب پر بھی نظر ڈالی جس کے بعد آپ نے مختلف اوقات میں صدر انجمن احمدیہ کے انتظامی ڈھانچے میں کئی ایک مفید ترامیم فرمائیں اور جماعت کو ایک مضبوط نظام دیا۔ یہ تمام تبدیلیاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے کی گئیں۔

دیگر جماعتی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ آپ کی اس کام کی طرف خاص توجہ کا یہ عالم تھا کہ حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب رضی اللہ عنہ جو حضور کے ذاتی معالج کے طور پر خدمت پاتے رہے ہیں، فرماتے ہیں:

’’ایک مرتبہ حضور نے مجھے یاد فرمایا اور بتایا کہ آپ نظام جماعت میں اصلاحی تبدیلیاں کرنے پر غور فرما رہے ہیں۔ لہٰذا چاہتے ہیں کہ انسانی جسم کے نظام کا مطالعہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم کو ایک کامل نظام کی شکل میں پیدا کیا ہے اور اس کے مطالعہ سے بہت سی مفید رہنمائی حاصل ہو سکے گی۔ چنانچہ آپ نے Anatomy اور Physiology وغیرہ کی مختلف کتب حاصل کرکے ان کا مطالعہ فرمایا اور بہت سے مفید نتائج اخذ کئے۔ غالباً اسی تحقیق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ نے ایک مرتبہ فرمایا ’’اللہ تعالیٰ نے نظام جسم میں ہنگامی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے بکثرت متبادل راستے تجویز کر رکھے ہیں مثلاً اگر ایک شریان بند ہو جائے تو اس کی جگہ دوسری شریان نیا راستہ مہیا کر دیتی ہے۔ لہٰذا انسان کو کسی نظام کی تشکیل کے وقت اس راہنما اصول کو مدنظر رکھنا چاہئے‘‘۔

(سوانح فضل عمر، جلد دوم، صفحہ 127 مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

خلافت ثانیہ کے ابتدائی دور تک یہ دستور تھا کہ تمام انتظامی معاملات مجلس معتمدین میں ہی پیش کئے جاتے تھے جبکہ صدر انجمن احمدیہ کے صیغہ جات کے افسران جو انتظامی امور کو چلانے کے ذمہ دار تھے وہ از خود اس انجمن کے ممبر نہ تھے۔ اس سے ایک مسئلہ یہ درپیش تھا کہ انتظامی امور پر فیصلہ کرنے والے ان امور میں عملی تجربہ نہ رکھتے تھے جبکہ عملی تجربہ رکھنے والے کارکنان کو فیصلہ جات میں شامل ہونے کا اختیار نہ تھا۔ پس اس صورتحال میں بہتری پیدا کرنے کے لئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو پہلا انتظامی قدم اٹھایا وہ ایک الگ مجلس انتظامیہ کا قیام تھا جو صیغہ جات کے سربراہوں پر مشتمل تھی اور براہ راست خلیفۂ وقت کی رہنمائی میں کام کرتی تھی۔ اس کے بعد انتظامی امور کے متعلق مشورے اسی مجلس انتظامیہ میں پیش ہونا شروع ہوئے جس کے بعد آخری منظوری وفیصلہ کے لئے خلیفۃ المسیح کی خدمت میں پیش کئے جاتے۔ اس مجلس کے صیغہ جات کا نام حضور نے

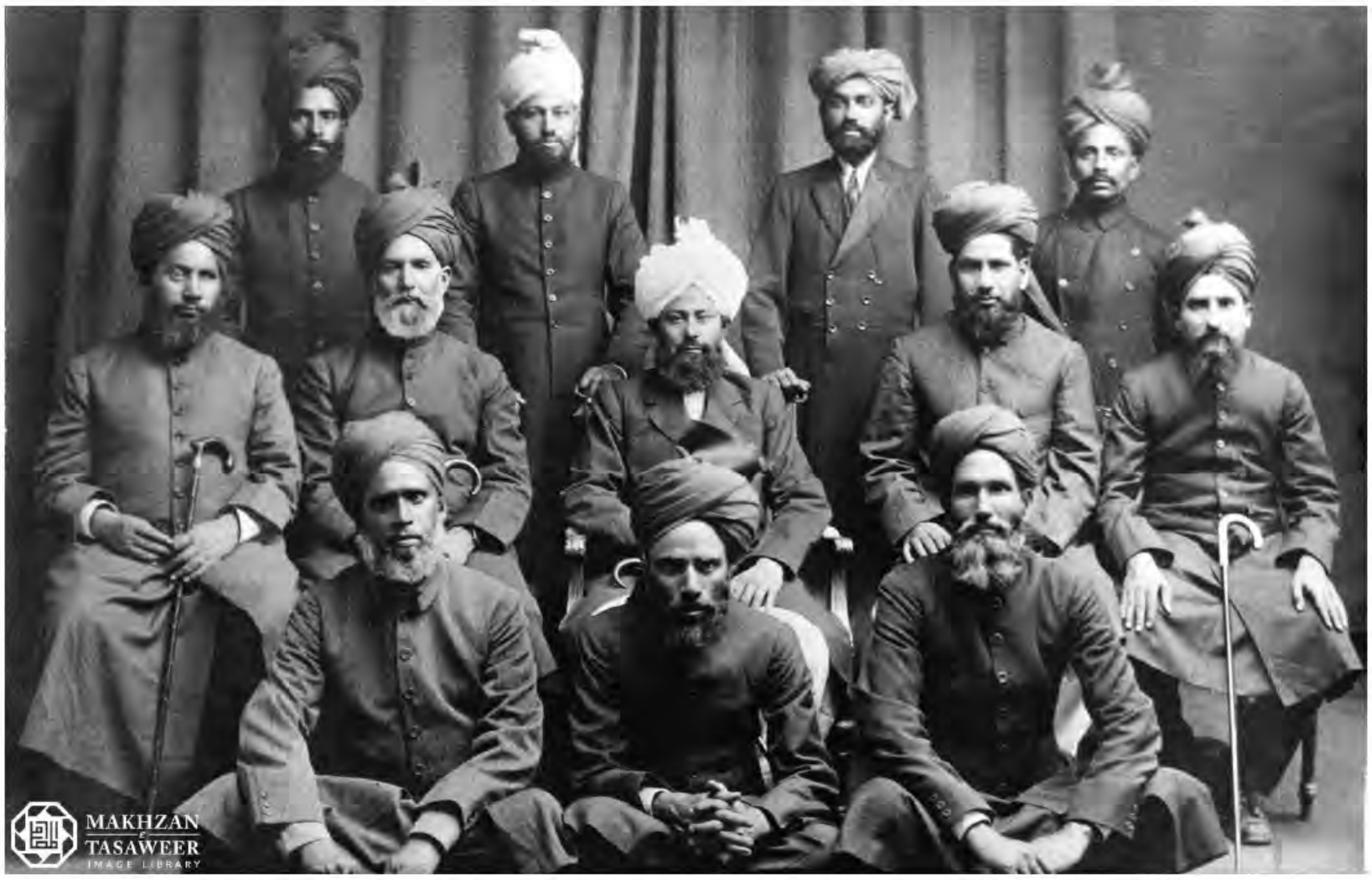

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ممبران وفد برائے سفر یورپ 1924ء (اٹلی میں)

’نظارت‘ رکھا۔ آغاز میں مجلس معتمدین اسی طرح قائم رہی اور یہ دونوں مجالس اپنے اپنے دائرہ کار میں اپنی ذمہ داریاں سرانجام دیتی رہیں۔ اس نئی مجلس کا اعلان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’احباب جماعت کی اطلاع کے لئے شائع کیا جاتا ہے کہ ضروریات سلسلہ کو پورا کرنے کے لئے قادیان اور بیرونی جماعت کے احباب سے مشورہ کرنے کے بعد میں نے یہ انتظام کیا ہے کہ سلسلہ کے مختلف کاموں کے سرانجام دینے کے لئے چند ایسے افسران مقرر کئے جائیں جن کا فرض ہو کہ وہ حسب موقع اپنے متعلقہ کاموں کو پورا کرتے رہیں اور جماعت کی تمام ضروریات کو پورا کرنے میں کوشاں رہیں۔ فی الحال میں نے اس غرض کے لئے ایک ناظر اعلیٰ۔ ایک ناظر تالیف واشاعت۔ ایک ناظر تعلیم وتربیت اور ایک ناظر امور عامہ اور ایک ناظر بیت المال مقرر کیا ہے۔ . . آئندہ جو تغیرات ہوں گے ان سے احباب کو اطلاع دی جاتی رہے گی۔ میں امید کرتا ہوں کہ احباب ان لوگوں کے کام میں پوری اعانت کریں گے اور سلسلہ کی کسی خدمت سے دریغ نہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول اور اس کے قائم کردہ سلسلہ کے استحکام کے لئے مجھے یقین ہے کہ اب احباب اس تکلیف کو خوشی سے برداشت کریں گے اور ہر طرح ان کارکنوں کا ہاتھ بٹا کر ثواب کے مستحق ہوں گے۔ اور ان کی تحریرات کو میری تحریرات سمجھیں گے‘‘۔

(الفضل 4 جنوری 1919ء صفحہ 1-2)

نظارتوں کے قیام کے ساتھ ہی حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام شعبہ جات کو ان کی ذمہ داریوں اور فرائض کی طرف توجہ دلانا شروع کی۔ اسی طرح سلسلہ کے مفاد کی خاطر مختلف نظارتوں کو اپنے کام کو مزید مستحکم کرنے کے لئے آپ ہدایات فرمایا کرتے۔ چنانچہ نظارت بیت المال کی ذمہ داری بیان کرتے ہوئے فرمایا:

’’ان کاموں کے علاوہ جن کا تعلق صدر انجمن سے ہے باقی تمام کاموں کے لئے جس قدر روپیہ کی ضرورت پیش آئے اسے (یہ صیغہ) مہیا کرے۔ اس سے پہلے ہمارے افسروں کا یہ کام ہوتا تھا کہ ان عام کاموں کے لئے جو کچھ کوئی دے جائے یا بھیج دے، وہ لے لیں۔ لیکن جن لوگوں نے کوئی خاص کام کرنا ہو ان کے خزانے دوسروں کی رائے پر نہیں چھوڑے جاسکتے۔ ان کے کارکنوں کا فرض ہے کہ ضرورت کے مطابق روپیہ بہم پہنچائیں۔ البتہ ایسی حکمت وترکیب سے وصول کریں کہ افراد تباہ و برباد نہ ہوں۔ کیونکہ جماعتیں افراد سے ہی بنتی ہیں اور وہ حکومتیں جو افراد کو برباد کردیتی ہیں کبھی ترقی نہیں کرسکتیں‘‘۔

(عرفان الٰہی تقریر جلسہ سالانہ 1919ء، صفحہ 77-80)

اسی طرح نظارت تعلیم کے شعبہ کے عظیم الشان مقاصد سمجھاتے ہوئے فرمایا:

’’اس صیغہ کے ذمہ یہ کام ہوگا کہ جماعت کے لڑکوں کی فہرستیں تیار کرائے اور معلوم کرے کہ مثلاً زید کے تین لڑکے ہیں ان کی تعلیم کا کوئی انتظام ہے یا نہیں اور وہ دینی تعلیم بھی حاصل کررہے ہیں یا نہیں۔ اگر معلوم ہو کہ نہیں تو اسے لکھا اور سمجھایا جائے کہ اپنے بچوں کی تعلیم کا انتظام کرے۔ ایسے لوگ خواہ کہیں رہتے ہوں ان کے بچوں کی تعلیم وتربیت کی نگرانی یہ صیغہ کرے گا اور ممکن سہولتیں مہیا کرنا اس کا فرض ہوگا۔ اس طرح تمام جماعت کے بچوں پر اس صیغہ کی نظر ہوگی۔ پھر جو شخص فوت ہوجائے گا اس کی اولاد کے متعلق یہ دیکھا جائے گا کہ اس کی تعلیم وتربیت کا کیا انتظام ہے۔ اس کے رشتہ داروں نے کچھ کیا ہے یا نہیں۔ اگر کیا ہے تو وہ تسلی بخش ہے یا نہیں اور کس قدر امداد دینے کی ضرورت ہے‘‘۔

(عرفان الٰہی تقریر جلسہ سالانہ 1919ء، صفحہ نمبر 77-80)

کچھ عرصہ مجلس معتمدین اور نئی نظارتوں کی انتظامیہ دونوں ہی ساتھ ساتھ کام کرتی رہیں لیکن پھر اس طریق میں کچھ ایسی دقتیں پیش آئیں جس پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ نے 1925ء میں مجلس معتمدین کو نظارتوں کے نظام میں مدغم کردیا۔ اب نظارتوں کے سربراہ یعنی ناظران ہی صدر انجمن احمدیہ کے ممبر بن گئے۔ اس نئے انتظام میں خلیفۂ وقت کے ماتحت صدر انجمن احمدیہ بحیثیت مجلس عاملہ تمام اہم اصولی فیصلوں کی ذمہ دار بن گئی۔ نیز تمام امور جو اس مجلس کے سامنے پیش ہوتے، اس پر مجلس کی سفارشات آخری منظوری کے لئے خلیفۃ المسیح کی خدمت اقدس میں پیش کی جاتیں۔ ناظران صدر انجمن احمدیہ کے ایسے فیصلوں کی روشنی میں کام کرتے جن کو خلیفۃ المسیح کی منظوری حاصل ہوتی۔ انتظامی امور میں وہ براہ راست خلیفۃ المسیح کے ماتحت بھی تھے اور جواب دہ بھی۔ ناظران کی نامزدگی کا اختیار بھی کلیۃً خلیفۃ المسیح کے پاس تھا۔ ادغام کے بعد صدر انجمن احمدیہ چھ ناظران اور دو بیرونی ممبران پر مشتمل ہوگئی۔

یہاں سے صدر انجمن احمدیہ کی تاریخ کا نیا دور شروع ہوا جس میں تمام شعبہ جات براہ راست خلیفۃ المسیح سے ہدایت پاکر کام کرنے لگے۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً موجودہ نظارتوں کے علاوہ کام کی وسعت اور بہتری کو مدنظر رکھتے ہوئے مزید نظارتوں کا اضافہ ہوتا رہا۔ مثلاً نظارت صنعت وتجارت، نظارت زراعت، نظارت خدمت درویشاں، نظارت دیوان وغیرہ۔ اسی طرح بعض موجودہ نظارتوں اور ان کے دائرہ کار میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقت کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے کچھ ترامیم فرماتے رہے۔ مثلاً نظارت تعلیم کو کچھ عرصہ کے لئے نظارت تعلیم وتربیت بنا دیا گیا اور اس کے ذمہ تربیت کا کام بھی دے دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد نظارت دعوت وتبلیغ کے دائرہ کار کو وسیع کرکے اس کا نام نظارت اصلاح وارشاد رکھا گیا جس کے ذمہ تبلیغ اور تربیت دونوں کا کام دے دیا گیا۔ اس تبدیلی کے بعد نظارت تعلیم و تربیت واپس اپنی پرانی شکل پر لوٹ گئی اور نظارت تعلیم کہلانے لگی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے نصف صدی پر محیط دورِ خلافت میں انتہائی عمدگی اور کامیابی کے ساتھ اس نظام کی نگرانی اور رہنمائی فرمائی۔ نیز پیش آمدہ نقائص کو دور کرتے ہوئے ضروری اصلاحی ترامیم فرماتے رہے تا جماعت احمدیہ کا یہ نظام ایک جگہ ٹھہر جانے والے جوہڑ کی طرح نہ بن جائے جس میں آلودگی پیدا ہونے کا خدشہ رہتا ہے بلکہ اس تیز دریا کی مانند ہو جو اپنی شفافیت کو ہمیشہ برقرار رکھتے ہوئے اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہتا ہے اور بڑی بڑی چٹانیں بھی اس کے راستے میں رکاوٹ نہیں بن سکتیں۔

چنانچہ آپ بار بار تمام شعبوں کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے رہے تا وہ اپنے مقصد اور مقام کو کبھی بھول نہ پائیں۔ ایک موقع پر آپؓ نے فرمایا:

’’سلسلہ کا اصل ذمہ دار خلیفہ ہے اور سلسلہ کے انتظام کی آخری کڑی بھی خلیفہ ہے۔ خلیفہ مجلس معتمدین مقرر کرتا ہے اور وہی مجلس شوریٰ مقرر کرتا ہے۔ دونوں مجلسیں اپنی اپنی جگہ خلیفہ کی نمائندہ ہیں‘‘

(رپورٹ مجلس مشاورت 1930ء، صفحہ 45)

ایک موقع پر ایک تحقیقاتی کمیشن نے رپورٹ میں نظارت علیا کو غیر ضروری قرار دیا جس پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ ارشاد فرمایا:

’’دنیا کی کوئی کانسٹی ٹیوشن ایسی نہیں جس میں کسی ممبر کو سینئر ممبر قرار نہ دیا جائے۔ کہیں اس کا نام وزیر اعظم رکھ لیا جاتا

ہے اور کہیں کچھ اَور۔ میں نے خصوصیت سے کئی مما لک کی کانسٹی ٹیوشنز کا مطالعہ کیا ہے... پس یہ حصہ اصول کے خلاف ہے۔ میرے پاس ہر روز ایسے کاغذات آتے ہیں جن پر غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ میں کسی ناظر کے پاس نہیں بھیج سکتا۔ آخر مجھے یہی لکھنا پڑتا ہے کہ ناظر اعلیٰ کے پاس جائیں... ناظر اعلیٰ کا یہ بھی کام ہوتا ہے کہ اگر کوئی ناظر غلطی کرتا ہے تو ناظر اعلیٰ کو اس کے متعلق رپورٹ کرنے کے لئے مقرر کیا جاتا ہے۔ یہ کام بہر حال کسی سینئر ممبر ہی کے سپرد کرنا پڑے گا۔''

(رپورٹ مجلس مشاورت1930ء صفحہ20-19)

تمام شعبہ جات کی انتہائی گہرائی میں جا کر آپ رہنمائی فرمایا کرتے۔ آپ کے تمام ارشادات جو جماعت کی درخشندہ تاریخ اور ایک لازوال اثاثہ ہیں ہمیشہ کے لئے کارکنان کے لئے رہنما اصولوں کے خزانہ کے طور پر محفوظ ہیں۔ ایک موقع پر نظارت تالیف وتصنیف کے متعلق فرمایا:

''تصانیف ہمیشہ کسی اصول کے ماتحت ہونی چاہئیں۔ ہر سال ایک میٹنگ بلائی جائے جس میں اس امر پر غور ہو کہ زمانہ کا دماغ کدھر جا رہا ہے۔ اور لوگوں کے خیالات کی رو کس طرف ہے۔ پھر اس کے مطابق کام ہونا چاہئے۔''

(رپورٹ مجلس مشاورت 1952ء صفحہ نمبر32)

اسی طرح ایک موقع پر نظارت امور عامہ کے کاموں کے متعلق فرمایا:

''امور عامہ۔ قضاء اور احتساب کا صیغہ ضروری ہے جو ہر جگہ ہونا چاہئے کیونکہ یہاں کے صیغہ والے کس طرح معلوم کر سکتے ہیں کہ لاہور میں سارے احمدی نماز باقاعدہ پڑھتے ہیں یا نہیں... اس لئے ضروری ہے کہ ان دفاتر کی شاخیں ہر جگہ ہوں اور ان کے ذریعہ کام کیا جاوے... مثلاً امور عامہ کا کام ہے کہ سرکاری افسروں کو جماعت کے معاملات سے واقف کریں۔ اگر ہر جگہ ایسے آدمی ہوں جن کو مقرر کیا جاوے تو جماعت کی بہت سی مشکلات دور ہو سکتی ہیں... اسی طرح شادی بیاہ کے لئے لوگ کہتے ہیں کہ کوئی رشتہ نہیں ملتا۔ اگر وہاں بھی ایسا انتظام ہو جیسا کہ یہاں ہے تو جو لوگ اپنی قوم کے خیال سے رشتہ نہیں کرتے یا بڑے چھوٹے کو دیکھتے ہیں انہیں سمجھا سمجھا کر آپس میں رشتہ کرا دیں تو یہاں اتنا کام نہ بڑھے۔ اسی طرح لڑائی جھگڑے ہیں ان کا خیال رکھنا ہے۔ لین دین ہے۔''

(رپورٹ مجلس مشاورت1922ء صفحہ 27)

نظارت زراعت کے متعلق فرمایا:

''میں نے احمدی زمینداروں کو توجہ دلائی تھی کہ وہ بیدار ہوں اور زیادہ سے زیادہ پیداوار بڑھانے کی کوشش کریں۔ اس سلسلہ میں صدر انجمن احمدیہ کو چاہئے کہ وہ ایک نظارت زراعت قائم کرے جس کے افسر تمام زرعی علاقوں کا دورہ کر کے زمینداروں کی مناسب رہنمائی کریں کہ کس کس علاقے میں کس کس چیز کی فصل ہونی چاہئے۔''

(رپورٹ مجلس مشاورت1956ء صفحہ68)

نظارت ضیافت کی اہمیت کے بارہ میں فرمایا:

''یہ وہ کام ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خود کرتے رہے اور آپؑ نے اسے سلسلہ کا بہت اہم کام قرار دیا... ہر طبقہ کے اور ہر قسم کے لوگ یہاں آتے ہیں۔ ان سے ملاقات اور ان کے لئے ضروری انتظام کوئی معمولی شخص نہیں کر سکتا۔ اور جو شخص یہاں جماعت کے مہمان کی حیثیت سے آتا ہے اسے ریسیو کرنے والا ناظر ہی ہونا چاہئے... میری غیرت برداشت نہیں کر سکتی کہ اس صیغہ کو نظارت کے درجہ پر نہ رکھوں۔''

(رپورٹ مجلس مشاورت1930ء صفحہ18-17)

غرض کوئی بھی شعبہ ایسا نہیں تھا جس کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت احمدیہ کے عظیم مقاصد کو مدنظر رکھے بغیر جاری فرمایا ہو اور نہ ہی کوئی شعبہ ایسا تھا جس کے متعلق آپ نے انتہائی پُرحکمت نصائح نہ فرمائی ہوں اور نہ ہی کوئی شعبہ ایسا تھا جس کو وقتاً فوقتاً آپ اس کے کاموں کی طرف توجہ نہ دلاتے رہے ہوں۔ ہر لحاظ سے تمام شعبہ جات کو بہتری کی طرف قدم بڑھانے کا ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ پس صدر انجمن احمدیہ کی جو شکل آج ہے اور جس طرح یہ انجمن خلافت کے زیر سایہ اور زیر اطاعت جماعت احمدیہ کی ذمہ داریوں میں ہاتھ بٹا رہی ہے، اس میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خداداد انتظامی صلاحیتوں اور بے پناہ دعاؤں کا بہت بڑا کردار ہے۔

صدر انجمن احمدیہ کے تمام فیصلہ جات دیگر جماعتی تنظیموں کی طرح محض سفارش کا رنگ رکھتے ہیں اور ہر ایک معاملہ حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں آخری منظوری کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ کا عام دستور یہی تھا کہ صدر انجمن احمدیہ کی اکثر سفارشات حضور منظور فرما لیا کرتے لیکن ہر سفارش کا بڑی باریک نظر سے مطالعہ فرماتے اور جس سفارش کو نامناسب سمجھتے اسے رد کرتے ہوئے انجمن کی رہنمائی فرمایا کرتے کہ ان کی سفارش کیوں غلط تھی۔ حضور کے یہ تمام ارشادات صدر انجمن احمدیہ کا ریکارڈ بن جاتے تا مستقبل میں بھی اسی رہنمائی کی روشنی میں کام کیا جا سکے۔ اسی طرح مختلف مواقع پر حسب ضرورت قواعد میں بھی ترامیم فرمایا کرتے۔ کارکنان کے حقوق کی بھی حضور کو بہت فکر ہوا کرتی تھی۔ نظارتوں کے نظام کے بعد حضور کا طریق یہ تھا کہ روزمرہ کے انتظامی امور میں ناظران کو بلوا کر براہ راست ہدایات فرماتے اور ان کے کام کی خود نگرانی فرمایا کرتے۔ لیکن بعض دفعہ جماعتی تربیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے خطابات میں بھی نظارتوں کی رہنمائی فرماتے۔ اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوتا کہ احباب جماعت بھی سلسلہ کے انتظامی طریق کار سے واقف ہو جاتے اور دوسرا فائدہ یہ ہوتا کہ آئندہ کے لئے سلسلہ کو تربیت یافتہ کارکنان مہیا ہونے میں مدد مل جاتی۔ ناظران کی رہنمائی کے ساتھ ساتھ حضور یہ بھی ضروری سمجھتے تھے کہ احباب جماعت میں ناظران کا احترام قائم کیا جائے۔ چنانچہ ایک موقع پر آپ نے فرمایا:

''جو قوم اپنا وقار قائم رکھنا چاہتی ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے معززین کا احترام کرے۔ میں یہ اجازت نہیں دوں گا کہ ایک ناظر محصل کی طرح جائے بلکہ اس کا واجب احترام کرنا ضروری ہوگا کیونکہ وہ خلیفہ کا نائب ہوتا ہے۔ ضروری ہوگا کہ جس صیغہ کا ناظر کہیں جائے وہاں کی جماعت میں اس صیغہ کا جو انچارج ہو وہ اسے ریسیو کرے۔ پہلے سے جلسہ کا انتظام کر دیا گیا ہو اور جماعت کو ایک جگہ جمع کرنے کا انتظام ہو چکا ہو۔''

(رپورٹ مجلس مشاورت1930ء صفحہ15)

احباب جماعت میں سلسلہ کے کارکنان کی اطاعت کی روح پیدا کرنے کے لئے آپؓ فرماتے ہیں:

''کامل اطاعت اور فرمانبرداری نہایت ضروری ہے اور یہ صرف خلیفہ سے ہی مخصوص نہیں۔ بعض لوگ اس وہم میں مبتلا ہوتے ہیں کہ بس خلیفہ کی بات ماننا ہی ضروری ہے اور کسی کی ضروری نہیں۔ خلیفہ کی طرف سے مقرر کردہ لوگوں کا حکم بھی اسی طرح ماننا ضروری ہوتا ہے جس طرح خلیفہ کا۔ کیونکہ خلیفہ تو براہ راست ہر ایک شخص تک اپنی آواز نہیں پہنچا سکتا۔''

(الفضل 22 دسمبر 1937ء صفحہ6)

لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ کو اس بات کا بھی بہت احساس تھا اور جس کو آپ ناظران میں پیدا کرنا چاہتے تھے کہ جو مہمان آئیں ان سے عزت سے پیش آیا جائے۔ پس ایک موقع پر آپؓ فرماتے ہیں:

''ناظروں کا فرض ہے کہ جو لوگ ان سے ملنے آئیں ان سے عزت اور احترام سے پیش آئیں۔ میں خود بھی کوئی کونے میں بیٹھنے والا شخص نہیں ہوں۔ ہر روز دس پانچ بلکہ بیس تیس اشخاص مجھ سے ملنے آتے ہیں جن میں غریب سے غریب بلکہ سائل بھی ہوتے ہیں لیکن جیسا اعزاز بڑے سے بڑے آدمی کا کرتا ہوں ویسا ہی چھوٹے کا بھی کرتا ہوں۔''

(الفضل 27 اپریل 1938ء صفحہ3)

حضور کی یہ عادت تھی کہ جو دوست بھی آتا اس کو ہمیشہ کھڑے ہو کر ملتے اور جب تک کہ وہ بیٹھ نہ جاتا آپ خود تشریف نہ رکھتے۔ آپؓ اس عادت کے بارہ میں فرماتے ہیں:

''یہ میرا اصول ہے اور میں سمجھتا ہوں ناظروں کو بھی ایسا کرنا چاہئے اور اگر اس کے خلاف کبھی شکایت آئے تو میں چاہتا ہوں کہ جس کے خلاف شکایت ہو اسے تنبیہ کی جائے۔ جب تک یہ بات نہ ہو اسلام کی روح قائم نہیں ہو سکتی۔''

(الفضل 27 اپریل 1938ء صفحہ3)

دراصل حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ شدید خواہش تھی کہ صدر انجمن احمدیہ ایک ایسا ادارہ بن جائے جو خلافت کے زیر سایہ وہ تمام کام سرانجام دینے میں معاون و مددگار ثابت ہو جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو کامیاب کرنے کے لئے خلیفۃ المسیح ضروری سمجھتے ہیں۔ اسی طرح آپ کی یہ بھی خواہش تھی کہ احباب جماعت اور صدر انجمن احمدیہ کے تعلق کو محبت، عزت اور احترام کے جذبہ میں پرو دیا جائے اور ایسا توازن قائم کیا جائے کہ جس میں صدر انجمن احمدیہ کے کارکنان، جو سلسلہ کے لئے وقف ہیں، کے وقار کو بھی قائم رکھا جا سکے اور احباب جماعت کے احساسات کا بھی مکمل خیال رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ نے صدر انجمن احمدیہ کے نظام کو ایک نئی شکل دے کر اور ہر موقع پر اس نظام اور احباب جماعت کی رہنمائی فرما کر اس توازن کو قائم فرمایا۔ آپؓ اس بارہ میں فرماتے ہیں:

''میں نے ہمیشہ اس کا خیال رکھا ہے اور کوشش کی ہے کہ اگر ایک طرف ناظروں کا احترام اور اعزاز جماعت کے دلوں میں پیدا کیا جائے تو دوسری طرف جماعت کی عظمت کو بھی قائم رکھا جائے۔ میں جانتا ہوں کہ اگر ایک حصہ کو چھوڑ دیا جائے تو باوجود نیک نیتی اور نیک ارادہ کے ایک حصہ دوسرے کو کھا جائے گا۔ اگر کارکنوں کے اعزاز اور احترام کا خیال نہ رکھا جائے تو نظام کا چلنا مشکل ہو جائے گا۔ اور اگر جماعت کے حقوق کی حفاظت نہ کی جائے اور اس کی عظمت کو تباہ ہونے دیا جائے تو ایک ایسا آئین بن جائے گا جس میں خودرائی اور خودستاری غالب ہوگی۔ اس لئے مَیں ہمیشہ اس بات کو مدنظر رکھتا ہوں کہ جس کی غلطی ہو اُسے صفائی کے ساتھ کہہ دیا جائے۔''

(الفضل 22 اپریل 1938 صفحہ3-2)

قارئین کے لئے یہ بات دلچسپی کا باعث ہوگی کہ ہر ملک کی نیشنل عاملہ 'لوکل انجمن احمدیہ' کہلاتی ہے۔ یہ صورت تب معرض وجود میں آئی جب اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے عین موافق جماعت احمدیہ ہندوستان اور پھر پاکستان سے باہر مختلف ممالک میں پھیلنے لگی اور بین الاقوامی جماعتوں کے معاملات صدر انجمن احمدیہ کے طرز پر قائم کی جانے والی تحریکِ جدید انجمن احمدیہ کے سپرد کر دیے گئے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور صدر انجمن احمدیہ کو ہمیشہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خواہشات اور منشائے مبارک کے مطابق خدمت کرنے کی توفیق دیتا چلا جائے۔ آمین

☆...☆...☆

خطبہ نکاح

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مؤرخہ 28 جنوری 2017ء بروز ہفتہ مسجد فضل لندن میں درج ذیل نکاحوں کا اعلان فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور مسنون آیات قرآنیہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اس وقت میں چند نکاحوں کے اعلان کروں گا۔ پہلا نکاح عزیزہ عائشہ صدف (واقفہ نو) کا ہے جو ربوہ کی ہیں اور مظفر احمد صاحب بریڈفورڈ کی بیٹی ہیں۔ ان کا نکاح عزیزم محمد سفیر الدین (مربی سلسلہ) پاکستان کے ساتھ نوے ہزار پاکستانی روپے حق مہر پر طے پایا ہے۔ دولہے کے وکیل مکرم مقصود الٰہی صاحب ہیں۔

حضور انور نے فریقین میں ایجاب وقبول کروایا اور پھر فرمایا:

اگلا نکاح عزیزہ نصرت پھول (واقفہ نو) کا ہے جو سرفراز احمد صاحب کینیڈا کی بیٹی ہیں۔ یہ نکاح عزیزم دانیال احمد افضال ابن مکرم اقبال احمد صاحب کے ساتھ چھ ہزار پاؤنڈ حق مہر پر طے پایا ہے۔

اس نکاح کے فریقین کے مابین ایجاب وقبول کروانے کے بعد حضور انور نے فرمایا:

اگلا نکاح عزیزہ فاتحہ شیخ نوید بنت مکرم شیخ نوید احمد صاحب بیلجئم کا عزیزم سفیر احمد ابن مکرم تنویر احمد صاحب کے ساتھ ساڑھے چھ ہزار پاؤنڈ حق مہر پر طے پایا ہے۔

فریقین میں ایجاب وقبول کروایا اور پھر حضور انور نے دعا کروائی اور تینوں نکاحوں کے فریقین کو شرف مصافحہ بخشا۔

(مرتبہ: ظہیر احمد خان۔ انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن)

در مدح حضرت مصلح موعودؓ

اے تخیّل گر رسائی پر تجھے کچھ ناز ہے
تا سرِ عرشِ بریں تیری اگر پرواز ہے
شاخ ہائے سدرہ پر گر تُو نشیمن ساز ہے
عالمِ ملکوت سے تُو کچھ اگر ہم راز ہے
تو مرے محمود کے احسان کی تصویر کھینچ!
نقش ان کے حسن کا در پردۂ تحریر کھینچ!

پنجۂ تسخیر سے بالا مہِ کامل نہیں
توڑنا تارے فلک کے یہ کوئی مشکل نہیں
غیر ممکن کچھ بیانِ جذبہ ہائے دل نہیں
اور بیروں از احاطہ بحرِ بے ساحل نہیں
پر احاطہ مردِ کامل کا بہت دشوار ہے
یہ وہ نکتہ ہے جہاں ادراک بھی لاچار ہے

دیدۂ ظاہر میں اے محمود اک انساں ہے تُو
اہلِ دل کی دید میں پر بحرِ بے پایاں ہے تُو
صورتِ زیبا میں اپنی یوسفِ کنعاں ہے تُو
سیرت حسنہ میں اپنی مظہرِ رحماں ہے تُو
احمدِ مُرسل کے ثانی حسن میں احسان میں
خوبیاں تجھ سی نہیں ہرگز کسی انسان میں

تُو مقدّس باپ کے ہم رنگ اے محمود ہے
نصرتِ اسلام روحِ والد و مولود ہے
یہ حقیقت وہ ہے جو خود شاہد و مشہود ہے
لاجرم لاریب تُو ہی مصلح موعود ہے
دیر سے آیا ہے تُو اور دُور سے آیا ہے تُو
یعنی اِک نورِ ازل کے نُور سے آیا ہے تُو

حضرتِ احمد سے پہلے تین تھے ایسے بشر
حق تعالیٰ کی بشارت سے ملے جن کو پسر
حضرت ابراہیمؑ اول دوم یحییٰ کے پدر
سوم مریمؑ محصنہ جس پر تھی مولیٰ کی نظر
تیری پیدائش نے احمد کو کھڑا ان میں کیا
ہیں یہی وہ تین جن کو چار تُو نے کر دیا

ارضِ ربوہ پر ہیں جب سے آپ جلوہ گر ہوئے
اس کے ذرّے جگمگا کر ہم سرِ اختر ہوئے
آپ کی ہمّت سے ہی آباد اُجڑے گھر ہوئے
اور قائم از سرِ نَو مرکزی دفتر ہوئے
بالیقیں اپنی اولوالعزمی میں تو اک فرد ہے
اے خدا کے شیر! تو اک آسمانی مرد ہے

تیرے دم سے اے مسیحی روح فاروقی دماغ
خانہ اسلام کا روشن ہوا دھندلا چراغ
عاشقانِ ملّتِ احمد کے دل ہیں باغ باغ
دشمنانِ تیرہ باطن کے ہیں سینے داغ داغ
حق نے باندھا ہے ترے سر سہرۂ فتح و ظفر
اے بشیرالدین محمود احمد و فضلِ عمر

(مولانا ظفر محمد ظفرؔ)

نوٹ: یہ نظم سلور جوبلی کے موقع پر قادیان میں پڑھی گئی۔ نیا مرکز ربوہ بننے کے بعد اس نظم میں مولانا نے چند اشعار کا اضافہ کیا۔

مجلس خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ کے زیر انتظام جلسہ یوم مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا بابرکت انعقاد

مجلس خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ نے سیدنا حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی یاد میں 17 رفروری 2019ء بروز اتوار ایوان محمود ربوہ میں جلسہ یوم مصلح موعود منعقد کیا۔ جلسہ کی صدارت مہمانِ خصوصی مکرم اسفند یار منیب صاحب انچارج شعبہ تاریخ احمدیت نے کی۔ جلسہ میں شامل ہونے والے خدام کی تعداد کو بوجوہ محدود رکھنا مقصود تھا اس لئے ربوہ کے چھ سو سے زائد خدام اس جلسہ میں شامل ہو سکے۔

جلسہ یوم مصلح موعود کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ مکرم حافظ عبدالسلام صاحب نے تلاوت کرنے کی سعادت پائی۔ اس کے بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے پاکیزہ منظوم کلام ''عہد شکنی نہ کرو اہلِ وفا ہو جاؤ'' میں سے منتخب اشعار مکرم لبید احمد عالم صاحب نے پڑھے۔ بعد ازاں مکرم عدیل شہزاد صاحب نے خدام الاحمدیہ کے قیام کے مقاصد پر ایک تقریر کی جس میں انہوں نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ارشادات کی روشنی میں خدام بھائیوں کو خدام الاحمدیہ کے قیام کے بنیادی مقصد کے حوالے سے بتایا۔

جلسہ کے مہمان خصوصی نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی سیرت سے چنیدہ واقعات پیش کئے اور خدام بھائیوں سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خدام الاحمدیہ سے توقعات کا اظہار کیا اور انہیں ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی اور بتایا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات کے بارے میں خود ہادی کونین رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش خبری دی تھی۔

جلسہ کے اختتام سے قبل مکرم ارسلان احمد صاحب اور مکرم رانا صہیب احمد صاحب اور مکرم رضوان ملک صاحب نے پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب کی نظم ''اے فضلِ عمر'' پیش کی۔ جلسہ کے اختتام پر صدر جلسہ نے دعا کروائی۔

(رپورٹ: سعود رفاقت۔ ناظم تربیت مقامی)

☆...☆...☆

مہمان خصوصی سامعین سے مخاطب ہیں (ایوانِ محمود ربوہ)

جلسہ یوم مصلح موعود کا ایک منظر

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا دورۂ امریکہ اکتوبر، نومبر 2018ء

☆ . . . مذہب انسان کے دل کا معاملہ ہے۔ ایک انسان جو مانتا ہے اس کا تعلق دل سے ہے۔ کوئی دوسرا شخص کس طرح کہہ سکتا ہے کہ جو تمہارا عقیدہ ہے، جو دعویٰ ہے، جو تمہارے دل میں ہے تم اس پر ایمان نہیں رکھتے۔ کوئی بھی دوسرا شخص یہ نہیں کہہ سکتا۔ ☆ . . . بانی جماعت احمدیہ نے یہی دعویٰ کیا کہ آپ مسیح ہیں، مہدی ہیں اور آنحضرت ﷺ کی شریعت کے تابع نبی ہیں۔ ☆ . . . ہمیں بحیثیت انسان ایک دوسرے کا احترام کرنا چاہئے۔ سب مذاہب میں ایک بات کا من، مشترک ہے جس پر ہم سب اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ . . . اور وہ خدا کی ذات ہے۔ ہمارا سب کا خدا ایک ہی ہے۔ ☆ . . . مذہب میں جبر نہیں ہے۔ اسلام امن، بھائی چارہ، رواداری اور سلامتی کا مذہب ہے۔

(رپورٹ مرتّبہ: عبدالماجد طاہر۔ ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن)

31 / اکتوبر 2018ء بروز بدھ

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے صبح ساڑھے چھ بجے مسجد بیت الرحمٰن میں تشریف لا کر نماز فجر پڑھائی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی رہائش گاہ میں تشریف لے گئے۔

صبح حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دفتری ڈاک اور رپورٹس ملاحظہ فرمائیں اور ہدایات سے نوازا اور مختلف دفتری امور کی انجام دہی میں مصروفیت رہی۔

پروگرام کے مطابق دس بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز میٹنگ روم میں تشریف لائے جہاں انٹرنیشنل ریلیجیس فریڈم امریکہ کے نمائندہ Sam Brownback صاحب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ ان کے ایک قریبی دوست Richard Simmons اور ان کے سٹاف کے دو ممبران Sameer Howard اور Hossein Chuang بھی موجود تھے۔

ایمبیسیڈر صاحب نے بتایا کہ انہیں اس بات کی بہت خوشی ہوئی کہ یو ایس سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو مکمل port courtesies فراہم کیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ انتہاء پسندی اور شدت پسندی کے خلاف ایک اہم آواز ہیں۔ اس لئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو جو بھی courtesies ملی ہیں وہ حضور انور کے مقام کے مطابق ہیں۔

اس کے بعد ایمبیسیڈر صاحب نے پاکستان میں احمدیوں کی پرسیکیوشن (persecution) کے حوالہ سے بات کی۔

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: پاکستان اور ملائشیا میں تو ہمارے خلاف قانون بنا ہوا ہے۔ یہاں ہم اپنے مذہب کا اظہار نہیں کرسکتے۔ اسی طرح بنگلا دیش، انڈونیشیا اور مشرقِ وسطیٰ کے ممالک میں بھی ہماری مخالفت ہے۔ مذہب کے اظہار پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

حضور انور نے فرمایا اسلامی شریعت میں ارتداد کے حوالہ سے قانون نہیں ہے۔ جو اس حوالہ سے کہتے ہیں کہ اس کی یہ سزا ہے وہ اپنی طرف سے اپنی تشریحات کے مطابق کہتے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے عبدالشکور صاحب کی قید اور سزا کے حوالہ سے ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ 82 سال ان کی عمر ہے اور ان کو اس بات پر گرفتار کیا گیا کہ انہوں نے احمدیوں کی تربیت کے لئے بعض کتابیں اپنی دوکان میں رکھی ہوئی تھیں۔ Anti Terrorist Police نے اسلحہ سے مسلح ہو کر ان کی دوکان پر چھاپہ مار کر دہشت گردی کے الزام میں ان کو گرفتار کیا اور قید کی سزا دی۔

حضور انور نے فرمایا: مذہب انسان کے دل کا معاملہ ہے۔ ایک انسان جو مانتا ہے اس کا تعلق دل سے ہے۔ کوئی دوسرا شخص کس طرح کہہ سکتا ہے کہ جو تمہارا عقیدہ ہے، جو دعویٰ ہے، جو تمہارے دل میں ہے تم اس پر ایمان نہیں رکھتے۔ کوئی بھی دوسرا شخص یہ نہیں کہہ سکتا۔

حضور انور نے فرمایا پاکستان میں ملاں کی پولیٹیکل ویلیو نہیں ہے، سٹریٹ ویلیو ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ 1999ء میں بھی دس گیارہ دن کے لئے جیل میں رہا ہوں۔ انہی قوانین کے تحت جو حکومت پاکستان نے ظالمانہ طور پر احمدیوں کے خلاف بنائے ہیں۔

پاکستان میں احمدیوں کے ووٹ کے حق کے متعلق بات ہوئی۔ حضور انور نے فرمایا کہ ہمیں ووٹ دینے کا حق نہیں ہے۔ ہمارے لئے انہوں نے یہ شرط رکھی ہے کہ پہلے اپنے آپ کو غیر مسلم کہو اور نہ مسلمانوں کی طرح عمل کرو تو پھر تمہیں ووٹ دینے کا حق دیں گے۔

حضور انور نے فرمایا کہ سب سے پہلے تو حکومت کو چاہئے کہ وہ احمدیوں کو ووٹ کا حق دے۔ فوری طور پر blasphemy law کا خاتمہ بے شک نہ ہو لیکن احمدیوں کو ووٹ کا حق فوری ملنا چاہئے۔

ایمبیسیڈر Brownback صاحب نے استفسار کیا کہ دوسرے سنی مسلمان احمدیوں سے اسقدر نفرت کیوں کرتے ہیں؟ اس کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں اور قرآن کریم آخری کتاب ہے۔ آنحضرت ﷺ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ آخری زمانہ میں مسیح و مہدی آئے گا اور اسلام کا احیائے نو کرے گا۔ ان سنی مسلمانوں کا عقیدہ ہے، مسیح زندہ آسمان پر موجود ہے، وہ آسمان سے آئے گا۔

ہم کہتے ہیں کہ مسیح زندہ آسمان پر نہیں ہے بلکہ فوت ہو چکا ہے، آسمان سے کوئی نہیں آئے گا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب مسیح آئے گا تو اس کا ٹائٹل نبی ہوگا۔

دوسرے مسلمان کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ آخری نبی ہیں، اس لئے ان کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ لیکن اس بات کو مانتے ہیں کہ اگر مسیح آسمان سے آئے تو وہ نبی ہوگا۔ لیکن اس آسمان سے آنے والے مسیح کے علاوہ اگر کوئی دوسرا شخص دعویٰ کرے کہ خدا تعالیٰ نے اُسے بھیجا ہے اور وہ نبی ہے تو یہ غلط ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی صفات کو ختم نہیں کرسکتے۔ وہ کسی کو نبی کے ٹائٹل کے ساتھ بھیج سکتا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ نئی شریعت نہیں آسکتی۔ نبی کریم ﷺ کی شریعت کے تابع نبی آسکتا ہے۔

بانی جماعت احمدیہ نے یہی دعویٰ کیا کہ آپ مسیح ہیں، مہدی ہیں اور آنحضرت ﷺ کی شریعت کے تابع نبی ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے یہی پیشگوئی فرمائی تھی کہ آنے والا مسیح آپ کی امت میں سے آئے گا اور اسلام کا احیائے نو کرے گا۔ تلوار کے جہاد کی بجائے اسلامی تعلیمات کے ذریعہ امن پھیلائے گا۔

مسیح موسوی کے قدموں پر آئے گا۔ پس ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ نبی آسکتا ہے، نئی شریعت کے ساتھ نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کی شریعت کے تابع آسکتا ہے۔

حضور انور نے فرمایا: اس وجہ سے ہم کو اسلام کے

انٹرنیشنل Religious Freedom امریکہ کے نمائندہ Sam Brownback حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کر رہے ہیں

امریکہ کے ممبر کانگریس Jamie Raskin حضورِانور سے ملاقات کر رہے ہیں

دائرہ سے باہر نکال دیا ہے کہ تم نبی کے قائل ہو۔

حضورِانور نے فرمایا: سب مذاہب والے اس انتظار میں ہیں کہ کوئی مصلح آئے گا۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء کی پیشگوئیوں کے مطابق آخری زمانہ میں جس نے آنا تھا، وہ آچکا ہے اور آخری زمانہ میں صرف ایک ہی نے آنا تھا اور سب کو ایک ہاتھ پر متحد کرنا تھا۔

حضورِانور نے فرمایا: حضرت عیسیٰؑ نے جب دعویٰ کیا تو بنی اسرائیل نے کہا تھا کہ آپ کو کس طرح مان لیں جبکہ کتابوں میں لکھا ہے کہ مسیح سے پہلے ایلیاء نبی نے آنا ہے اور ایلیاء ابھی نہیں آیا۔ آپؑ نے جواب دیا کہ جو ایلیاء ہے وہ یحییٰ ہیں۔ ماننا چاہتے ہو تو مانو۔

حضورِانور نے فرمایا: ہر مذہب میں بعض ایسی چیزیں اور تعلیم میں بعض استعارے ہوتے ہیں جن کی مختلف لحاظ سے تشریح کی جاتی ہے۔

حضورِانور نے فرمایا: ہمیں بحیثیت انسان ایک دوسرے کا احترام کرنا چاہئے۔ سب مذاہب میں ایک بات کامن، مشترک ہے جس پر ہم سب اکٹھے ہوسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ کہ آؤ اُس ایک بات پر ہی اکٹھے ہوجائیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔ اور وہ خدا کی ذات ہے۔ ہمارا سب کا خدا ایک ہی ہے۔ آؤ اسی بات پر اکٹھے ہوجائیں۔ حضرت ابراہیمؑ پر سب ایمان لاتے ہیں تو اس بناء پر بھی ہم سب مل کر رہ سکتے ہیں۔ ایک ہوکر رہ سکتے ہیں۔

حضورِانور نے فرمایا: اب حل یہی ہے کہ مل کر بیٹھیں اور انسانیت کے لئے سوچیں اور مسئلے حل کریں۔

ایمبیسڈر نے عرض کیا کہ وہ یروشلم، سعودی عرب اور ویٹیکن سٹی میں ابراہیمی مذاہب کا ایک سمپوزیم منعقد کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حیفہ میں ہماری جماعت قائم ہے۔ وہاں ہمارا مشن اور مسجد بھی ہے۔ ہمارے وہاں سب کے ساتھ بڑے اچھے تعلقات ہیں اور سب ہمارا بھی عزت و احترام کرتے ہیں۔ آپ وہ بھی venue کے طور پر رکھ سکتے ہیں۔

حضورِانور نے فرمایا: سب سے اہم چیز یہ ہے کہ امن، رواداری اور برداشت پیدا ہو اور آج دنیا کو اسی کی ضرورت ہے۔

ایمبیسڈر صاحب نے پاکستان جا کر ربوہ دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا جس پر حضورِانور نے فرمایا: آپ ضرور جائیں اور جا کر ربوہ دیکھیں۔

ایمبیسڈر صاحب کی حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ ملاقات دس بج کر پینتیس منٹ تک جاری رہی۔ آخر پر موصوف نے حضورِانور کے ساتھ تصویر بنوانے کی سعادت پائی۔

بعد ازاں پروگرام کے مطابق یو ایس کانگرس مین Jamie Raskin نے حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملاقات کی سعادت پائی۔ اس ملاقات میں کانگرس مین کے سینئر کونسل Devon Ombres بھی موجود تھے۔

کانگرس مین نے بتایا کہ انہوں نے House of Representative کے فلور سے ''شکور بھائی'' کے حق میں آواز اٹھائی تھی اور انہیں 'prisoner of conscience'' کہا۔

موصوف نے عرض کیا کہ حضورِانور اسلام میں بڑی مضبوط اور منظم برانچ کے لیڈر ہیں۔ اس پر حضورِانور نے فرمایا: اصل یہ ہے کہ ہم اسلام کی اصل حقیقی تعلیم پر عمل پیرا ہیں۔ کوئی نئی تعلیم نہیں ہے۔ ہم تو قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں۔

احمدیوں کی پرسیکیوشن کے حوالہ سے کانگرس مین نے استفسار کیا جس پر حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ نے تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ذوالفقار علی بھٹو نے 1974ء میں ہمیں غیر مسلم قرار دیا تھا تا کہ دنیا میں اُسے مسلمانوں کی قیادت مل جائے۔ بعد میں 1984ء میں اس وقت کے ڈکٹیٹر ضیاء الحق نے ہمارے خلاف مزید بڑے سخت قوانین بنائے کہ احمدی تبلیغ نہیں کرسکتے، اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہہ سکتے، بچوں کا اسلامی نام نہیں رکھ سکتے۔ مسجد کو مسجد نہیں کہہ سکتے۔ اگر السلام علیکم کہیں تو تین سال قید کی سزا ہوگی۔

حضورِانور نے عبدالشکور صاحب (شکور بھائی) کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کو محض اس وجہ سے گرفتار کیا گیا کہ انہوں نے احمدیوں کی تربیت کے لئے بعض کتابیں اپنی دوکان میں رکھی ہوئی تھیں۔ اینٹی ٹیررسٹ پولیس مسلح ہوکر آئی اور ان پر دہشت گرد ہونے کا الزام لگا کر گرفتار کرلیا اور آجکل یہ جیل میں ہیں اور 82 سال ان کی عمر ہے۔

حضورِانور نے فرمایا: ملاں کی پولیٹیکل ویلیو نہیں ہے، صرف سٹریٹ ویلیو ہے۔

کانگرس مین کے استفسار پر حضورِانور نے فرمایا: میں پہلے پاکستان میں تھا۔ اب لندن میں مقیم ہوں۔ پاکستان میں ان مخالف قوانین کی وجہ سے اپنے فرائض منصبی ادا نہیں کرسکتا۔

حضورِانور نے فرمایا: مذہب میں جبر نہیں ہے۔ اسلام امن، بھائی چارہ، رواداری اور سلامتی کا مذہب ہے۔ ساری دنیا سے خاص کر افریقہ کے ممالک سے ہر سال لاکھوں لوگ احمدیت قبول کر رہے ہیں۔ باوجود شدید مخالفت کے پاکستان سے بھی احمدیت میں داخل ہو رہے ہیں۔ بعض اپنے احمدی ہونے کو ظاہر نہیں کرتے، اگر ظاہر کریں گے تو ان قوانین کے تحت آئیں گے۔

حضورِانور نے فرمایا کہ ہمارا جو جہاد ہے وہ یہ ہے کہ معاشرہ میں امن و سلامتی اور رواداری کا قیام ہو۔ لوگ اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانیں اور اس کی مخلوق کے حقوق ادا کریں اور معاشرہ میں عدل و انصاف کا قیام ہو۔ یہی اصل جہاد ہے، جو اسلام کے بانی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے غلام صادق بانی جماعت احمدیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بتایا ہے اور آج جماعت ہر جگہ اسی جہاد میں مصروف ہے۔

ریاست اور مذہب کے علیحدہ ہونے کے حوالہ سے ذکر ہوا تو اس پر کانگرس مین نے کہا وہ اس حوالہ سے ایک مضمون لکھنا چاہتے ہیں جس میں وہ حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کو بھی quote کرنا چاہتے ہیں۔

حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت میں رضاکاران کے کام کے حوالہ سے تفصیل بیان فرمائی کہ کس طرح جماعت ہر سال لاکھوں ڈالر بچاتی ہے۔ ہمارے جلسوں کے موقع پر ہزاروں افراد کا کھانا ہمارے والنٹیئرز پکاتے ہیں۔ جہاں آپ لوگ ملینز خرچ کرتے ہیں وہاں ہم وہ کام چند ہزار میں کرلیتے ہیں۔

حضورِانور نے فرمایا: احمدیوں کے خلاف جو حکومت نے قوانین بنائے ہوئے ہیں ان کی وجہ سے احمدیوں کے خلاف پرسیکیوشن، سٹیٹ پرسیکیوشن ہے۔ وہاں ہماری عورتیں جب چیزیں خریدنے کے لئے دوکان پر جاتی ہیں تو دوکاندار کہتا ہے کہ تم احمدی ہو، دوکان سے نکل جاؤ۔ اس پر کانگرس مین نے عرض کیا کہ کیسے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ احمدی ہے تو اس پر حضورِانور نے فرمایا کہ احمدیوں کے کردار، رویہ اور رکھ رکھاؤ سے پتہ چل جاتا ہے اور ملاں بھی جاسوسی کرتے ہیں، احمدیوں پر نظر رکھتے ہیں تو علم ہوجاتا ہے۔

حضورِانور نے فرمایا: اب پاکستان میں یہ بھی ہوا ہے کہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی کی جاتی ہے۔ عید کے بعد پولیس ایک احمدی کے گھر آئی۔ جانور بھی لے گئی اور احمدی کو بھی ساتھ لے آئی۔ اب وہاں تو پولیس پبلک، مولوی سب احمدیوں کے خلاف پرسیکیوشن میں involve ہیں۔

حضورِانور نے فرمایا: اب پاکستان میں احمدیوں کے خلاف نفرت کا یہ معیار ہے کہ عمران خان نے ملاں کے دباؤ سے مجبور ہو کر ایک احمدی اکانومسٹ عاطف میاں کو اکنامک ایڈوائزری کونسل سے نکال دیا ہے۔

کانگرس مین نے عرض کیا اب وہ پہلے کی نسبت بڑھ کر جماعت کے ساتھ مل کر احمدیوں کی پرسیکیوشن کے حوالہ سے کام کریں گے۔

حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ نے 1999ء میں جو وقت جیل میں گزارا تھا، کانگرس مین نے اس حوالہ سے بھی سوالات کئے اور کافی دلچسپی کا اظہار کیا۔ کہنے لگے کہ احمدیوں کی پرسیکیوشن انہیں یہودیوں کے ساتھ ہونے والے مظالم کی یاد دلاتی ہے۔

کانگرس مین Jamie Raskin کی حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ سے یہ ملاقات سوا گیارہ بجے تک جاری رہی۔ آخر پر موصوف نے حضورِانور کے ساتھ تصویر بنوانے کا شرف پایا۔

باقی آئندہ......

☆...☆...☆

ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

قضاء کا قیام حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا عظیم الشان کارنامہ

قضاء کی 100 سالہ تاریخ کا مختصر جائزہ

(حافظ راشد جاوید۔ناظم دارالقضاء ربوہ)

خدائی احکامات کے مطابق قضاء کا قیام انبیاء کی سنت ہے۔تمام انبیاء ہی لوگوں کے تنازعات کے فیصلے کرتے رہے۔حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے تو بعض فیصلوں کا ذکر خلفاء سلسلہ بھی فرما چکے ہیں۔لیکن اس نظام عدل کا اپنے کمال تک پہنچنا خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کے ذریعہ ہی مقدر تھا۔ چنانچہ اسلام نے جو نظام عدل متعارف کروایا وہ دنیا کا بہترین نظام عدل ہے۔ اس نظام کے قیام کے لئے آنحضرت ﷺ نہ صرف خود فیصلے فرمایا کرتے بلکہ آپؐ نے اپنے صحابہ کی تربیت کے لئے اپنی نگرانی میں ان سے فیصلے بھی کروائے۔ پھر خلفائے راشدین بھی اسی سنت کے موافق لوگوں کے تنازعات کے فیصلے کرتے رہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ قضائی نظام کی بنیاد رکھی۔تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ قضاء کا قیام فرض کفایہ ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ:

فإن القضاء فريضة محكمة وسنة متبعة۔

(دارقطنی، السنن، 4: 607، رقم:16)

''قضاء ایک محکم فریضہ اور ایسی سنت ہے جس کی اتباع کی جانی ضروری ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس کے قیام کی ضرورت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''شریعت کے بعض حصے ایسے ہیں کہ باوجود ان کے سیاسی اور نظام کے ساتھ متعلق ہونے کے گورنمنٹ ان میں دخل نہیں دیتی۔ جیسے قادیان میں قضاء کا محکمہ ہے حکومت اس میں کوئی دخل نہیں دے سکتی کیونکہ اس نے خود اجازت دی ہوئی ہے کہ ایسے مقدمات کا جو قابلِ دست اندازی پولیس نہ ہوں آپس میں تصفیہ کرلیا جائے۔ پس اسلامی شریعت کا وہ حصہ جس میں حکومت دخل نہیں دیتی اور جس کے متعلق حکومت نے ہمیں آزادی دی ہوئی ہے کہ ہم اس میں جس رنگ میں چاہیں فیصلہ کریں، ہمارا فرض ہے کہ اس حصہ کو عملی رنگ میں اپنی جماعت میں قائم کریں اور اگر ہم شریعت کے کسی حصہ کو قائم کر سکتے ہوں مگر قائم نہ کریں تو یقیناً اس کے ایک ہی معنے ہوں گے اور وہ یہ کہ ہم شریعت کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ پس اب اس نہایت ہی اہم اور ضروری مقصد کے لئے ہمیں عملی قدم اُٹھانا چاہیئے جو خدا تعالیٰ نے ہمارے اختیار میں رکھا ہوا ہے اور جماعت کے کسی فرد کی کمزوری یا ٹھوکر کا کوئی لحاظ نہیں کرنا چاہیئے۔''

(انوار العلوم جلد 15 انقلاب حقیقی۔صفحہ 106)

اسی محکم فریضہ اور فرض کفایہ کی تکمیل کے لئے بعثت ثانیہ میں آج سے سو سال قبل حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے نظام قضاء کی بنیاد رکھی۔خلفاء سلسلہ نے بے پناہ مصروفیات کے باوجود لوگوں کے تنازعات کے فیصلوں اور قضائی نظام کی بہتری کے لئے وقت دے کر اس کی بنیادیں مستحکم کیں۔اس وقت احمدیہ دارالقضاء کی شاخیں 18 سے زائد ممالک میں قائم ہو چکی ہیں۔

جہاں تک قضائی معاملات کا تعلق ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے بھی ہمیں راہنمائی ملتی ہے۔ سیرت المہدی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک فیصلہ بھی درج ہے۔جس میں آپ نے ایک خاتون کا خلع منظور فرمایا۔

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے ایک فیصلہ کا بھی ذکر ملتا ہے جو ایک گیند (Ball) کے بارے میں تھا جس کا باقاعدہ گواہی لے کر آپ نے فیصلہ فرمایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ مبارک میں جماعت کے انتظامی ڈھانچے کی بنیاد رکھی اور یکم جنوری 1919ء سے باقاعدہ طور پر مختلف صیغہ جات قائم فرمائے۔ ان دنوں چونکہ الفضل ہفتہ میں دو بار شائع ہوتا تھا اس لئے جماعتی انتظامی ڈھانچے کا پہلا باقاعدہ اعلان مؤرخہ 4 جنوری 1919ء کے الفضل میں شائع ہوا۔اسی اعلان میں قضاء کے قیام کا بھی ذکر تھا کہ قضاء کے لئے حضور نے ''مکرمی قاضی امیر حسین صاحب، مکرمی مولوی فضل دین صاحب اور مکرمی سید میر محمد اسحاق صاحب کو مقرر کیا ہے۔''

(الفضل قادیان دارالامان 4رجنوری 1919ء ص 1–2)

گو دارالقضاء کا باقاعدہ قیام یکم جنوری 1919ء کو عمل میں آیا۔تاہم 07 جنوری 1919ء کے اخبار ''الحکم'' سے پتہ چلتا ہے کہ اس نئے نظام کے حوالے سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے 1918ء میں ہی ایک جامع اور مکمل خاکے کا اعلان فرما دیا تھا۔ چنانچہ اخبار الحکم نے اپنی 7 جنوری 1919ء کی اشاعت میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ایک فرمان محررہ یکم اکتوبر 1918ء شائع کیا جس میں حضورؓ نے قضاء کے متعلق درج ذیل ارشاد فرمایا۔

''قاضیوں کا کام فیصلہ کرنا۔اور قاضی القضاۃ کا اپیل سننا ہے۔ ان کے تمام فیصلوں کی اپیل خلیفۂ وقت کے پاس ہو سکے گی۔سوائے ان فیصلوں کے کہ جن میں خود خلیفہ ایک یا دوسرا فریق ہو۔ایسے وقت میں قاضی القضاۃ کا فیصلہ آخری اور قطعی ہوگا۔''

(اخبار الحکم 7 جنوری 1919ء صفحہ نمبر 5)

قادیان کے علاوہ دیگر اضلاع میں بھی قاضی مقرر فرمائے۔

حضورؓ نے 1918ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر، جو مارچ 1919ء میں منعقد ہوا، اپنے دوسرے روز کے خطاب میں قضاء کے قیام کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے فرمایا :

''پھر ہماری جماعت کے لوگوں میں اگر کسی جگہ کوئی جھگڑا پیدا ہو جائے تو وہ عدالت میں جاتے ہیں جس سے احمدیت کی ذلّت ہوتی ہے۔ ابتداء میں جب ابھی جھگڑے کی بنیاد پڑتی ہے اس وقت تو ہمارے پاس اس لئے نہیں آتے کہ چھوٹی سی بات کے متعلق انہیں کیا تکلیف دیں لیکن جب بات بڑھ جاتی ہے تو پھر اس خیال سے ہمارے سامنے پیش کرنے سے جھجکتے ہیں وہ کہیں گے پہلے کیوں ہمیں نہ بتایا اور کیوں جھگڑے کو اتنا بڑھایا اس طرح بات بڑھتی بڑھتی اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ پھر اگر ہم بھی کہیں کہ اس جھگڑے کو چھوڑ دو تو نہیں مانتے اور احمدیت کو چھوڑ دیتے ہیں۔اس نقص کے پیدا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہر جگہ محکمہ قضاء مقرر نہیں ہے۔ اگر کچھ لوگوں کو مسائل سکھلا کر مختلف مقامات پر مقرر کر دیا جائے تو ایسا نہ ہوتا۔اب قاضی القضاۃ کا محکمہ تو یہاں مقرر کیا گیا ہے۔آئندہ موٹے موٹے اور ضروری مسائل کچھ لوگوں کو سکھلا کر مختلف جماعتوں میں انہیں مقرر کر دیا جائے تا کہ وہ مقامی جھگڑوں اور فسادوں کا تصفیہ کر دیا کریں اور بات زیادہ بڑھ کر خرابی کا موجب نہ ہو۔ ہاں ان کے فیصلہ کی اپیل یہاں کے محکمہ قضاء میں ہو سکے گی۔''

(عرفان الٰہی۔انوار العلوم جلد 4 صفحہ 403 شائع کردہ فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ)

دارالقضاء کے ریکارڈ کے مطابق حضورؓ نے اپیل پیش ہونے پر جو پہلا فیصلہ فرمایا وہ 10 جون 1919ء کا محررہ ہے اور یہ مقدمہ 12 ستمبر 1918ء کو دائر ہوا تھا۔ دارالقضاء ربوہ کی طرف سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے قضائی فیصلہ جات پر مبنی جو کتاب شائع کی گئی ہے اس میں لین دین کے باب میں یہ کیس پہلے نمبر پر درج ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یکم جنوری 1919ء کو قضاء کے باقاعدہ اعلان سے قبل ہی قادیان میں قضاء کا نظام جاری کر دیا گیا تھا۔تاہم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے چونکہ نئے نظام کا باقاعدہ اعلان یکم جنوری 1919ء کو ہی فرمایا تھا اور اسی میں قضاء کے باقاعدہ قیام کا اعلان بھی شامل تھا اور قضاء کے لئے تین احباب مقرر کئے گئے تھے اس لئے تاریخی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ قضاء کا باقاعدہ قیام یکم جنوری 1919ء سے ہی ہوا۔

مؤرخہ 28 جنوری 1919ء کے اخبار الحکم میں مکرم ایڈیٹر صاحب اخبار الحکم نے نوٹ دیا ہے کہ نئے نظام کے تحت دفاتر نے کام شروع کر دیا ہے اور ان میں قضاء کا بھی ذکر کیا ہے۔

شروع میں قضاء کا طریق کار یہ تھا کہ قاضی اول کے فیصلہ کے خلاف مرافعہ اولیٰ میں دو قاضی صاحبان اپیل کی سماعت کرتے تھے جن کا تقرر انچارج محکمہ قضاء (ناظم قضاء) کرتا تھا۔ مرافعہ اولیٰ کے فیصلے کے خلاف اپیل کی سماعت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔20 اکتوبر 1939ء کو حضور نے اپیلوں کی سماعت کے لئے ایک نیا بورڈ قائم فرمایا اور اس بورڈ کے فیصلہ کے خلاف اپیل کی اجازت نہ تھی۔ تاہم حضور نے مورخہ 13 جون 1942ء کو ارشاد فرمایا:

''بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ اپیلیں سننے کے لئے جو بورڈ مقرر کیا گیا ہے ان کے فیصلے میں شرعی احکام کی بناء پر نظر ثانی کرنے اور ان کو ترمیم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جہاں ایسی صورت موجود ہو تو فریق مقدمہ بورڈ کے پاس میرے پاس اپیل کرنے کے لئے درخواست کرے اگر بورڈ اجازت دے تو ایسی اپیل میرے پاس باقاعدہ ہو سکے گی۔لیکن اگر بورڈ اجازت نہ دے تو اس حکم کا بطور استصواب میرے پاس اپیل ہو سکے گا مگر اس میں فریقین کے حاضر ہونے کی اجازت نہ ہوگی صرف ایک دفتری استصواب ہوگا۔ پھر اگر اجازت ہو تو اپیل باقاعدہ ہو سکے گی۔''

مکرم انچارج صاحب محکمہ قضاء قادیان مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل نے اس بورڈ کے لئے پہلی بار عدالت مرافعہ ثانیہ کا نام تحریر کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی بیماری تک یہی طریق جاری رہا۔ بیماری کے ایام میں حضور نے مؤرخہ 28 نومبر 1955ء کو درج ذیل ارشاد فرمایا:

''میری طاقت نہیں کہ مقدمات کو سنوں۔ وہی فیصلہ آخری ہوگا جو بورڈ قضاء کا ہوگا۔ میں تفسیر کا کام کر رہا ہوں۔ وقت بھی نہیں اور صحت بھی ابھی نہیں۔جس کو اعتراض ہو وہ عدالتوں میں جا سکتا ہے۔''

مؤرخہ 25 اکتوبر 1956ء کو دوبارہ مکرم ناظم صاحب دارالقضاء کی چٹھی پر مکرم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے اطلاع بھجوائی کہ

''ابھی حضور کی صحت اس قابل نہیں ہوئی کہ مقدمات کو سن سکیں اس لئے حسب سابق بورڈ کا ہی فیصلہ آخری ہوگا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی وفات تک یہ طریق جاری رہا۔

شروع میں اس شعبہ کا نام محکمہ قضاء تھا تقسیم ملک کے بعد مؤرخہ 15 نومبر 1950ء کو ریکارڈ کے مطابق ''ناظم دارالقضاء پاکستان'' کی مہر استعمال کی گئی۔ ریکارڈ کے مطابق خلافت ثانیہ میں بطور انچارج اور بطور ناظم دارالقضاء مرکزیہ پاکستان ربوہ درج ذیل احباب کو خدمت کی توفیق ملی۔

پہلے انچارج کے طور پر حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ اور مکرم مولوی فضل دین صاحب دونوں کے نام ہی مختلف وقتوں میں آتے رہے ہیں۔ تاہم حضرت سید میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا جاسکتا ہے وہ پہلے انچارج محکمہ قضاء تھے۔ ان کے علاوہ مکرم مولوی عبد الرحمٰن صاحب مصری، مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل (جٹ)، مکرم چوہدری غلام حسین صاحب (اوورسیئر) اور مکرم مولوی تاج الدین صاحب کو بھی بطور ناظم دارالقضاء خدمت کی توفیق ملی۔

تقسیم ہند کے بعد دارالقضاء کا مرکزی دفتر بھی ربوہ میں قائم ہو گیا۔تاہم تقسیم ہند کے بعد 1951ء میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے دارالقضاء قادیان نے دوبارہ کام شروع کر دیا تھا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب پہلے صدر قضاء قادیان

مقرر ہوئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں پیشگوئی فرمائی تھی کہ:

''وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا۔ . . اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ . . اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔''

چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے عظیم الشان کارناموں میں ایک بہت بڑا کارنامہ جماعتی انتظامی ڈھانچہ کی تشکیل اور اس کو مستحکم بنیادوں پر قائم کرنا تھا۔ اسی کے ساتھ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے احمدیوں کے سول نوعیت کے تنازعات، بلامعاوضہ حل کرنے کے لئے دارالقضاء کے نام سے ایک ادارہ قائم فرمایا۔ اس کی نہ صرف مستقل راہنمائی فرمائی بلکہ بہت سے تنازعات کے خود فیصلے فرما کر قاضیوں کے لئے راہنمائی کا بہت بڑا ذریعہ مہیا کردیا۔

خلافت راشدہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہی باقاعدہ انتظامی ڈھانچے کی بنیاد رکھی گئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہی قضاء کا ادارہ مستحکم بنیادوں پر قائم ہوا۔ جماعت احمدیہ میں بھی خلافت ثانیہ میں ہی جماعت کے انتظامی ڈھانچے کی بنیاد رکھی گئی اور خلافت ثانیہ میں ہی قضاء کا ادارہ بھی مستحکم بنیادوں پر قائم ہوا۔

قضائی معاملات میں کسی بھی ادارے کے استحکام کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اس کے باقاعدہ قواعد مرتب ہوں اور طریق کار وضع کیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حوالہ سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو تفصیلی ہدایات سے نوازا۔ قضائی حوالہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ خط ایک بہت بڑی راہنمائی ہے۔ حضرت عمرؓ خود قضائی نظام کی نگرانی اور راہنمائی فرماتے۔ جہاں دیکھتے کہ قاضیوں سے غلطی ہورہی ہے وہیں ان کی اصلاح فرماتے۔ اسی طرح حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جب قضائی نظام قائم فرمایا تو خلفائے راشدین کی روایات کے مطابق آپ نے نہ صرف خود فیصلے فرمائے بلکہ ہر لمحہ قضائی نظام کی نگرانی اور راہنمائی فرماتے رہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں پہلی دفعہ 1938ء میں دارالقضاء کے باقاعدہ قواعد مرتب ہوئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بعض اوقات قاضی کے تقرر کے لئے باقاعدہ امتحان اور جائزہ لیتے تھے۔ اسی طرح حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بھی مجلس مشاورت 1944ء میں ایک تجویز کی منظوری عطا فرماتے ہوئے قاضیوں کے لئے باقاعدہ نصاب تیار کرنے کے لئے کمیٹی مقرر فرمائی۔

(رپوٹ مجلس مشاورت 7، 8، 9 اپریل 1944)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بابرکت عہد میں قضاء کو انتظامی امور سے الگ کیا گیا۔ اسی طرح حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بھی باقاعدہ اس حوالہ سے قاعدہ بنادیا کہ انتظامی ادارے قضاء میں دخل نہیں دے سکیں گے اور قضاء کا بھی کوئی کام نہیں کہ انتظامی اداروں کے کام میں مداخلت کرے۔ پہلے قضاء کے قواعد صدر انجمن احمدیہ کے قواعد میں شامل تھے۔ لیکن پھر قواعد قضاء انجمن کے قواعد سے الگ کردیے گئے۔ (بحوالہ ریزولیشن 669/11.11.1942)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے یہ قاعدہ منظور فرمایا کہ:

''مقدمات جن کے متعلق قوانین بنانے کا کسی انجمن احمدیہ کو اختیار نہیں ہے۔ یہ پبلک کے حقوق کا سوال ہے۔ جو صرف خلیفۂ وقت بذات خود یا بعد مشورہ مجلس شوریٰ طے کرسکتے ہیں''

حضور کا یہ ارشاد خلافت خامسہ میں منظور شدہ قواعد کے قاعدہ نمبر 6 میں شامل کردیا گیا ہے۔

اسی طرح حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے قضاء کو بھی اس امر کا پابند کردیا کہ وہ بھی انتظامی معاملات میں مداخلت نہیں کرسکتی۔ فرمایا:

قضاء انجمن ہائے جماعت احمدیہ کے انتظامی امور میں دخل نہیں دے سکتی۔

(بحوالہ قاعدہ نمبر 34۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھیں قواعد وضوابط دارالقضاء صفحہ نمبر 18۔ شائع کردہ نظامت دارالقضاء، ربوہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جب ایک شخص نے گھوڑے کی خرید پر اختلاف کیا تو اس وقت بھی اس شخص کے کہنے پر آپ قاضی شریح (ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلی بار قاضی کے عہدہ پر فائز کیا) کے پاس فیصلہ کے لئے تشریف لے گئے۔

اسی طرح حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بھی عدل و انصاف کا عظیم الشان نمونہ قائم کرتے ہوئے ذاتی حیثیت میں یعنی بطور حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب بذریعہ مختار مکرم مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب قضاء میں دعویٰ دائر کیا۔ ایک معاملہ عام احمدی کے خلاف اس کی ذاتی حیثیت میں تھا۔ اس میں تو باقاعدہ فیصلہ ہوا۔ تاہم دوسرا ذاتی لین دین کے حوالہ سے ایک جماعتی ادارے کے خلاف فہمید حساب کا تھا۔ وہ ادارہ جو براہ راست حضور کا اپنا قائم کردہ تھا۔ اگر حضور چاہتے تو اس کو حکم بھی کرسکتے تھے اور خلیفہ وقت کا حکم ہر احمدی کے لئے واجب الاطاعت ہوتا ہے تاہم چونکہ ذاتی لین دین میں حساب فہی کا معاملہ تھا حضور نے پسند نہ فرمایا کہ بطور خلیفہ ان کو حکم جاری کریں۔ بلکہ باقاعدہ قضاء میں حساب فہی کی درخواست دی۔ ان کی تفصیل دارالقضاء ربوہ کی طرف سے شائع کردہ کتاب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے قضائی فیصلے حصہ دوئم میں موجود ہے۔

عائلی معاملات خاندانوں میں بے چینی پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں اس لئے ان کے جلد حل کی طرف توجہ دلائی اور ان کے فیصلے کے لئے قضاء کا ایک مرحلہ بھی کم کردیا۔

معاشرے کے کمزور طبقوں کا اس قدر احساس تھا کہ ایک بیوہ کی تاخیر کی شکایت پر فرمایا کہ جلد مسئلہ حل کیا جائے۔ بیواؤں اور یتیموں کو دکھ دینا لعنتی کام ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے فیصلہ جات میں جابجا ہمیں راہنمائی ملتی ہے کہ کس طرح آپ نے انصاف کے فروغ کے لئے کارروائی فرمائی ایک جگہ فرمایا کہ حق خواہ امیر کا ہو یا غریب کا حقدار کو اس کا حق ملنا چاہیے۔ یہ نہ ہو کہ امیر کا حق اس لئے دبا دیا جائے کہ لوگ اعتراض کریں گے کہ امیر ہے اس لئے اس کے حق میں فیصلہ کردیا۔ قضاء کو صرف انصاف کو سامنے رکھنا چاہیے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے قضائی نظام کے استحکام کے لئے سینکڑوں فیصلے فرمائے۔ آپؓ کے فیصلے پرشوکت اور عدل و انصاف کی عظیم بلندیوں پر فائز نظر آتے ہیں۔ آپؓ اپنی بے پناہ مصروفیات میں سے وقت نکال کر لوگوں کے ذاتی مسائل حل کرنے کے لئے مسل کا بڑی تفصیل سے مطالعہ فرماتے تھے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے قضائی فیصلہ جات پر مشتمل کتاب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے قضائی فیصلے و ارشادات دارالقضاء ربوہ کو شائع کرنے کی توفیق ملی ہے۔ بلاشبہ دارالقضاء کا قیام حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔

اک وقت آئے گا کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

عہد خلافت ثالثہ میں نظام قضاء

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جب منصب خلافت پر متمکن ہوئے تو قضاء کے حوالہ سے آپ کا ابتدائی ارشاد تھا کہ:

''حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخری چند سالوں میں اپنی بیماری کی وجہ سے بورڈ قضاء کے فیصلوں کے خلاف اپیل سماعت نہ فرماتے تھے۔ بورڈ قضاء کا فیصلہ آخری ہوتا تھا۔ مگر اب بورڈ قضاء کے ہر فیصلے کی اپیل میرے پاس ہوسکے گی۔ خواہ میعاد اپیل گذر چکی ہو۔ جس کا فیصلہ میں خود کرونگا۔''

چنانچہ اس کے بعد بورڈ کے فیصلہ جات پر کثرت سے اپیلیں حضور کی خدمت میں پیش ہوتی رہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ لمبا عرصہ کام کرنے کی توفیق پانے والے محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب نے بھی خاکسار کو بتایا اور اَمسِلہ سے بھی یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ حضور کی زیادہ تر کوشش ہوتی تھی کہ کسی طرح لوگوں کے تنازعہ کا حل نکل آئے اور جو کسی کا حق نہیں دے رہا اس کو سمجھ لگ جائے اور وہ حق دینے پر آمادہ ہوجائے۔ اس طرح نہ صرف حقدار کو اس کا حق مل جائے بلکہ حق دبانے والا بھی ظلم سے بچ کر خدائی ناراضگی سے محفوظ ہوجائے۔

بعض امسلہ میں لوگوں نے دس دس دفعہ حضور کی خدمت میں لکھا اور دس دفعہ ہی حضورؒ نے قضاء سے رپورٹس طلب فرمائیں۔ ایک معاملہ جس کا بطور سپیشل جج حضرت مرزا طاہر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی فیصلہ فرمایا تھا۔ اس کے بعد حضور کی خدمت میں اس پر اپیل کی گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا۔ پھر کسی فریق نے کوئی اعتراض کردیا۔ غرض کئی دفعہ یہ معاملہ پیش ہوتا رہا۔ ایک وقت آیا کہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ مکرم ناظر صاحب اعلیٰ، ناظر صاحب امور عامہ اور ناظم صاحب دارالقضاء کے ہمراہ موقع پر دارالرحمت ربوہ تشریف لے گئے اور بعد ملاحظہ فیصلہ فرمایا اور ساتھ ہی فرمایا کہ اب اس کے بعد میں ان کا اس بارے میں کوئی جھگڑا نہ سنوں گا۔

خلافت ثالثہ میں 1977ء میں پہلی بار پاکستان اور ہندوستان سے باہر انگلستان میں قضاء کا قیام عمل میں آیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کو پہلا صدر قضاء بورڈ انگلستان مقرر فرمایا۔ (حضرت خلیفۃ المسیح الثالث علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قضائی فیصلے و ارشادات شائع کردہ نظامت دارالقضاء ربوہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے و ارشادات کے عنوان سے ایک کتاب بھی دارالقضاء ربوہ سے شائع ہوچکی ہے۔

عہد خلافت رابعہ میں دارالقضاء

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ نے 30 اپریل 1966ء کو ارشاد فرمایا کہ اب بورڈ قضاء کے ہر فیصلے کی اپیل میرے پاس ہوسکے گی خواہ میعاد اپیل گزر چکی ہو جس کا فیصلہ میں خود کروں گا۔ خلافت ثالثہ کے دور میں یہی طریق جاری رہا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ جب مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ نے مورخہ 7 جولائی 1982ء کو بورڈ قضاء کے طریق کار میں تبدیلی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

''خلیفۂ وقت کا یہ حق ہے کہ جس کیس میں چاہے بورڈ قضاء کے فیصلے کے خلاف اپیل سن سکے سوائے اس کے کہ وہ خود پارٹی ہو۔ لیکن عام دستور یہ ہوگا

اگر قضاء تین ممبروں پر مشتمل ہو تو ان کے فیصلہ کے خلاف اپیل بورڈ قضاء ہی سنے گا لیکن اس مرتبہ اپیل سننے والے منصفین کی تعداد پانچ ہوگی۔ جب تک کوئی خلیفہ اس طریق کو نہ بدلے یہی طریق جاری رہے گا۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ مسلسل قضاء کی اور قضائی فیصلہ جات کی نگرانی فرماتے رہے۔ خلافت احمدیہ کے قیام کا مقصد ہی شریعت کا احیاء اور اس کا نفاذ ہے اس لئے خلفاء کے لئے یہ بات ناقابل برداشت ہے کہ جماعت کی کسی بھی سطح پر کوئی ایسا فیصلہ ہو جس میں شریعت کا کوئی بھی پہلو دانستہ یا نادانستہ نظر انداز ہوگیا ہو۔ اس حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

''میری یہ ہدایت سب قاضیوں تک پہنچادی جائے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی قضاء کا عدل وانصاف غیر جانبداری اور وقار ہر تعلق سے اعلیٰ اور ارفع ہونا چاہئے۔ تا کبھی کسی کو اس پر کوئی حرف رکھنے کا موقع نہ مل سکے۔''

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے قضائی فیصلے وارشادات۔ کیس نمبر 17 صفحہ نمبر 89۔ شائع کردہ دارالقضاء ربوہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے و ارشادات کے عنوان سے ایک کتاب بھی دارالقضاء ربوہ سے شائع ہوچکی ہے۔

عہد خلافت خامسہ میں دارالقضاء

حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ 22 اپریل 2003ء کو منصب خلافت پر متمکن ہوئے۔ ہر خلافت کی طرح خلافت خامسہ میں بھی خدا تعالیٰ کی تائید ونصرت کے بے پناہ نظارے نظر آرہے ہیں۔ آپ کی قیادت میں جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دن دوگنی رات چوگنی ترقیات کی منازل طے کرتی چلی جارہی ہے اور مخالفتوں کی تند وتیز آندھیوں کے باوجود احمدیت کا جھنڈا بلند سے بلند تر ہوتا جارہا ہے۔

آپ کے بارے میں جہاں اور بہت سی پیشگوئیاں ہیں وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک رؤیا بھی ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:

شریف احمد کو خواب میں دیکھا اُس نے پگڑی باندھی ہوئی ہے اور دو آدمی پاس کھڑے ہیں۔ ایک نے شریف احمد کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ

''وہ بادشاہ آیا''

دوسرے نے کہا کہ **ابھی تو اِس نے قاضی بننا ہے۔** فرمایا۔ قاضی حَکَم کو بھی کہتے ہیں۔ قاضی وہ ہے جو تائیدِ حق کرے اور باطل کو رَد کرے۔ (تذکرہ صفحہ نمبر 584)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ قاضی حکم کو

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بھیرہ میں خطاب فرمارہے ہیں

بھی کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں حکم کا لفظ تنازعات کا فیصلہ کرنے کے حوالہ سے بھی متعدد جگہ استعمال ہوا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید میں آتا ہے:

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ (ص:27)

"اے داؤد! ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے پس تو لوگوں میں انصاف کے ساتھ حکم کر۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رؤیا کے الفاظ کہ "ابھی تو اس نے قاضی بننا ہے" اس کے بہت سے مفاہیم اور پہلو ہوسکتے ہیں۔ تاہم ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ کے بابرکت عہد میں قضاء اور قضائی معاملات کی طرف حضور پُرنور کی بہت زیادہ توجہ ہوگی۔ کیونکہ حکم اور قاضی کا ایک کام لوگوں کے مابین تنازعات کا فیصلہ کرنا بھی ہوتا ہے۔

چنانچہ آپ ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

"بہرحال جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ اصل کام ظلم کو ختم کرنا ہے اور انصاف قائم کرنا ہے اور خلافت کے فرائض میں سے انصاف کرنا اور انصاف کو قائم کرنا ایک بہت بڑا فرض ہے۔"

(خطباتِ مسرور جلد چہارم صفحہ 572 خطبہ جمعہ فرمودہ 10 نومبر 2006ء)

چنانچہ قضائی ریکارڈ اس پر گواہ ہے کہ احمدیوں کے باقاعدہ قضائی معاملات اور باہمی تنازعات کے فیصلوں اور انصاف مہیا کرنے کے لئے آپ کا کس قدر قیمتی وقت صرف ہورہا ہے اور فیصلوں کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کے 18 سے زائد ممالک میں قائم دارالقضاء کو آپ کی مستقل نگرانی اور راہنمائی کی سعادت بھی مل رہی ہے۔

دارالقضاء ربوہ کو چونکہ سب سے زیادہ خلفائے سلسلہ کی راہنمائی میسر بھی رہی اور اب بھی یہ سعادت حاصل ہے۔ اس لئے خلفائے سلسلہ کے فیصلوں کا ریکارڈ بھی یہیں موجود ہے۔ دارالقضاء ربوہ نے خلفاء سلسلہ کے فیصلوں کی اشاعت کے لئے جو طریق اختیار کیا اس کو مدنظر رکھتے ہوئے، ہمارے جائزہ کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے منصب خلافت پر متمکن ہونے کے بعد سے لے کر دسمبر 2018ء تک کے قضائی فیصلوں کی اشاعت تین جلدوں میں ممکن ہوسکے گی۔ انشاء اللہ۔ صرف آپ کے قضائی فیصلوں کی تعداد اور راہنمائی پر مبنی ارشادات اپنی ذات میں اس امر کی گواہی اور شہادت دے رہے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مذکورہ بالا رؤیا کا یہ پہلو بھی آپ کے بارے میں پوری شان وشوکت کے ساتھ پورا ہورہا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَیِّدْ اِمَامَنَا بِرُوْحِ الْقُدُس۔

باہمی تنازعات پر خلیفہ وقت کے صرف ہونے والے وقت کا ایک اجمالی جائزہ

احمدیوں کے باہمی معاملات اور تنازعات کے حل اور راہنمائی کے لئے خلفائے سلسلہ کا کس قدر وقت صرف ہوتا ہے اس کا معین اندازہ لگانا تو انسانی بس کی بات ہی نہیں۔ کیونکہ الا ماشاء اللہ ہر احمدی اپنا چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا معاملہ بغرض دعا و راہنمائی دربارِ خلافت میں پیش کرتا ہے۔ خلیفہ کی شفقت، دعا اور راہنمائی ہی اس کے لئے تسلی اور تشفی کا باعث ہوتی ہے۔ اس کے خوف کو امن میں بدلتی ہے، سکون دلاتی اور اطمینان عطا کرتی ہے۔ خاندانوں کے باہمی تنازعات ہوں، یا میاں بیوی کے جھگڑے، مالی لین دین ہو یا دیگر معاملات ان میں سے بیشتر ایک سے زائد دفعہ کسی نہ کسی رنگ میں خلفاء سلسلہ کے حضور پیش ہوتے ہیں۔ یہ سلسلہ ملاقاتوں، دعائیہ خطوط اور باقاعدہ اپیلوں غرض ہر صورت میں نظر آتا ہے۔

لیکن جہاں تک باقاعدہ قضائی معاملات میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آمدہ راہنمائی کا سلسلہ ہے تو اس کا کسی حد تک جائزہ پیش کیا جاسکتا ہے۔ تاہم یہ امر واضح رہے کہ دارالقضاء مرکزیہ ربوہ میں دنیا کے دیگر ممالک میں قائم قضاء کے معاملات کا سارا ریکارڈ پیش نہیں ہوتا۔ صرف بیرون ممالک کی قضاء سے انہی معاملات کا ریکارڈ یہاں آتا ہے جن پر اپیل دارالقضاء ربوہ کو موصول ہوتی ہے۔ کیونکہ قادیان کے علاوہ تمام ممالک کی اپیلیں دارالقضاء مرکزیہ کے پانچ رکنی بورڈ مرافعہ عالیہ میں پیش ہوتی ہیں۔

دارالقضاء ربوہ میں 22 مئی 2003ء سے لے کر اکتوبر 2018ء تک پیش ہونے والے احمدیوں کے تنازعات اور بیرون ممالک میں قائم قضاء سے آمدہ اپیلوں کا اگر جائزہ لیا جائے تو اس وقت تک کل 9482 دعویٰ جات وغیرہ موصول ہوئے۔ جن میں سے بعض باقاعدہ سماعت سے قبل ہی باہمی صلح یا بتراضی فریقین معاملہ طے ہونے کی وجہ سے داخل دفتر ہوگئے۔ جب کہ تقریباً 6700 تنازعات کے باقاعدہ قضائی فیصلے ہوئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان معاملات پر آنے والی راہنمائی اور فیصلوں کا اگر جائزہ لیا جائے تو اس وقت تک ہمارے ریکارڈ کے مطابق صرف دارالقضاء ربوہ کو 1615 کی تعداد میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات اور فیصلے موصول ہوچکے ہیں۔ اس طرح تقریباً ہر چوتھے کیس پر قضائی معاملہ حضور کی خدمت میں پیش ہورہا ہے۔

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ہمارے خلفائے سلسلہ کی کس قدر شفقت ہے کہ ان کا کس قدر وقت احمدیوں کے ایسے تنازعات کے حوالہ سے بھی صرف ہوتا ہے جو باقاعدہ قضائی طور پر فیصلہ پاتے ہیں یا قضاء میں پیش کئے جاتے ہیں۔ لین دین کے بعض تنازعات تو بہت معمولی مالیت کے بھی ہوتے ہیں۔ خلافت احمدیہ کے علاوہ ممکن ہی نہیں کہ دنیا کی دیگر کسی بھی مذہبی جماعت یا ملک کے سربراہ کے حوالہ سے اس طرح کی نظیر پیش کی جاسکے۔

بانئ دارالقضاء اور خلفائے سلسلہ اس حوالہ سے بہت زیادہ توجہ دیتے رہے کہ لوگوں کے تنازعات کے فیصلے جلد ہوں۔ کیونکہ اگر بلاضرورت انصاف کی فراہمی میں تاخیر ہو تو اس سے بہرحال معاشرتی مسائل جنم لیتے ہیں اور بعض اوقات تو تاخیر سے حقوق کا حصول افادیت ہی کھو بیٹھتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی بھی اس طرف خصوصی توجہ ہے۔ اس حوالہ سے بعض امور ذیل میں پیش ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے ایسے ارشادات ہیں جن میں حضور نے جلد فیصلہ کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اپیل کے مراحل میں کمی فرمائی۔

عائلی مسائل کے جلد حل کی طرف حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بار بار توجہ دلا رہے ہیں۔

خلع میں تو بعض اوقات عورت اپنی مرضی سے علیحدگی لے رہی ہوتی ہے۔ جب کہ طلاق دینے کا اختیار مرد کے پاس ہے۔ طلاق کے بعد مرد اگر حقوق کی ادائیگی نہیں کرتا تو عورت کو قضاء سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اس میں اپیل کے مراحل وہی قائم رہے یعنی پہلے قاضی اول کے بعد 2 اور پھر خلافت رابعہ میں قاضی اول کے بعد 3 ہوگئے۔ حقوق کی ادائیگی کے

حوالہ سے یہ مُطلّقہ عورتوں کے لئے کافی تاخیر کا باعث ہوتا۔ اس حوالہ سے رپورٹ حضور انور ایدہ اللہ کی خدمت میں پیش کی گئی جس پر حضور نے ناظم دارالقضاء ربوہ کو ارشاد فرمایا کہ:

''خلع اور طلاق کے کیسز میں تاخیر سے بچنے کے لئے آپ نے جو تجویز دی ہے اس کی روشنی میں آئندہ سے کیسز مزید بہتری اور جلد فیصلے کے لئے قاضی اول کے بعد سیدھے 5 رکنی مرافعہ عالیہ قضاء بورڈ میں جایا کریں۔''

(مکتوب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنام ناظم دارالقضاء ربوہ 26 اکتوبر 2007ء)

عورت کو اپنا مؤقف پیش کرنے کے لئے کسی رشتہ دار کو ساتھ بٹھانے کی اجازت

تنازعات میں عورت اپنا موقف پیش کرنے میں کمزور ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں بھی آیا ہے کہ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خواتین کی سماعت کے لئے یہ اصول مقرر فرمایا کہ:

''جب آپ اکیلی لڑکی کو بلاتے ہیں تو آئندہ اس کا اپنا کوئی مرد رشتہ دار یا کوئی عورت سپورٹ کے لیے ساتھ بٹھایا کریں۔ وہ کارروائی میں دخل نہ دیں۔ بس خاموشی سے وہاں بیٹھے رہیں تا کہ اکیلی لڑکی کو سہارا میسر رہے۔ اور اگر کسی کا کوئی رشتہ دار مرد یا عورت موجود نہ ہو تو مجھ سے پوچھ کر کسی اور عورت کو مقرر کیا جاسکتا ہے۔''

(آفس آرڈر نمبر 62 رجسٹر نمبر 1۔ بحوالہ ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنام صدر صاحب قضاء بورڈ مرکزیہ ربوہ فرمودہ 25 جنوری 2014ء)

تنفیذ کے طریق کار میں تبدیلی

قرآن کریم میں ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ کہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ قِسْطٌ اس انصاف کو کہتے ہیں جس میں حقدار کو اس کا حق بھی مل جائے یعنی محض فیصلہ نہ ہو بلکہ فیصلہ کی تنفیذ بھی ہو۔ اس لحاظ سے تنفیذ کا مرحلہ بھی بہت اہم ہے۔ دارالقضاء میں یہ طریق رائج تھا کہ کسی معاملہ کے حتمی فیصلہ کے بعد سرکاری عدالتوں کی طرح کسی فریق کی طرف سے تنفیذ کی درخواست آنے پر معاملہ تنفیذ کے لئے امور عامہ بھجوایا جاتا۔ بسا اوقات لوگوں کو اس حوالہ سے مکمل آگاہی نہیں ہوتی جس کی وجہ سے فیصلہ ہونے پر وہ مطمئن ہو کر بیٹھ جاتے ہیں کہ ہمیں حق مل جائے گا جب کہ دفتر قضاء تنفیذ کی درخواست آنے کا منتظر رہتا تھا۔ اس لئے یہ وقت بھی حضور انور کی خدمت میں پیش کی گئی جس پر حضور انور نے ناظم دارالقضاء ربوہ کے نام اپنے مکتوب میں فرمایا:

''آپ کا خط ملا جس میں تنفیذ کے طریق کار میں تبدیلی کے بارہ میں دو تجویزیں لکھی ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ آپ کی دونوں تجویزیں ٹھیک ہیں۔ آئندہ لین دین اور عائلی معاملات سے حتمی فیصلہ کے بعد مدت اپیل گزرنے پر قضاء خود ہی فیصلہ کو تنفیذ کے لئے امور عامہ بھجوادیا کرے۔''

ویڈیو لنک کے ذریعہ گواہی کی اجازت

اس وقت احمدی پوری دنیا میں موجود ہیں۔ باہمی رشتہ داریاں ہوں یا کسی قسم کی شراکت داری کسی تنازعہ کا پیدا ہونا بہر حال بعید از قیاس امر نہ ہے۔ لیکن مختلف ممالک میں پھیلے ہونے کی وجہ سے تنازعات کا حل دنیاوی عدالتوں کے دائرہ کار سے تو باہر ہے ہی لیکن اس امر میں بھی شک نہیں کہ دنیاوی عدالتوں میں ہونے والے بے پناہ اخراجات کے بھی بہت سے احمدی متحمل نہیں ہو سکتے۔ ایسی صورت میں خلافت احمدیہ کا احسان ہے کہ جس کی بدولت ہمیں باہمی تنازعات کے حل کے لئے ایک فورم مہیا ہے جس میں نہ کوئی کورٹ فیس ہے اور نہ ہی وکیل کرنے کی پابندی۔

لیکن فریقین اگر مختلف ممالک کے ہوں تو گواہیوں یا بیانات وغیرہ کے لئے دقت ہوتی تھی۔ یہ دقت جب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوئی تو آپ نے ویڈیو لنک کے ذریعہ گواہی ریکارڈ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ جس کے بعد سے باقاعدہ قاضی صاحبان حسب ضرورت ویڈیو لنک کے ذریعہ سے گواہیاں ریکارڈ کر رہے ہیں۔

مرکزی دارالقضاء ربوہ کا ریکارڈ کمپیوٹرائزڈ کرنا

تنازعات کے جلد حل اور لوگوں کو بروقت معلومات کی فراہمی کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ دارالقضاء کا ریکارڈ عمدگی سے ترتیب دیا گیا ہو۔ قضائی ریکارڈ کا رجسٹرز وغیرہ پر تفصیلی اندراج تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے شروع ہو چکا تھا۔ اس کے بعد قضائی علوم میں یہ علم باقاعدہ الگ شاخ کی صورت اختیار کر گیا۔ قضائی معاملات پر جو سینکڑوں کُتب تحریر ہوئیں ان میں کیسز کے اندراج کے طریق کار اور اس علم کی تفصیلات کے حوالہ سے ''کتاب السجلات'' کے عنوان سے الگ باب باندھے گئے۔ اس عنوان پر الگ کتب بھی تحریر ہوئیں۔ لیکن اب ضروری تھا کہ دنیا کی جدید ایجادات سے فائدہ اٹھایا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافت خامسہ میں 2006ء سے دارالقضاء میں آنے والے تنازعات کا تمام ریکارڈ کمپیوٹرائزڈ کر دیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے کئی زاویوں سے کیسز کی تفصیل اور اگر ان میں تاخیر ہو رہی ہو تو اس کا جائزہ لینے میں مدد ملتی ہے۔ ریکارڈ کمپیوٹرائزڈ ہونے کے حوالہ سے رپورٹ پیش ہونے پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ناظم دارالقضاء ربوہ کے نام از راہ شفقت ارشاد موصول ہوا:

''الحمدللہ کہ دارالقضاء ربوہ نے جنوری 2006ء سے اپنا ریکارڈ کمپیوٹرائزڈ کرنے کی توفیق پائی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور جملہ کارکنان کو اپنے فرائض اور ذمہ داریاں احسن رنگ میں ادا کرنے کی توفیق دے اور آپ سب کو مقبول خدمت دین کی توفیق عطا کرے۔ آمین''

(بحوالہ ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنام ناظم صاحب دارالقضاء ربوہ فرمودہ 29 مئی 2007ء)

خلافت خامسہ میں خلفائے سلسلہ کے فیصلہ جات کی اشاعت

خلافت کی برکات کا تو احاطہ ممکن ہی نہیں۔ ہمارا موضوع قضاء کے حوالہ سے ہے۔ قضاء پر سینکڑوں کتب لکھی گئی ہیں۔ لیکن جو راہنمائی ہمیں خلفاء کی طرف سے ملتی ہے ویسی راہنمائی خلافت راشدہ کے بعد سے خلافت احمدیہ کے قیام تک کسی کو نہیں مل سکی۔ اس احساس محرومی کا اظہار خلافت راشدہ کے بعد اس موضوع پر قلم اٹھانے والے بہت سے مصنفین نے کیا ہے کہ خلافت راشدہ تک ہمیں ان معاملات پر اتنی تفصیلی کُتب کی کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی کیونکہ خلافت موجود تھی جب مسئلہ بنا راہنمائی مل گئی۔ قاضی صاحبان کی راہنمائی کے لئے خلفائے سلسلہ کے فیصلوں کی اشاعت سے قبل قضاء میں قاضی صاحبان کی راہنمائی کے لئے چند فوٹو سٹیٹ کتابچہ وغیرہ موجود تھے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توجہ دلانے پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے قضاء کو قاضی صاحبان کی راہنمائی کے لئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ، حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے قضائی فیصلے و ارشادات شائع کرنے کی توفیق عطاء ہوئی۔

قواعد کی تیاری واشاعت

اس سے قبل دارالقضاء کے قواعد 1938ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے منظور شدہ ہی موجود تھے۔ لیکن زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے مطابق ان میں مناسب ترمیم اور اضافہ کی ضرورت تھی۔ اس حوالہ سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بھی ایک کمیٹی قائم فرمائی۔ بعد ازاں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی طرف سے بھی توجہ دلائی گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس حوالہ سے 9 افراد پر مشتمل ایک کمیٹی قائم فرمائی۔ کمیٹی نے مجوزہ قواعد تیار کر کے حضور کی خدمت میں بغرض منظوری پیش کر دیئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ناظم دارالقضاء ربوہ کے نام 5 صفحات پر مشتمل اپنے مکتوب آمدہ 21 جولائی 2015ء میں از راہ شفقت تفصیلی راہنمائی فرماتے ہوئے قواعد کی منظوری عطاء فرمائی اور چند ایک میں تبدیلی کا ارشاد بھی فرمایا:

''اس خط کے ذریعہ میں نے جن قواعد میں تبدیلی کا کہا ہے ان میں تبدیلی کر کے مجھ سے منظوری لے لیں۔ باقی قواعد منظور ہیں۔ اللہ تعالیٰ قضاء کو ان قواعد پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور قواعد کمیٹی کے تمام اراکین کو اس کی بہترین جزا دے۔ آمین۔''

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جن قواعد میں تبدیلی کا ارشاد فرمایا تھا، قواعد کمیٹی نے حسب ارشاد تبدیلی کر کے وہ قواعد دوبارہ بغرض منظوری حضور کی خدمت اقدس میں پیش کیے۔ بعد ملاحظہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان کی منظوری عطاء فرمائی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی حتمی منظوری کے بعد ان قواعد وضوابط پر عمل شروع کر دیا گیا۔ اب قواعد کتابی صورت میں طبع ہو چکے ہیں۔

قضاء میں انتظارگاہ کی تعمیر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک استفسار موصول ہوا کہ:

''آپ کا دفتر نیا بن رہا ہے کہ ابھی نہیں؟ مجھے شکایت ملی ہے کہ قضاء کے موجودہ دفتر میں خواتین کے بیٹھنے کے لیے کوئی مناسب جگہ نہیں ہے۔ عموماً صحن کے تین اطراف میں وہ تین بینچوں پر بیٹھی انتظار کر رہی ہوتی ہیں۔ جبکہ مرد بھی آجا رہے ہوتے ہیں اور اگر کسی وقت بارش اور بوندا باندی ہو یا آندھی اور تیز ہوا چل رہی ہو تو ان کا صحن میں بینچوں پر بیٹھنا اور بھی تکلیف دہ ہوتا ہے۔ کیا آپ کے ہاں کوئی انتظار گاہیں نہیں ہیں اور اگر نہیں تو عارضی طور پر اس کا کیا انتظام کیا جاسکتا ہے۔ اس کا بھی جائزہ لے کر بتائیں۔

(بحوالہ ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنام ناظم صاحب دارالقضاء ربوہ فرمودہ 26 مارچ 2015ء)

الحمدللہ کہ حضورِ انور کے ارشاد کی تعمیل میں جنوری 2016ء میں یہ انتظار گاہ مکمل ہو گئی اور فروری میں محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب (مرحوم) ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے اس کا باقاعدہ افتتاح فرمایا۔ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو اس انتظارگاہ کی تصاویر پیش کی گئیں جس پر حضورِ انور نے اظہارِ خوشنودی فرمایا۔

خلافت خامسہ سے قبل ربوہ کے علاوہ قادیان، برطانیہ، کینیڈا، امریکہ، جرمنی، بنگلہ دیش اور ڈنمارک میں باقاعدہ قضاء کا قیام عمل میں آچکا تھا۔ خلافت خامسہ میں اس وقت تک 11 نئے ممالک میں قضاء کا نظام قائم ہو چکا ہے۔ ان میں آسٹریلیا، ماریشس، انڈونیشیا، ہالینڈ، ملائیشیا، سویڈن، ناروے، بیلجیئم، نیوزی لینڈ اور تنزانیہ شامل ہیں۔ اس طرح کل 18 ممالک میں قضاء قائم ہو چکی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَيِّدْ اِمَامَنَا بِرُوْحِ الْقُدُسِ

انٹرنیشنل ریفریشر کورس کا انعقاد

دارالقضاء کا قیام یکم جنوری 1919ء میں عمل میں آیا تھا۔ یکم جنوری 2019ء کو اس کے قیام کو 100 سال پورے ہوئے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے لندن میں انٹرنیشنل ریفریشر کورس کا انعقاد عمل میں آیا۔ جس میں 15 ممالک سے 114 نمائندگان کو شمولیت کی توفیق ملی۔ یوکے سے 22۔ کینیڈا سے 11۔ ڈنمارک سے 3۔ ہالینڈ سے 4۔ ناروے سے 3۔ پاکستان سے 9۔ سویڈن سے 2۔ جرمنی سے 29۔ بنگلہ دیش سے 1۔ امریکہ سے 21۔ آسٹریلیا سے 2۔ انڈونیشیا سے 3۔ بیلجیم سے 2۔ بھارت سے 1، اور ماریشس سے 1 نمائندہ شامل ہوا۔

اس پروگرام کی سب سے اہم اور بابرکت بات یہ تھی کہ اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی۔ جس میں قاضی صاحبان کو براہ راست کسب فیض کا موقع ملا۔ بعد ازاں مختلف ممالک کی قضاء کے نمائندگان کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ گروپ فوٹو کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور کی صحت و عمر میں برکت عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں خلیفہ وقت کی منشاء کے عین مطابق بہترین رنگ میں خدمت کی توفیق عطاء فرمائے اور قضاء کو عدل و انصاف کا بہترین ادارہ بنادے۔ آمین۔

بقیہ: تعلیم نسواں کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کا نظریہ......از صفحہ 32

گھنٹہ روزانہ قرآن مجید کا ترجمہ یاد کرنے، مطلب سمجھنے اور مذہبی لٹریچر کے مطالعہ کے لیے لگائیں۔ ساتھ ہی میں ان محترمات کی خدمت میں بھی التماس کرتی ہوں جن کے ہاتھ میں قوم کی بچیوں کی تربیت کی باگ ڈور دی گئی ہے کہ اگر ہماری قوم کی بچیاں خدا تعالیٰ اور مذہب سے دور جا پڑیں تو وہ خدا تعالیٰ کے آگے جوابدہ ہوں گی۔ ان کا کام ہے کہ وہ نگرانی رکھیں کہ ہماری بچیاں علوم مروجہ کے ساتھ ساتھ دین بھی سیکھ رہی ہیں یا نہیں۔ اور ان کی تربیت صحیح رنگ میں ہو رہی ہے یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری بچیوں کو اپنا عبد بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارا نمونہ بھی صحابیاتؓ کے نمونہ کے مطابق ہو۔ (آمین۔ اللّٰھم آمین)

(الفضل 19 و 20 نومبر 1966ء)

☆...☆...☆

تعلیم نسواں کے متعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا نظریہ

(حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہؒ حرم محترم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ)

حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہؒ (حضرت چھوٹی آپا) حرم محترم حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی حضرت مصلح موعودؓ کے بارہ میں لکھی جانے والی مختلف تحریرات کا مجموعہ ''گل ہائے محبت، حضرت مصلح موعودؓ کی حسین یادیں'' کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اس کا ایک ایک مضمون حضرت مصلح موعودؓ کی پاکیزہ سیرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے۔ اس کتاب میں سے احمدی خواتین کی تعلیم کے بارہ میں ایک مضمون ہدیۂ قارئین ہے۔ یہ مضمون الفضل ربوہ 19و 20 نومبر 1966ء کی اشاعت میں شائع ہوا تھا۔ (مدیر)

علم انسان کی روح کی غذا ہے۔ علم سے ہی انسان کی انسانیت کے جوہر کھلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے اس کی روحانی تشنگی بجھانے کے لیے اسے علم عطا فرمایا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا (البقرہ:32) اس سے ظاہر ہے کہ تمام علوم کی ابتداء الہام کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اس آیت کی تفسیر فرماتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''پہلی چیز جس کی بنیاد انسان کی پیدائش کے بعد رکھی گئی وہ علم ہے۔ اور جس طرح خدا تعالیٰ نے ساری چیزیں ابتداء میں خود بنائی ہیں اور پھر ان کی ترقی انسان کے سپرد کی ہے اس طرح علم کی بنیاد خدا تعالیٰ نے خود رکھی اور اس کی ترقی انسان کے سپرد کر دی۔ جیسے پہلا آدم خدا تعالیٰ نے خود بنایا آگے ترقی انسانوں کے سپرد کر دی۔ پہلے آگ اللہ تعالیٰ نے پیدا کی پھر اس کا قائم رکھنا انسان کے سپرد کر دیا۔ اسی طرح تمام اشیاء کی ابتداء خدا تعالیٰ نے خود قائم کی اور انہیں آگے ترقی انسان نے دی۔ یہی حال علم کا ہے۔ پہلے علم خدا تعالیٰ نے دیا آگے اس میں ترقی انسان کرتے گئے۔ اسے بڑھاتے گئے اور ہم برابر ابتدا سے اب تک دیکھتے چلے آتے ہیں کہ انسان علم میں ترقی کرتا جا رہا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ اس قسم کے بھی موجود ہوتے ہیں جو علوم کی قدر نہیں کرتے اور ایسے وجود بھی ابتداء سے ہی چلے آئے ہیں۔ ایسے وجودوں کا نام ابلیس رکھا گیا ہے یعنی نا اُمیدی میں مبتلا رہنے والا۔ درحقیقت اُمید ہی تمام علوم کو بڑھانے اور ترقی دینے والی ہوتی ہے اور جتنی زیادہ اُمید ہوتی ہے اتنی ہی زیادہ علوم میں ترقی کی جاسکتی ہے۔

پس جب ابتدا سے انسان کی عظمت اور ترقی آدم سے مشابہ ہونے یعنی علم حاصل کرنے پر ہے اور علم سے مایوس ہونا ابلیس بننا ہے تو سمجھ لو انسان کے لیے کس قدر ضروری ہے کہ علم حاصل کرے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ اسلام کے معنی علم اور کفر کے معنی جہالت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے کئی جگہ جہالت کا لفظ کفر کے معنوں میں استعمال فرمایا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں مَنۡ لَّمۡ یَعۡرِفۡ اِمَامَ زَمَانِهٖ فَقَدۡ مَاتَ مِیۡتَةً جَاهِلِیَّةً کہ جو اپنے زمانہ کے امام کو نہیں پہچانتا وہ کفر کی موت مرتا ہے۔ پس ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ خود علم سیکھے اور علم پھیلانے کی کوشش کرے اور جس طرح مسلمان کے لفظ سے مرد مخاطب ہیں اسی طرح عورتیں بھی ہیں۔''

(الفضل 21 مارچ 1925ء صفحہ 2)

آنحضرت ﷺ کے اس فرمان کے مطابق کہ طَلَبُ الۡعِلۡمِ فَرِیۡضَةٌ عَلیٰ کُلِّ مُسۡلِمٍ وَ مُسۡلِمَةٍ ہر مسلمان مرد اور عورت کے لیے علم حاصل کرنا فرض ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت احمدیہ کی خواتین کی تعلیم کے لئے ازحد کوشش کی۔ جب اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو قادیان میں بچیوں کے لیے صرف ایک پرائمری سکول جاری تھا۔ جس میں تیس چالیس تک طالبات کی تعداد تھی۔ آپؓ نے خلیفہ ہوتے ہی عورتوں کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ فرمائی۔ پرائمری سکول سے مڈل سکول ہوا۔ مڈل سکول سے ہائی سکول بنا۔ ہجرت کے وقت قادیان میں دو زنانہ سکول تھے۔ ایک ہائی اور ایک مڈل۔ ہائی سکول کے ساتھ بچیوں کی اعلیٰ دینی تعلیم کے لیے بھی ایک دینیات کالج جاری فرمایا اور عورتوں کی تعلیم کے لیے 17 مارچ 1925ء کو آپ نے ایک مدرسۃ الخواتین جاری فرمایا جس میں آپ خود بھی پڑھایا کرتے تھے۔ یہ مدرسہ اس غرض سے جاری کیا گیا تھا تا جماعت کی مستورات دینی و دنیوی علوم کے زیور سے آراستہ ہو کر جماعت کی بچیوں کی تعلیم وتربیت میں حصہ لے سکیں۔ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں:

''عورتوں کی تعلیم سے مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی خاص دلچسپی ہے۔ میں نے محض اس کی وجہ سے لوگوں کے اعتراضات بھی سنے ہیں اور اختلافی آراء بھی سنی ہیں لیکن پھر بھی مَیں پورے یقین کے ساتھ اس رائے پر قائم ہوں کہ عورتوں کی تعلیم کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کرسکتی۔ جب جماعت احمدیہ کا انتظام میرے ہاتھ میں آیا اس وقت قادیان میں عورتوں کا صرف پرائمری سکول تھا لیکن مَیں نے اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو قرآن کریم اور عربی کی تعلیم دی اور انہیں تحریک کی کہ مقامی عورتوں کو قرآن کریم کا ترجمہ اور حدیث وغیرہ پڑھائیں۔ میں نے اپنی ایک بیوی کو خصوصیت کے ساتھ اس کے لیے تیار کیا اور میرا خیال تھا کہ وہ اپنی تعلیمی ترقی کے ساتھ دوسری عورتوں کو فائدہ پہنچائیں گی لیکن خدا تعالیٰ کی مشیت تھی کہ میرے سفر ولایت سے واپسی پر وہ فوت ہوگئیں۔''

(الفضل قادیان جلد 19 مورخہ 19 ستمبر 1931ء صفحہ 5)

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کے نزدیک عورتوں کا تعلیم حاصل کرنا قومی ترقی کے لیے بہت ہی ضروری تھا۔ آپؓ کی ذاتی دلچسپی کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ ہجرت کے بعد بھی جبکہ سارا ملک ایک بحران میں سے گزر رہا تھا، جماعت پر بھی بہت بڑا مالی بوجھ تھا، لیکن ربوہ کے آباد ہوتے ہی یہاں لڑکیوں کا سکول جاری کر دیا گیا۔ اور کچھ عرصہ گزرنے کے بعد 1951ء میں لڑکیوں کا کالج بھی جاری کر دیا گیا جو آج خدا تعالیٰ کے فضل سے پاکستان کے تمام زنانہ کالجوں کے مقابلہ میں ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ جہاں حضرت مصلح موعودؓ نے عورتوں کے لیے سکول اور کالج جاری فرمائے تا ان کی ذہنی نشوونما ہو، ان کی صلاحیتیں اُجاگر ہوں، وہ قومی نظام کا ایک کارآمد پرزہ بن سکیں، اردو لکھنا پڑھنا اس لئے سیکھیں تا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کرسکیں، وہ انگریزی بولنا اور پڑھنا اس لئے سیکھیں تا اسلام کو ان خواتین کے سامنے پیش کرسکیں جو انگریزی بولتی اور سمجھتی ہیں۔ وہاں کبھی بھی آپ کا مقصد یہ نہیں تھا کہ لڑکیوں کی تعلیم محض ڈگریاں لینے کے لئے ہو یا نوکریاں کرنے کے لئے بلکہ بار بار آپ نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں اس کو واضح فرمایا ہے کہ علم سے مراد دینی علم ہے۔ قرآن مجید کا علم ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''اس کے بعد میں تمہیں توجہ دلاتا ہوں کہ سب سے ضروری تعلیم دینی تعلیم ہے کس طرح سمجھاؤں کہ تمہیں اس طرف توجہ پیدا ہو۔ اس زمانے میں خدا تعالیٰ کا مأمور آیا اور اس نے چالیس سال تک متواتر خدا کی باتیں سنا کر ایسی خشیت الٰہی پیدا کی کہ مردوں میں سے کئی نے غوث، قطب، ولی، صدیق اور صلحاء کا درجہ حاصل کیا۔ ان میں سے کئی ہیں جو اپنے رتبہ کے لحاظ سے کوئی تو ابوبکرؓ اور کوئی عثمانؓ، کوئی علیؓ کوئی زبیرؓ، کوئی طلحہؓ ہے، تم میں سے بھی اکثر کو اس نے مخاطب کیا اور انہیں خدا کی باتیں سنائیں اور ان کی بھی اسی طرح تربیت کی مگر تب بھی وہ اس رتبہ کو حاصل نہ کرسکیں۔ اس کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے تم میں ایک صدیقی وجود کھڑا کیا مگر اس سے بھی وہ رنگ پیدا نہ ہوا۔ پھر خدا نے مجھ کو اس مقام پر کھڑا کیا اور پندرہ سال سے متواتر درس اور اکثر وعظ، و نصائح اور لیکچر میں دین کی طرف توجہ دلاتا رہا ہوں اور ہمیشہ یہی میری کوشش رہی ہے کہ عورتیں ترقی پائیں مگر پھر بھی اُن میں وہ روح پیدا نہ ہوسکی جس کی مجھے خواہش تھی۔ .... پچھلے دنوں میں نے یہاں کی عورتوں سے ایک سوال کیا تھا کہ تم کسی ایک عورت کا بھی نام بتاؤ جس نے قرآن کریم پر غور کر کے اس کے کسی نکتہ کو معلوم کیا ہو اس کی صرف یہ وجہ ہے کہ تم قرآن کو قرآن کر کے نہیں پڑھتیں اور نہیں خیال کرتیں کہ اس کے اندر علم ہے، فوائد ہیں، حکمت ہے بلکہ صرف خدائی کتاب سمجھ کر پڑھتی ہو کہ اس کا پڑھنا فرض ہے۔ اسی لیے اس کی معرفت کا دروازہ تم پر بند ہے۔ دیکھو قرآن خدا کی کتاب ہے اور اپنے اندر علوم رکھتا ہے۔

قرآن اس لیے نہیں کہ پڑھنے سے جنت ملے گی اور نہ پڑھنے سے دوزخ بلکہ فرمایا کہ فِیۡهِ ذِکۡرُکُمۡ اس میں تمہاری روحانی ترقی اور علوم کے سامان ہیں۔ قرآن ٹونہ نہیں۔ یہ اپنے اندر حکمت اور علوم رکھتا ہے۔ جب تک اس کی معرفت حاصل نہ کرو گی قرآن کریم تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ تم میں سے سینکڑوں ہوں گی جنہوں نے کسی نہ کسی سچائی کا اظہار کیا ہوگا۔ لیکن اگر پوچھا جائے کہ تمہارے اس علم کا ماخذ کیا ہے تو وہ ہرگز ہرگز قرآن کو پیش نہ کریں گے بلکہ ان کی معلومات کا ذریعہ کتابیں، رسائل، ناول یا کسی مصنف کی تصنیف ہوں گی اور غالباً ہماری جماعت کی عورتوں میں حضرت مسیح موعود کی کوئی کتاب ہوگی۔ تم میں سے کوئی ایک بھی یہ نہ کہے گی کہ میں نے فلاں بات قرآن پر غور کرنے کے نتیجہ میں معلوم کی ہے۔ کتنا بڑا اندھیر ہے کہ قرآن جو دنیا میں اپنے اندر خزانے رکھتا ہے اور سب بنی نوع انسان کے لیے یکساں ہے اس سے تم اس قدر لاعلم ہو۔ اگر قرآن کا دروازہ تم پر بند ہے تو تم سے کس بات کی توقع ہوسکتی ہے؟''

(مستورات سے خطاب 28 دسمبر 1929ء انوار العلوم جلد 11 صفحہ 58)

حضرت مصلح موعودؓ کی تقریر کا یہ اقتباس ظاہر کرتا ہے کہ آپؓ کے دل میں ایک آگ لگی ہوئی تھی کہ احمدیہ خواتین اور بچیوں میں قرآن مجید کا فہم ہو۔ وہ قرآن مجید ترجمہ سے پڑھیں، سمجھیں اور اس کے نور کی شمع سے دوسری خواتین کو منور کریں۔ ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں بارہا اپنی تقریروں میں آپؓ نے اس امر کا اظہار فرمایا کہ اصل علم دین کا علم ہے۔ لڑکیوں کو تعلیم دلوانے کی یہ غرض نہیں کہ بچیاں صرف حساب، انگریزی اور دوسرے علوم سیکھ کر ڈگریاں لے لیں یا نوکریاں کریں بلکہ اعلیٰ تعلیم سے مراد یہ ہے کہ جہاں دنیوی تعلیم حاصل کریں وہاں ساتھ ساتھ قرآن مجید کا علم، حدیث کا علم سیکھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پر عبور حاصل ہو۔ ہر مسئلہ کے متعلق صحیح علم ہو۔ تا جہاں اپنی جماعت کی بچیوں کی صحیح رنگ میں تعلیم و تربیت کرسکیں وہاں دوسری خواتین کے لیے ہدایت و اصلاح کا موجب بنیں۔ جہاں آپؓ نے سرتوڑ کوشش اس لیے کی کہ جماعت کی ایک بچی بھی جاہل نہ رہ جائے۔ لوگوں نے آپ کی مخالفت کی مگر آپ برابر جماعت میں بچیوں کے والدین کو ان کی تعلیم کی طرف توجہ دلاتے رہے۔ اور ان کی تعلیم کا انتظام کرتے رہے وہاں آپ نے اس امر سے تنفّر کا اظہار فرمایا کہ جب تعلیم عام ہوئی تو بچیوں کے والدین بجائے اس کے کہ دینی علم کی طرف توجہ دیتے ان کو ڈگریاں دلوانے میں فخر محسوس کرنے لگ پڑے۔ آپ نے جلسہ سالانہ 1933ء میں خواتین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''میں نہیں سمجھتا کہ سکندر یا تیمور کو ملک فتح کرنے کا اتنا شوق ہوگا جتنا کہ آج کل کے ماں باپ لڑکیوں کو اعلیٰ ڈگریاں دلانے کے شائق ہیں۔ یہ ایک فیشن ہوگیا ہے جو انگریزوں کی ریس اور تقلید میں ہے۔ اور اس فیشن کی رو جنون

کی حدتک پہنچ چکی ہے۔... پہلے جنون تھا جہالت کا اور اب جنون ہے موجودہ طریق تعلیم کا۔ حالانکہ یہ بھی ایک جہالت ہے۔.... آج کل عورتوں میں ڈگریاں پانے کا جنون پیدا ہو رہا ہے۔ وہ سمجھتی ہیں کہ ہم مہذب نہیں کہلا سکتیں جب تک کہ کوئی علمی ڈگری ہمارے پاس نہ ہو مگر یہ ان کی جہالت کا ثبوت ہے۔ میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ اپنی جماعت کی عورتوں کو جہاں تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دوں وہاں یہ بھی بتاؤں کہ کتنی تعلیم اور کیسی تعلیم حاصل کرنی چاہئے۔''

(مستورات سے خطاب جلسہ سالانہ 1933ء انوارالعلوم جلد 13 صفحات 307 تا 308)

پھر آپ نے فرمایا:

''ایک عورت ہے جو اپنی عمر کو ریاضی کے مسئلے سیکھنے میں گزار دے اور بچوں کی تربیت اور خانہ داری کے فرائض کو چھوڑ دے تو اسے عقلمند یا علم سیکھنے والی کون کہے گا۔ مرد تو ایسا علم سیکھنے کے لیے مجبور ہے کیونکہ اس نے روزی پیدا کرنی ہے۔ مگر عورت کو ریاضی کے سوال حل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ علم نہیں یہ جہالت ہے۔''

(مستورات سے خطاب جلسہ سالانہ 1933ء انوارالعلوم جلد 13 صفحات 308 تا 309)

تعلیم عام ہونے کے ساتھ جب لڑکیوں میں ڈگریاں لینے کا شوق پیدا ہوگیا اور دینی تعلیم سے بےتوجہگی ہوئی تو آپ نے عورتوں کو بار بار اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ تمہارا مقصد دینی تعلیم حاصل کرنا ہونا چاہیے تا کہ دین کی اشاعت میں تمہارا حصہ ہو۔ جب شادی ہو تو اولاد کی صحیح رنگ میں تربیت ہو۔ آپ نے ان کو قرآن مجید پڑھنے، احادیث پڑھنے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھنے کی طرف توجہ دلائی اور ساتھ ہی ان کے فرائض کی طرف بھی کہ اگر لڑکی ڈگری حاصل کرلے اور امور خانہ داری سے ناواقف ہو تو ایسی تعلیم کا کیا فائدہ۔ آپؓ نے فرمایا:

''عورتوں کا کام ہے گھر کا انتظام اور بچوں کی پرورش۔ مگر لوگوں کو عادت ہوتی ہے کہ دوسرے کی چیز کو اچھی جانتے ہیں اور اپنی شَے پسند نہیں کرتے۔ اس لیے یورپ کی عورتوں کی رِیس کرکے ہماری مسلمان قوم اپنی لڑکیوں کو ڈگریاں دلانا چاہتی ہے۔ حالانکہ عورت گھر کی سلطنت کی ایک مالکہ ہے اور ایک فوجی محکمہ کی گویا آفیسر ہے۔ کیونکہ اس نے پرورش اولاد کرنی ہے۔''

(مستورات سے خطاب جلسہ سالانہ 1933ء انوارالعلوم جلد 13 صفحہ 309)

آپ نے عورتوں پر اپنی مختلف تقاریر میں واضح کیا کہ قوم اور ملت کو فائدہ پہنچانے کے لیے ضروری ہے کہ دین کا علم حاصل کیا جائے اور ڈگریوں کے پیچھے نہ پڑا جائے۔ بہت کم عورتیں خدمت دین اور تبلیغ اسلام کرتی ہیں۔ آپؓ فرماتے ہیں:

''پس خدا اور رسول کی باتیں سنو۔ حضرت صاحب کی کتابیں پڑھو۔ ناولوں اور رسالوں کے پڑھنے کی فرصت مل جاتی ہے لیکن دینی کتابوں کے لیے وقت نہیں ملتا۔ کتنی شرم کی بات ہے کہ اب انگریز تو مسلمان ہو کر اردو سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت صاحب کی کتابیں پڑھیں مگر ہماری عورتیں اردو نہیں سیکھتیں۔ اور اگر کچھ شُد بُد پڑھ لیتی ہیں تو ناول پڑھنے شروع کر دیتی ہیں۔ علم دین سیکھو، قرآن پڑھو، حدیث پڑھو، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں میں علم و حکمت کی باتیں لکھی ہیں ان سے مفید علم سیکھو۔ بی اے، ایم اے کی ڈگریاں لینی دین کے لیے مفید نہیں ہیں۔

میں کہتا ہوں بی اے، ایم اے ہو کر کیا کرو گی؟ میں اپنی

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ دہلی میں جلسہ یومِ مصلح موعود سے خطاب فرما رہے ہیں (1944ء)

جماعت کی عورتوں کو کہتا ہوں کہ دین سیکھو۔ اور روحانی علم حاصل کرو۔ حضرت رابعہ بصری یا حضرت عائشہؓ کے پاس ڈگریاں نہیں تھیں۔ دیکھو حضرت عائشہؓ نے علم دین سیکھا اور وہ نصف دین کی مالک ہیں۔ مسئلہ نبوت میں جب ہمیں ایک حدیث کی ضرورت ہوئی تو ہم کہتے ہیں کہ جاؤ عائشہؓ سے سیکھو۔''

(مستورات سے خطاب جلسہ سالانہ 1933ء انوارالعلوم جلد 13 صفحہ 310 تا 311)

ہمیں اپنے کالج، سکول چلانے کے لیے استانیوں یا ہسپتالوں میں کام کرنے کے لیے لیڈی ڈاکٹروں کی یقیناً ضرورت تھی تا جماعت کے جاری کردہ ادارے کامیابی سے چل سکیں۔ اور احمدی بچیوں کو احمدی معلمات میسر آسکیں۔ لیکن ایک خاص حدتک معلمات اور لیڈی ڈاکٹروں کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر لڑکی ڈگری لے کر نہ معلمہ بن سکتی ہے نہ لیڈی ڈاکٹر۔ اس لیے آپ نے جماعت کی عورتوں اور بچیوں کی توجہ اس طرف مبذول کروائی کہ جس حدتک ہمیں ضرورت ہے اتنی لڑکیاں یا خواتین بےشک ڈگریاں حاصل کریں۔ ایم۔اے کرلیں لیکن ہر لڑکی کو ڈگریاں لینے کی بجائے اُن علوم کو سیکھنے کی ضرورت ہے جس سے وہ ہمارے معاشرہ کے لیے ایک کامیاب عورت ثابت ہو سکے۔ چنانچہ آپؓ نے فرمایا:

''پس ہمیں دیکھنا چاہیے کہ ہمیں کن علوم کی ضرورت ہے؟ ہمیں علم دین کی ضرورت ہے۔ کوئی لڑکی اگر ایم۔اے پاس کرلے اور اسے تربیت اولاد یا خانہ داری نہ آئے تو وہ عالم نہیں جاہل ہے۔ ماں کا پہلا فرض بچوں کی تربیت ہے اور پھر خانہ داری ہے۔ جو حدیث پڑھے، قرآن کریم پڑھے، وہ ایک دیندار اور مسلمان خاتون ہے۔ اگر کوئی عورت عام کتابوں کے پڑھنے میں ترقی حاصل کرے تا کہ وہ مدرس بن سکے یا ڈاکٹری کی تعلیم سیکھے تو یہ مفید ہے کیونکہ اس کی ہمیں ضرورت ہے۔ لیکن باقی سب علم لغو ہیں۔''

(مستورات سے خطاب 1933ء انوارالعلوم جلد 13 صفحہ 311)

علم دین سیکھنے کی طرف توجہ دلانے کے ساتھ ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے عورتوں اور لڑکیوں کو بار بار اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ مرد اور عورت کے قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق دائرۂ عمل الگ الگ ہیں۔ عورتوں یا لڑکیوں کا کام نوکریاں کرنا نہیں۔ بےشک اپنے ادارہ جات چلانے کی خاطر بعض خواتین اور بچیوں کو نوکریاں بھی کرنا ہوں گی مگر ان کی غرض خدمت دین، خدمت خلق اور خدمت قوم ہوگی نہ کہ پیسہ کمانا۔ عورت کا دائرۂ عمل اس کا گھر ہے اور لڑکی کو اعلےٰ تعلیم دینے کی غرض یہ ہے کہ وہ اپنے نیک و بد کو سمجھے۔ ایک اچھی بیٹی بنے، ایک اچھی بہن بنے، ایک اچھی بیوی بنے۔ جس گھر میں شادی ہو کر جائے ان کے لیے اچھی بیوی ثابت ہو اور جب اللہ تعالیٰ اسے اولاد سے نوازے تو بہترین ماں ثابت ہو۔ لیکن آج کل حال کیا ہے؟ لڑکیاں تعلیم اس لیے حاصل کر رہی ہیں کہ بڑی سے بڑی ڈگری حاصل ہو جائے خواہ دین بالکل نہ آئے۔ چودہ یا سولہ سال کا لگاتار عرصۂ تعلیم بسا اوقات ان کی صحتیں خراب کر دیتا ہے اور مناسب وقت ان کی شادی کا گزر جاتا ہے جس کی وجہ سے رشتے ملنے مشکل ہو جاتے ہیں۔ چونکہ لڑکیاں زیادہ پڑھ جاتی ہیں۔ اتنے پڑھے ہوئے احمدی لڑکے نہیں ملتے تو ماں باپ اس بنا پر انکار کر دیتے ہیں کہ لڑکی کی تعلیم زیادہ ہے اور لڑکے کی کم۔ انہی امور کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مصلح موعود نے 27 دسمبر 1938ء کو جلسہ سالانہ کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''آج کل کی تعلیم یافتہ عورتیں یہ سمجھنے لگ گئی ہیں کہ ہم بھی وہ سب کام کرسکتی ہیں جو مرد کرسکتے ہیں۔ اگر مرد کُشتی کرتے ہیں تو عورتوں نے بھی کُشتی لڑنی شروع کر دی ہے۔ حالانکہ کجا عورتوں کی شرم و حیا اور کجا کُشتی۔ اسی طرح عورتیں کہتی ہیں کہ ہم نوکریاں کریں گی۔ حالانکہ اگر وہ نوکریاں کریں گی تو ان کی اولادیں تباہ ہو جائیں گی وہ بچوں کی تربیت کیونکر کرسکیں گی۔ یہ غلط قسم کی تعلیم ہی ہے جس نے عورتوں میں اس قسم کے خیالات پیدا کر دئے ہیں۔... گھر میں سب سے قیمتی امانت بچہ ہے اور بچہ کی تعلیم و تربیت ماں کا اولین فرض ہے۔ اگر عورتیں نوکری کریں گی تو بچوں کی تربیت ناممکن ہے۔.. اگر آج کل کی مائیں اپنی اولادوں کی تربیت اسی طرح کرتیں جس طرح صحابیاتؓ نے کی تو کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ ان کے بچے بھی ویسے ہی قوم کے جانثار سپاہی ہوتے جیسے کہ صحابیاتؓ کی اولادیں تھیں۔ اگر آج بھی خدانخواستہ جماعت احمدیہ میں کوئی خرابی واقع ہوئی تو اس کی عورتیں ہی ذمہ وار ہوں گی۔''

(تربیت اولاد کے متعلق اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو انوارالعلوم جلد 15 صفحہ 217 تا 218)

اسی طرح آپ نے اپنی تقریروں میں عورتوں کی تعلیم کی طرف توجہ فرماتے ہوئے جہاں دینی تعلیم حاصل کرنے پر زور دیا ہے۔ انگریزی تعلیم کو بُرا نہیں کہا بلکہ اس کے جو بدنتائج نکل رہے ہیں ان کو ناپسند فرمایا ہے۔ اور جس نیت سے تعلیم حاصل کی جا رہی ہے اسے ناپسند فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے:

''پھر تعلیم جو تم پاتی ہو اس سے تمہارا مقصد نوکری کرنا ہوتا ہے۔ اگر نوکری کرو گی تو بچوں کو کون سنبھالے گا؟ خود تعلیم انگریزی بُری نہیں لیکن نیت بد ہوتی ہے اور اگر نیت بد ہے تو نتیجہ بھی بد ہوگا۔ اگر غلط راستے پر چلو گی تو غلط نتیجے ہی پیدا ہوں گے۔ جب لڑکیاں زیادہ پڑھ جاتی ہیں تو پھر ان کے لیے رشتے ملنے مشکل ہو جاتے ہیں۔ ہاں اگر لڑکیاں نوکریاں نہ کریں اور پڑھائی کو صرف پڑھائی کے لیے حاصل کریں۔ اگر ایک لڑکی میٹرک پاس ہے اور پرائمری پاس لڑکے سے شادی کرلیتی ہے تو ہم قائل ہو جائیں گے کہ اس نے دیانتداری سے تعلیم حاصل کی ہے۔''

(الازھار لذوات الخمار صفحہ 374)

ان مندرجہ بالا اقتباسات کی روشنی میں جو مَیں نے حضرت مصلح موعودؓ کی مختلف تقاریر سے جمع کیے ہیں آپ کا عورتوں کی تعلیم کے متعلق نقطہ نگاہ واضح ہو جاتا ہے۔ یہ تلخ حقیقت ہے کہ موجودہ طرز تعلیم لڑکیوں کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اور ان کو مذہب اور قوم سے عشق رکھنے والیاں بنانے کی بجائے مذہب سے بیگانہ، آزاد، خودسر، گھر سے بےخبر، نوکری کرنے کی شائق، بےپردہ بنا رہا ہے۔ حالانکہ ہمارے معاشرہ کو ضرورت ہے ایک اچھی شریف دیندار لڑکی کی۔ ایک اچھی بہو کی اور ایک اچھی ماں کی۔

پس مَیں اپنی نہایت عزیز بچیوں کو نصیحت کرتی ہوں کہ وہ مذہب سے بیگانگی اختیار نہ کریں۔ قرآن سیکھیں کہ یہی تمام علوم کا سرچشمہ ہے۔ جہاں وہ کئی گھنٹے اپنے کالج کی تعلیم پر خرچ کرتی ہیں وہاں کم از کم ایک ... باقی صفحہ 30 پر...

بریڈلاہال، ریٹی گن روڈ لاہور

(عون علی، حسیب احمد)

اپنی طرزِ تعمیر اور منفرد اہمیت کا حامل شاہکار، بریڈلاہال ریٹی گن روڈ لاہور پر واقع ہے۔ انیسویں اور بیسویں صدی کے سنگم پر تعمیر ہونے والا یہ ہال اپنی ذات میں خاص اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس ہال نے اپنے دَور کے معزز سیاسی، سماجی اور مذہبی رہنماؤں اور لیڈروں کی کسی نہ کسی وقت میزبانی کی۔

اس ہال کے حصہ یہ سعادتِ عظمیٰ بھی آئی کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موعود پسر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے یہاں کچھ لیکچرز ارشاد فرمائے جن میں سے ایک 23/فروری 1919ء کو ُاسلام اور تعلقات بین الاقوام ُ کے عنوان پر جبکہ ایک اَور 15 فروری 1920ء کو "کیا دنیا میں امن وامان کی بنیاد عیسائیت پر رکھی جا سکتی ہے؟" کے موضوع پر عطا فرمایا۔ یقیناً یہ لیکچرز مسلمانانِ برصغیر کی عظیم الشان رہنمائی اور اسلام کی وکالت کا بے مثال نمونہ ہیں۔

عمومی تعارف

سیاسی، سماجی اور نسلی قیدوں اور روایتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس ہال نے مسلمانوں، ہندوؤں، سکھوں کے سیاسی، سماجی اور ادبی پروگراموں کی میزبانی کا شرف حاصل کیا۔ یہاں پر بعض نہایت مشہور مشاعرے بھی منعقد ہوئے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ علامہ اقبال، مولانا ظفر علی خان، ڈاکٹر محمد اشرف، میاں افتخار الدین اور ملک برکت علی جیسے پاکستان کی آزادی کی مہم کے عظیم الشان لیڈرز نے بریڈلاہال میں تقاریر کیں۔ قائداعظم محمد علی جناح کا کم ازکم ایک ایسا لیکچر ریکارڈ پر موجود ہے جو آپ نے یہاں خلافت موومنٹ کے دوران 24 مئی 1924ء کو دیا۔

بریڈلاہال کی تعمیر اُن عطیہ جات سے ہوئی جو کہ انڈین نیشنل کانگرس کے سالانہ اجلاس منعقدہ لاہور میں اکٹھے کئے گئے تھے اور اس کا نام چارلز بریڈلا (Charles Bradlaugh) کے نام پر رکھا گیا جو برطانوی پارلیمنٹ کے ممبر تھے اور ہندوستان کو بطور ایک خودمختار ریاست آزاد کرنے کے حامی تھے۔ آپ کو ہندوستان کے لوگوں میں خاصی مقبولیت حاصل تھی۔

اصل میں اس ہال کی تعمیر کا سہرا سردار دیال سنگھ کو جاتا ہے جنہوں نے لاہور میں سیاسی پروگرام منعقد کرنے کے لئے ایک مناسب جگہ کی ضرورت کو محسوس کیا۔ اس وقت صرف دو ہال لاہور میں موجود تھے، ایک میونسپل دفاتر کی بلڈنگ جو کہ ٹاؤن ہال کے نام سے مشہور تھی اور دوسری لارنس گارڈن میں منٹگمری ہال۔ یہ دونوں حکومت کے زیرِ انتظام تھے اور سیاسی پروگراموں کیلئے میسر نہ تھے۔ چنانچہ لاہور کی قدیم ترین ایسوسی ایشن ُانڈین ایسوسی ایشن ُ اپنے پروگرامز سردار دیال سنگھ کے ہفتہ وار اخبار The Tribune کے دفتر کے صحن میں منعقد کیا کرتی تھی۔ سردار دیال سنگھ انڈین ایسوسی ایشن کے بانی ممبران میں سے تھے چنانچہ انہوں نے ایک ایسی عمارت کی ضرورت محسوس کی جہاں پر سیاسی جماعتیں اپنے پروگرامز آزادی کے ساتھ اور بسہولت منعقد کرسکیں۔ اسی طرح دیال سنگھ کی یہ بھی دیرینہ خواہش تھی کہ انڈین نیشنل کانگرس کا کوئی سیشن لاہور میں بھی منعقد ہو۔

چنانچہ 1888ء میں الٰہ آباد کے اجلاس کے دوران کانگرس کی طرف سے پنجاب کی میزبانی کی درخواست قبول کی گئی اور متفقہ طور پر لاہور میں دسمبر 1893ء میں اگلے اجلاس کا پروگرام رکھا گیا۔ دیال سنگھ اس اجلاس کی میزبانی کے انتظامات سنبھالنے کیلئے منتخب کئے گئے۔ یہ پروگرام نہایت کامیاب رہا اور اس کے سارے ٹکٹ قبل از وقت فروخت ہو گئے۔ چنانچہ اجلاس کے تمام اخراجات کے بعد بھی کانگرس دس ہزار روپے بچانے میں کامیاب ہوگئی۔ اسی بچی ہوئی رقم سے بریڈلاہال کی ابتدائی عمارت کھڑی کی گئی۔

آہستہ آہستہ بریڈلا ہال بعض لحاظ سے ہندوستان کا سیاسی مرکز بن گیا۔ یہاں سے ہندوستان کی بڑی بڑی تحریکات نے جنم لیا جن میں مزارعوں اور مزدوروں کی تحریک "پگڑی سنبھال جٹا" وغیرہ شامل ہیں۔ اسی طرح یہ ہال نوجوان بھارت سبھا وغیرہ کی تحریکات اور اجلاسات کا مرکز بنا رہا۔

اس کے ساتھ ساتھ بریڈلاہال میں سماجی، ثقافتی اور فنی تقریبات بھی منعقد ہوتی تھیں۔ ثقافتی سٹیج ڈرامے، مشاعرے وغیرہ اس ہال کی رونقوں میں اضافہ کا باعث بنتے رہتے۔ پارسی کمپنیاں مثلاً کواس جی اور حبیب سیٹھ وغیرہ کے ثقافتی پروگرام نہایت مشہور تھے۔ 1903ء میں نارائن پراساد بیتاب کا پروگرام ُکسوٹی ُ یہاں پر منعقد ہوا۔

اگرچہ آج یہ حال شکست وریخت کا شکار نظر آتا ہے لیکن یہ پرانی سی عمارت اپنے سینہ میں برصغیر پاک و ہند کی سیاسی، سماجی، مذہبی اور فنی سرگرمیوں کی ایک تاریخ سنبھالے کھڑی ہے!

ماخذ:

تاریخ احمدیت جلد 4،

روزنامہ الفضل قادیان دارالامان 26/فروری 1920،

-https://www.orientalarchitecture.com/sid/986/pakistan/lahore/bradlaugh-hall

-Revolution to ruins: The tragic fall of Bradlaugh Hall DAWN News SEP 26, 2015

☆☆☆☆☆☆

اوائل بیسویں صدی میں برصغیر پاک وہند کی سیاسی، سماجی وثقافتی سرگرمیوں کا روحِ رواں بریڈلاہال، ریٹی گن روڈ لاہور

بریڈلاہال کا اندرونی منظر

(تصاویر: عون علی)

خلافتِ ثانیہ کی کچھ یادیں

(سید ساجد احمد۔ امریکہ)

خاکسار 1948ء میں پیدا ہوا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ 1965ء میں رحلت فرما گئے جبکہ میری عمر کوئی سترہ سال تھی۔ گویا مجھے ہوش سنبھالنے سے لے کر کوئی سترہ سال کی عمر تک آپؓ کا مبارک دَور دیکھنے کی توفیق حاصل رہی۔ اس زمانہ میں جماعت کے اکثر اجلاس تلاوت قرآن کریم کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معروف اشعار سے شروع ہوتے تھے جو ہر بچے، جوان اور بوڑھے کے زبان زدِ عام تھے۔

لختِ جگر ہے میرا، محمود بندہ تیرا
دے اس کو عمر و دولت، کر دور ہر اندھیرا
دن ہوں مرادوں والے، پُر نور ہو سویرا
یہ روز کر مبارک، سُبحانَ مَن یَّرانی

خدا کا کیسا محبوب انسان تھا کہ جس کے لئے خداوندِ کریم نے اپنی جناب سے یہ انتظام فرمایا تھا کہ اُسے مسیح پاک کی مبارک زبان سے نکلی دعائیں اس کثرت سے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے احمدیوں کی زبانوں سے بلند اور مترنم آواز میں ملتی تھیں اور ہزاروں سامعین توجہ، شوق اور دلی محبت سے ان دعاؤں کو سنتے اور ساتھ ساتھ اپنے دلوں میں دہراتے تھے اور دل وجان سے آمین کہتے تھے۔

میرے دادا سید محمد یوسف شاہ صاحب نے ریٹائرڈ ہونے کے بعد اپنی زندگی خدمتِ دین کے لئے وقف کر دی اور موجودہ مسجد اقصیٰ ربوہ کے قریب مکان بنایا تھا۔ ان دنوں اس مکان کے دائیں پلاٹ میں ابھی مکان نہ بنا تھا اور پیچھے بھی جگہ خالی تھی اور مسجد اقصیٰ بھی ابھی نہیں بنی تھی۔ گھر کا پچھواڑہ موجودہ مسجد اقصیٰ کی طرف تھا۔ پچھلی دیوار کے ساتھ مرغیوں کا ڈربا تھا جو رات کے آخری لمحوں میں اکثر جنگلی بلوں کا نشانہ بنتا تھا۔ ڈربے کے پاس ہی چنبیلی اپنی خوشبو سے ماحول معطر رکھتی تھی۔ میرے دادا صبح سویرے فجر سے پہلے اٹھ کر اونچی آواز میں اوپر والی نظم میں سے دعائیں پڑھتے تھے۔ فجر کی نماز سے پہلے محلے کے بچے صلِّ علیٰ نبیّنا، صلِّ علیٰ محمد کا ورد کرتے ہوئے گلیوں سے گذرتے تھے کہ لوگ الصلوٰۃ خیر من النّوم کا احساس دلوں میں لئے اپنی قریبی مسجد میں نمازِ باجماعت کے لئے بروقت پہنچ جائیں۔

میرے دادا جان کو دفتر جائیداد صدر انجمن احمدیہ میں مختارِ عام کی خدمت کرنے کی سعادت حاصل تھی اور آپ اکثر اس سلسلے میں سفر پر جاتے تھے۔ میرے والد سید سجاد حیدر صاحب اپنی ملازمت کی وجہ سے پنجاب کے مختلف علاقوں میں رہے۔ ہم جب بھی اپنے عزیزوں کو ملنے یا سالانہ جلسے پر ربوہ جاتے تو دارالرحمت شرقی میں سیّد منزل میں ہی رہتے۔

کبھی کبھی دادا جان کی عمر رسیدہ پھوپھی صاحبہ سیالکوٹ سے تشریف لاتیں اور انہیں اپنی بیٹی کو ملنے جانا ہوتا تو انہیں دارالصدر لے جانے کی سعادت میرے سپرد ہوتی۔ باوجود بڑھاپے کے سفید برقعہ پہنتیں۔ اگر کوئی کہتا کہ اس عمر میں پردے کی کیا ضرورت ہے تو کہتیں کہ جو چہرہ پہچان کی ساری عمر نہیں دکھایا اب کیوں دکھاؤں۔

مجھے حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا کا ایک منزلہ مختصر گارے کا بنا مکان یاد ہے کہ میں اس کے سامنے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ یہ سادہ سا چھوٹا کچا مکان کچی سڑک پر تھا۔ مجھے ڈاکخانے کی کچی عمارت بھی کچھ یاد ہے۔ سارے رستے کچے تھے۔ دھول اڑتی تھی اور دھول ہی میں بے فکر چلتے پھرتے تھے۔ ان دنوں میری عمر تو بہت چھوٹی تھی اس لئے مجھ سے تو کوئی صلاح نہ لیتا تھا لیکن میں سب کچھ دیکھتا اور سنتا رہتا تھا۔ اس زمانے میں باتیں ہوتی تھیں کہ پرانی عمارتوں کو بطور یادگار رہنے دیا جائے یا گرا دیا جائے مگر بعض لوگ کہتے کہ زمانہ گذرنے کے ساتھ یہ شرک کا باعث نہ بن جائیں۔

مجھے ایک جلسے پر جانا بھی یاد ہے۔ بہت لوگ تھے۔ اس زمانے میں سب سفید لباس ہی پہنتے تھے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مختصر تقریر فرمائی جس کے کافی الفاظ مجھے یاد ہوتے تھے لیکن اب امتدادِ وقت نے فراموش کرا دیے ہیں مگر یہ یاد ہے کہ آپ نے قادیان کا اور قادیان دوبارہ جانے کا ذکر فرمایا اور اس بارے میں دعا کی تحریک فرمائی۔ جہاں میں اپنے ابا جان کے ساتھ کھڑا تھا وہاں سے سب نظارہ خوب اچھی طرح نظر آ رہا تھا۔

مجھے یہ بھی یاد ہے کہ ہم حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو دیکھنے بھی گئے۔ ایک لمبی قطار تھی جو ایک دروازے میں سے گذرنے کے بعد آہستہ آہستہ ایک تنگ رستے میں داخل ہو رہی تھی۔ دائیں اور بائیں اینٹوں کی پکی دیواریں تھیں۔ دائیں طرف خدا کا بہت ہی پیارا شخص ایک بہت ہی سادہ سی چارپائی پر لیٹا تھا۔ آپ کا مبارک چہرہ گزرنے والوں کی طرف تھا۔ چہرے پر رونق اور طمانیت تھی۔ آپ کا ایک یا دونوں گھٹنے اوپر اُٹھے تھے، ہاتھ میں الفضل پکڑا تھا اور اس پر آپ کی نظر تھی اور ہم قریب سے خاموشی سے دعائیں کرتے اور آپ کو دیکھتے گذرتے جاتے تھے۔

مجھے یہ بھی یاد ہے کہ ایک کھلی جگہ کچے میدان میں حضرت قمر الانبیاء رضی اللہ عنہ کھڑے تھے اور آپ سے مصافحہ کرنے والوں کی ایک قطار تھی جس میں میں اور میرے پیارے ابا جان کھڑے ہوگئے اور باری آنے پر مصافحہ کا شرف حاصل ہوا۔

جب میں دوسری، تیسری یا شاید چوتھی جماعت کا طالب علم تھا تو مجھے کچھ عرصہ ربوہ سکول جانے کا موقع بھی ملا۔ یہ سکول دار الرحمت میں ریلوے سٹیشن اور نصرت مسجد کے درمیان کچے بازار کے پاس ایک عمدہ عمارت میں تھا۔ جن سکولوں سے میں یہاں آیا تھا وہاں تو مٹی سے اٹے ٹاٹوں پر بیٹھتے تھے۔ یہاں تو بیٹھنے کے لئے میز کرسی تھی اور اساتذہ بہت محنتی، سختی سے قواعد پر عمل کرانے والے مگر دل کے حلیم اور ہمدرد تھے۔ یہاں تھوڑے عرصے میں ہی میں نے بہت سی ایسی باتیں سیکھیں جنہوں نے مجھے ربوہ سے پاکستان کے دوسرے سکولوں میں جانے کے بعد اساتذہ اور طلبا کی نظر میں امتیاز بخشا۔

میں اکال گڑھ موجودہ علی پور چٹھہ ضلع گوجرانوالہ میں چھٹی یا ساتویں جماعت میں طالبِ علم تھا۔ ہماری چھوٹی سی جماعت تھی۔ ایک گھر کی نچلی منزل کے ایک کمرے میں اکٹھے ہوتے تھے۔ یوم مصلح موعود آنے والا تھا۔ اس کا پروگرام بننے لگا تو حاضرین سے پوچھا گیا کہ کون کس موضوع پر کچھ تیار کرے گا۔ میں چھوٹا بچہ تھا۔ میں نے کہا کہ میں آخر میں وہ بات کہوں گا جو کسی نے نہ کہی ہو اور بیان سے رہ گئی ہو۔ ابا جان کو کتابوں اور علم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا اور گھر میں پڑھنے کو بہت کتابیں تھیں جن میں سے زیادہ تر احمدیت کے متعلق تھیں۔ ان میں 'الموعودُ' کتاب بھی تھی جس میں حضرت مصلح موعودؓ نے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر اپنے آپ کو پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق ہونا بیان فرمایا ہے۔ میری عمر کے لحاظ سے یہ کافی ضخیم کتاب تھی جسے میں اس سے قبل بھی کبھی کبھی پڑھتا رہتا تھا اور پیشگوئی کی عظمت پر حیران ہوتا تھا کہ کیسے ایک پسر موعود کی اتنی نشانیاں معین کی جا سکتی ہیں اور پھر اتنی خوبی سے پوری ہو سکتی ہیں۔ اگر ہم صرف اس ایک پیشگوئی پر ہی غور سے نظر کریں تو حضرت مسیح موعودؑ کے مقام کی عظمت روزِ روشن کی طرح کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی کتابوں میں یہ خوبی ہے کہ وہ بڑی آسان زبان میں اس طرح لکھی گئی ہیں کہ بڑے مشکل علمی مسائل بھی سہل معلوم دیتے ہیں اور آسانی سے سمجھ آجاتے ہیں۔ میں نے اس کتاب یعنی 'الموعودؑ' کا مطالعہ اس نظر سے کرنا شروع کر دیا کہ ہر بات کو سمجھ جاؤں تا کہ جلسے کے دن جو بات رہ جائے اسے بیان کر سکوں مگر چند روز بعد کتاب گم ہو گئی اور بڑی پریشانی کا سامنا پڑ گیا۔ مگر میں سوچتا رہا اور مختلف کتابوں کا مطالعہ کرتا رہا کہ مجھے تفسیر کبیر سے ہی ایک ایسی بات مل گئی جس کے متعلق میرا خیال ہو گیا کہ کسی اور کے ذہن میں نہیں آئے گی۔ چنانچہ جلسے کے دن اپنی باری آنے پر میں نے کہا کہ حضرت آدم سے لے کر آج تک جن خلفاء کے حالات کا ہمیں علم ہے اگر ہم ان پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہر خلیفہ انسانیت کو ایک نئی سمت لے کر جاتا ہے جس کا ادراک کئی دفعہ اس خلیفہ کی زندگی میں ہوتا ہی نہیں لیکن اس کی سمجھ بعض دفعہ اس کی زندگی میں ہی آجاتی ہے۔ اسی طرح ہمیں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی زندگی پر آپ کی زندگی میں ہی نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح آپ انسانیت کو ایک نئی سمت لے کر جا رہے ہیں اور بعض باتوں کا آپ کے اس جہان سے گذر جانے کے بعد دنیا کو علم ہوگا۔

آج آپ کے اس دنیائے فانی سے گذر جانے کے پچاس سال بعد ہی جب کہ میں یہ الفاظ لکھ رہا ہوں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اگر ہم صرف اس بات پر ہی غور کریں کہ آپ کی جاری کردہ تحریکِ جدید کے ذریعے سے ہی کس طرح دنیا بھر میں مسجدیں بنی ہیں، مراکز تبلیغ قائم ہوئے ہیں اور اسلام پھیلا ہے تو حیرت ہوتی ہے کہ اس تحریک نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے پورا ہونے میں کتنا بڑا کردار ادا کیا ہے کہ 'میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا'۔ اسی طرح نظر فرمائیں تحریکِ وقفِ جدید پر اور جماعت میں مختلف تنظیمی ادارے جو آپ نے قائم فرمائے اور ذیلی تنظیمیں تشکیل دیں کہ ان کے اثرات کیسے جاری وساری اور دائمی ہیں اور وہ کیسے دنیا کی حالت سال بسال بدلتے چلے جائیں گے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں موجودہ خلفاء کے خطبات کی طرح آپ کا خطبہ بھی الفضل میں چھپتا تھا۔ جن مسجدوں میں میں جمعہ پڑھنے جاتا تھا ان میں نماز جمعہ پر یہی خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ جن دوستوں کی الفضل تک رسائی تھی وہ خطبہ اپنی سہولت کے مطابق بھی پڑھ سکتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے کیسٹ ٹیپ کا سلسلہ شروع فرمایا اور پھر آپ نے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کی بنیاد ڈالی اور اب تو موبائل فون اور انٹرنیٹ نے خطبے تک پہنچ بہت ہی آسان کر دی ہے۔

الفضل بھی تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی جاری فرمایا تھا جس کے ذریعے احمدیہ خلافت کی آواز ہر احمدیہ خلافت کے زمانے میں نہ صرف مسیح پاک کے پروانوں تک بلکہ حق کی متلاشی ہر سعید روح تک حقیقی اسلام کا پیغام پہنچتا رہا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی زندگی کے آخری دنوں میں بھی میں ربوہ میں تھا۔ اس سے تھوڑا عرصہ ہی قبل دادا جان اس جہانِ فانی سے رخصت ہو چکے تھے۔ سب لوگ بڑے الحاح سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی صحت کے لئے دعائیں مانگتے تھے لیکن یہ دنیا فانی ہے اور ہر کسی نے چھوٹی یا لمبی عمر پا کر آخر کار اس جہان کو الوداع کہہ دینا ہے۔ ریلوے لائن کے ساتھ والی چھوٹی مسجد بشیر ہمارے گھر کے قریب تھی، وہاں جا کر لمبی نمازیں ادا کرتے اور لمبے سجدوں میں اپنے محبوب امام کی صحت وشفا کے لئے دعائیں کرتے لیکن ایک روز وہ خبر آ گئی جس کا ہمیں دھڑکا لگا تھا، حضرت مصلح موعودؓ کی وفات کا اعلان ہو گیا!! دنیا بھر سے لوگ ربوہ آنے شروع ہو گئے۔ مجلس انتخاب خلافت مسجد مبارک میں جمع ہوئی اور لوگ باہر نئے خلیفہ کے انتخاب کا اعلان سننے کو جمع ہو گئے۔ میں بھی اپنے والد صاحب کے ساتھ انتظار میں دعائیں کرتا کھڑا رہا۔ ہم مسجد کے احاطے سے باہر کھڑے تھے۔ خلافت ایک مقدس مقام ہے اور خدا تعالیٰ اپنی حکمت اور اپنے عالمگیر منصوبوں اور ارادوں کے مطابق اس امانت کو اپنے ایک بہادر، قوی اور امین شخص کو چن کر سونپ دیتا ہے اور اس کے ہاتھ میں فتح وظفر کی کنجیاں تھما کر اپنے فرمانبردار فرشتوں کو اس کی حمایت کی فضا پیدا کرنے کے اہم کام پر مقرر فرما دیتا ہے۔ ہمارے عزیزوں کے ذہنوں میں میرے دادا جان کا یہ کہنا پہلے سے جاگزین تھا کہ میرے بعد (حضرت) میاں ناصر (احمد، خلیفۃ المسیح الثالث رحمۃ اللہ علیہ) کا خیال رکھنا، سو جب تک خدا نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جانشین کو اس جہاں میں رکھا میں نے اپنے دادا جان کی نصیحت پر عمل کرنے کی پوری کوشش کی۔

جب بھی حضرت مصلح موعودؓ کی یاد آتی ہے، آپؓ کے لئے خود آپ ہی کی زبان سے سکھائی ہوئی دعا دل کی گہرائیوں سے ابل پڑتی ہے:

اِک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

آمین اللھم آمین۔

ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا
سالانہ چندہ خریداری
برطانیہ: تیس (30) پاؤنڈز سٹرلنگ
یورپ: پینتالیس (45) پاؤنڈز سٹرلنگ
دیگر ممالک: پینسٹھ (65) پاؤنڈز سٹرلنگ
(مینیجر)

رحمت کا نشان، فتح اور ظفر کی کلید

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی ملّی خدمات

(نصیر حبیب۔ لندن)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ جب مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے، مسلمانان ہندوستان ایک نازک دور سے گزر رہے تھے۔ دنیا تیزی سے تبدیل ہو رہی تھی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے نہ صرف مسلمانان ہندوستان کی بلکہ مسلمانان عالم کی بھی بے لوث راہنمائی کی۔ آپ نے جماعت کے سامنے تبلیغ اسلام کے لئے ایک عالمگیر نظام قائم کرنے کا اعلان کیا۔ کیونکہ آپ کی پیدائش کا مقصد ہی دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر کرنا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپؓ نے امت مسلمہ کی رستگاری کا بھی بیڑا اُٹھایا جو کہ ہندوستان میں اور ہندوستان سے باہر نہایت دگرگوں حالت میں تھی۔ جنگ عظیم اوّل کے آغاز کے ساتھ ہی ملک کی تمام سیاسی، مذہبی تنظیموں نے حکومت برطانیہ سے تعاون اور یکجہتی کا اظہار کیا لیکن صورت حال اُس وقت پیچیدہ ہوگئی جب اکتوبر 1914ء میں ترکی نے جرمنی کے حلیف کی حیثیت سے روس، برطانیہ اور فرانس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ مسلمانان ہندوستان میں تشویش کی لہر دوڑ گئی لیکن حکومت برطانیہ نے یقین دہانی کروائی کہ مقامات مقدسہ کی حرمت محفوظ رہے گی اور حکومت برطانیہ کی درخواست پر حکومت فرانس اور روس نے بھی اس قسم کی یقین دہانی کروائی۔ کانگرس کے بڑے بڑے لیڈروں کے علاوہ مسلم ریاستوں کے نواب، مسلم علماء اور سجادہ نشین اور دانشور حکومت برطانیہ کے وفادار رہے۔

اقبال نے خصوصی طور پر ایک مسدّس، دہلی کی جنگی کانفرنس کے لئے لکھی :

ہنگامہ وغا میں میرا سر قبول ہو
اہل وفا کی نذرِ محقر قبول ہو

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے 9 رنومبر 1914ء کو اپنے مضمون میں ترکی کے شامل جنگ ہونے کو بے سبب اور بے وجہ قرار دیا۔ لیکن حکومت ترکی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے مطابق اپنے انجام کی طرف بڑھ رہی تھی۔

اِدھر حکومت برطانیہ نے اپنی جنگ کو اخلاقی جواز دینے کے لئے ایک اہم اعلان کیا جب 20 راگست 1917ء کو وزیر ہند مانٹیگو (Montiguo) نے پالیسی بیان دیتے ہوئے اعلان کیا:

”حکومت کا منشاء ہندوستان کو صرف انتظام حکومت میں شریک کرنا نہیں بلکہ منتہائے مقصود یہ ہے کہ وہ حکومت خود اختیاری کے قابل ہو جائیں اور رفتہ رفتہ ملک کا پورا انتظام بالآخر ہندوستان کو سونپ دیا جائے گا۔“

حکومت برطانیہ کے اس پالیسی بیان کے بعد مسلمان اقلیت کو بھی اپنے مستقبل کے متعلق خدشات لاحق ہوگئے۔ مسلمان ہندوستان میں اقلیت میں تھے اور وہ سیاست میں ہندوستان سے بہت پیچھے رہ گئے اور وہ منظم بھی نہیں تھے جبکہ ہندوستان کی دیگر جماعتیں ہندوستان کے مفادات کے تحفظ کے لئے متفق اور متحد تھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ جماعت کو سیاست سے کنارہ کش ہو کر تبلیغ اسلام واحمدیت کی تلقین کرتے تھے لیکن حکومت برطانیہ کی طرف سے نئی پالیسی کا اعلان ہونے کے بعد محض اسلامی ہمدردی کی بنا پر مسلمانوں کی ترجمانی اور اُن کے مفادات کے تحفظ کے لئے میدانِ عمل میں آگئے اور آپ نے مصمم ارادہ کرلیا کہ ملکی امن کو برقرار رکھنے کے لئے حکومت سے تعاون بھی جاری رکھیں گے اور مسلم حقوق کو بھی پامال نہیں ہونے دیں گے۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 202)

چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے مطابق 15 رنومبر 1917ء کو احمدیہ وفد مسٹر مانٹیگو سے ملا اور مسلم مفادات کے تحفظ کے لئے مشورہ دیا کہ ”انتخاب کا کوئی ایسا طریق نہ رکھا جائے کہ جس میں قلیل التعداد جماعتیں نقصان میں رہیں۔ جیسا کہ مسلمانوں کی اکثریت بنگال اور پنجاب میں بہت ہی قلیل ہے۔ لہٰذا یہاں اقلیت کو weightage دینے کا مطلب مسلمانوں کی اکثریت کو اقلیت میں بدلنے کے مترادف ہوگا۔“

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 203)

یہاں یہ ذکر بے جا نہ ہوگا کہ مسلم لیگ نے معاہدہ لکھنؤ کے تحت پنجاب اور بنگال میں ہندوؤں کو weightage دے کر اپنی اکثریت کو اقلیت میں بدل لیا تھا۔ جسے بعد میں چوہدری خلیق الزماں نے مسلمانوں کی ناتجربہ کاری قرار دیا تھا۔

(Ch.Khaliq-uz-Zaman, Pathway to Pakistan, Lahore, Longman, 1961, P-37)

چوہدری خلیق الزمان بھی مذاکرات کرنے والی جماعت کا حصہ تھے لیکن اس وقت اس کے مضمرات کا کوئی اندازہ نہیں کرسکا۔ لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی نگاہ بینا نے اسی وقت اس کے مضمرات کا اِدراک کرلیا تھا۔ اس کے علاوہ احمدیہ وفد نے مسٹر مانٹیگو سے ملاقات میں یہ مطالبہ بھی کیا:۔

”کہ ہم بلحاظ سیاست انہی فرقوں کے ساتھ شامل ہیں جو ہماری طرح دعویٰ اسلام رکھتے ہیں۔ اس لئے ہمارا حق ہے کہ ہم اس حیثیت سے رائے دیں۔“

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 203)

اس سلسلہ میں یہ امر بھی واضح رہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ کا میدان سیاست میں قدم رکھنا ایک تو مسلم حقوق کی حفاظت کی خاطر تھا۔ اس کے علاوہ حضور سیاسی معاملات کو بھی دین کا جزو سمجھتے تھے۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 203)

11 رنومبر 1918ء کو جنگ عظیم اوّل کا خاتمہ ہوگیا۔ جنگ کے خاتمے پر تمام ملک میں خوشی منائی گئی۔

(شیخ عبدالقادر بی اے ایڈیٹر مخزن، اخبار حق لاہور 23 رنومبر 1918ء)

حضور خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جنگ عظیم اوّل میں کام آنے والے مسلمانوں کے بچوں کی تعلیم کے فنڈ کے لئے پانچ ہزار روپے عطا فرمائے۔

(الفضل 26 ردسمبر 1939ء)

جنگ عظیم اوّل کے خاتمے پر ہندوستان میں تمام مذہبی، سیاسی اور عوامی حلقے حکومت سے بہت سی اُمیدیں وابستہ کئے ہوئے تھے۔ لیکن حکومت بعض عناصر کی خفیہ انقلابی سرگرمیوں کی وجہ سے تشویش میں مبتلا تھی۔ لہٰذا اس کی روک تھام کے لئے حکومت نے رولٹ ایکٹ نافذ کر دیا جس کے تحت پولیس کو لامحدود اختیارات حاصل ہوگئے۔ اس پر سیاسی حلقوں میں ناراضگی اور مایوسی کی لہر دوڑ گئی۔ گاندھی جی نے اپریل میں سول نافرمانی کی تحریک کا اعلان کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں واقعات کا ایک ایسا سلسلہ شروع ہوا جو کہ 13 راپریل 1919ء کو جلیانوالہ باغ کے قتل عام پر منتج ہوا جس کے نتیجہ میں سینکڑوں کی تعداد میں ہلاکتیں اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ زخمی ہوئے۔

جہاں تک جماعت احمدیہ کے سیاسی مسلک کا تعلق تھا وہ ابتداء سے یہی رہا کہ کوئی ایسی بات نہیں ہونی چاہئے جو ملکی امن کو برباد کرنے والی ہو لیکن جہاں تک جلیانوالہ باغ میں تشدد آمیز کارروائی کا تعلق تھا جو جنرل ڈائر نے کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اسے وحشیانہ اور ظالمانہ قرار دیا۔

(ترک موالات اور احکام اسلام صفحہ 2-3، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ)

تحریک خلافت کا آغاز اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی بروقت راہنمائی

جب سے مسلم اقتدار ہندوستان میں ختم ہوا ترکوں کی سلطنت مسلمانان ہندوستان کے لئے ایک بہت بڑا نفسیاتی سہارا تھی اور وہ اس خیال سے مطمئن تھے کہ سلطنت ترکی اسلام کی عظمت رفتہ کی علامت کے طور پر برقرار ہے۔ پہلی جنگ عظیم کے خاتمہ پر ترکی کے مستقبل کا فیصلہ ہونے جا رہا تھا۔ مسلمانان ہندوستان تشویش میں مبتلا تھے۔

چنانچہ 31 رستمبر کو لکھنؤ میں ایک آل انڈیا کانفرس کا انعقاد ہوا جس میں حکومت کے خلاف منظم طریقے سے صدائے احتجاج بلند کرنے کی تجویز زیر غور آئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو بھی اس کانفرس میں خصوصی طور پر مدعو کیا گیا۔ حضور رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک مضمون ”ترکی کا مستقبل اور مسلمانوں کا فرض“ کانفرس میں بھجوایا۔ آپ نے پورا یقین دلایا کہ جماعت احمدیہ ترکوں کی سلطنت سے ہر طرح ہمدردی رکھتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے اس امر کی طرف بھی توجہ دلائی کہ ترکوں کے مستقبل کے بارے میں جن طاقتوں کو فیصلہ کرنا ہے ان میں صرف برطانیہ ہی ایک ایسی طاقت ہے جو اگرچہ مسلمان نہیں لیکن وہ اپنی مسلمان رعایا کے جذبات و احساسات کی وجہ سے کس حد تک مسلمانوں کی مدد کرنا چاہتی ہے۔ پس ہمیں برطانیہ پر اور زیادہ زور دینا چاہئے کہ ترکی کو دوسری حکومتوں کے سپرد نہ کیا جائے۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 222)

معاہدہ ترکیہ اور مسلمانان ہند کی بے چینی

فاتح اتحادی ممالک نے ترکی پر ذلت آمیز شرائط عائد کردیں جس کے تحت ترکی کے حصے بخرے کر دیے گئے۔ ترکی کا وجود آزاد و خود مختار ملک کے طور پر بالکل محدود بلکہ عملی طور پر ختم ہو کر رہ گیا۔ مسلمانان ہندوستان اس سلوک پر تلملا اُٹھے۔ 2 رجون 1920ء کو الہ آباد میں خلافت کمیٹی کے تحت کانفرنس منعقد کی گئی۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی صدر انجمن خدام کعبہ کی دعوت پر حضور رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک مضمون کانفرنس میں بھجوایا جس کا عنوان ”معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ“ تھا۔ آپ نے اپنے مضمون میں حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ترکی کے حقوق کا اتلاف ہوا ہے بعد ازاں آپ نے مختلف قسم کی تجاویز مثلاً ہجرت، جہاد اور ترک موالات کا تجزیہ کرتے ہوئے فرمایا ہجرت کا شرعاً کوئی جواز نہیں۔ نہ ہی سات کروڑ مسلمان ہندوستان چھوڑ کر کہیں جا سکتے ہیں۔

جہاد کے متعلق حضور رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حکومت کو باقاعدہ تسلیم کر کے اور رہنے کے بعد علَم جہاد بلند نہیں کیا جاسکتا۔ تحریک عدم تعاون اور ترک موالات کے متعلق فرمایا کہ اس فیصلہ سے لاکھوں مسلمان اپنی روزی اور تعلیم سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے اور ان حالات میں کہ مسلمانوں کے حقوق پہلے ہی تلف ہو رہے ہیں۔ اس فیصلہ سے آپ اپنے آپ کو اور زیادہ خطرہ میں ڈال دیں گے۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 258)

لیکن جذباتی تشنج کی اس فضا میں ہوش وخرد کی باتیں طاق نسیاں ہوگئیں اور مسلمان لیڈرز اور علماء نے جوش جنون میں یکم اگست 1920ء کو گاندھی جی کی قیادت میں تحریک عدم تعاون کا اعلان کردیا۔ گاندھی جی نے اس پروگرام کو ستیہ گرہ کا نام دیا۔

اس صورتحال میں حضور رضی اللہ عنہ نے اپنی تصنیف ”ترک موالات وہجرت“ میں تحریک عدم موالات اور ہجرت کی تحریک کا تجزیہ کرتے ہوئے ان کی بے بنیادی ظاہر کر دی اور ساتھ اسلامی تاریخ کے تناظر میں ایک نیا راستہ دکھایا۔ آپ نے ”تاریخ بغداد“ کی مثال دے کر ثابت کیا کہ اس وقت ترک موالات کی نہیں بلکہ موالات کی ضرورت ہے۔

یہ وہی مجرب موالات کا نسخہ ہے جس نے بغداد کی

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ، 61/میلر وزروڈ لندن کے سامنے رونق افروز ہیں

اسلامی حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے والے ہلاکو خاں کے پوتے کو اسلام کی غلامی میں داخل کر دیا تھا۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 261ء)

لیکن افسوس اس نازک دور میں جب سر سیّد جیسے عظیم لیڈرز کا دَور ختم ہو گیا تھا اور قائداعظم جیسے مدبر راہنما پس منظر میں چلے گئے تھے۔ مسلمانان ہند کی قیادت جذباتی لیڈروں اور کوتاہ فہم علماء کے ہاتھ میں آ گئی۔ تحریک خلافت کی حمایت کر کے گاندھی جی مسلمان علماء اور تحریک خلافت کے قائدین کی آنکھوں کا تارا بن گے اور تحریک خلافت کے قائدین وفور جذبات میں تمام حدیں پار کر گئے۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی پہلی کتاب سیرت گاندھی لکھی (نقوش آپ بیتی نمبر) مولانا شوکت علی نے کہا ”میں کہتا ہوں امام مہدی گاندھی جی ہیں“۔ مولانا محمد علی جوہر نے جیل سے پیغام بھیجا ”میں آنحضرت ﷺ کے بعد بے سوچے سمجھے مہاتما گاندھی کی پیروی کرتا ہوں۔“

امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری نے مسجد خیر الدین امرت سر میں کہا کہ میں مسٹر گاندھی کو نبی بِالْقُوَّہ مانتا ہوں۔

(اخبار اتفاق و ذوالفقار بحوالہ رہنمائے تبلیغ صفحہ 140—139 از سید طفیل محمد شاہ صاحب، بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 262)

لیکن افسوس جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے قبل از وقت انتباہ فرمایا تھا کہ اس تحریک عدم تعاون اور ہجرت نے مسلمانان ہندوستان کی حرماں نصیبی اور داغ ہائے سینہ کی سوزش میں اور اضافہ کے سوا کچھ نہ کیا جب تحریک ہجرت کے نتیجے میں 18 ہزار مسلمان اپنا گھر بار اور اسباب اونے پونے بیچ کر افغانستان ہجرت کر گئے۔ وہاں جگہ نہ ملی، واپس آئے تباہ حال، خستہ درماندہ تہی دست۔ (حیات محمد علی جناح دوسرا ایڈیشن۔ صفحہ 108) اپنے معصوم بچوں اور ضعیفوں کی قبریں پیچھے چھوڑ کر جو سفر کی صعوبتیں برداشت نہ کر سکے۔ اور یہی نہیں کہ تحریک عدم تعاون ہی مسلمانوں کے لئے بے نتیجہ ثابت ہوئی۔ بلکہ وہ پہلے سے بھی زیادہ وقف حرمان یاس ہو گئے۔ مسلمانوں کی قربانیوں اور چندوں سے گاندھی جی ایسے لیڈر بن گئے کہ اور کوئی انہیں چیلنج کرنے والا نہ رہا۔ ”مسلمانوں کی حیثیت اس ایجی ٹیشن میں ایک آلا کار کی تھی۔ اس وقت تک ان سے کام لیا جب تک انہیں ضرورت تھی اور اس وقت ایجی ٹیشن بند کر دیا جب ان کی ضرورت ختم ہو گئی۔

(مسلمان ہند کی حیات سیاسی صفحہ 109)

پرنس آف ویلز ہندوستان کا دورہ کر رہا تھا۔ وائسرائے نے گاندھی جی کو مذاکرات کی دعوت دیتے ہوئے صوبوں میں مکمل خود مختاری اور مرکز میں دوعملی نظام کے تحت شراکت کی پیشکش کی لیکن گاندھی جی نے پیشکش ٹھکرا دی لیکن بعد میں چوری چورا کے واقعے کے بعد یہ کہہ کر تحریک عدم تعاون اور سول نافرمانی کو ختم کر دیا کہ یہ تحریک پر امن نہیں رہ سکی۔ مسلمان راہنما جو بلا سوچے سمجھے گاندھی جی کی پیروی کر رہے تھے، انگشت بدنداں رہ گئے، ان کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ اس پر مستزاد یہ کہ 1924ء میں خود ترکی کی قومی اسمبلی نے خلیفۃ المسلمین کو معزول کر کے ترکی کی خلافت کا خاتمہ کر دیا۔ مسلمانانِ ہندوستان بحیثیت قوم ایک بند گلی میں آ گئے۔ مولانا محمد علی جوہر ان صدمات کی تاب نہ لا سکے اور وقت سے پہلے بوڑھے ہو گئے۔

بقول مولانا مودودی صاحب جنہوں نے تحریک خلافت کے دوران سیرت گاندھی لکھی تھی:

”مسلمانوں میں ایسا انتشار پیدا ہو گیا تھا کہ ان کا کوئی حقیقی رہنما یا لیڈر ایسا نہ تھا جس پر وہ پوری طرح اعتماد کر سکیں۔ دوسری طرف ان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہندوؤں کے عزائم کھل کر سامنے آ گئے۔ ان کے مفادات کی نمائندگی گاندھی جی کر رہے تھے۔“

(بحوالہ تحریک اسلامی مرتبہ خورشید احمد شائع کردہ ادارہ چراغ راہ صفحہ 86)

افسوس مسلمان لیڈرز بعد میں اسی نتیجہ پر پہنچے جس کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ پہلے سے ہی باخبر کر چکے تھے۔

”ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا“

یہی دورنگی مسلمان لیڈروں کی خلافت کے بارے میں بھی ظاہر ہوئی۔ چنانچہ مولانا ابوالکلام آزاد صاحب جو مسلمانوں میں خلافت ترکی کے سب سے سرگرم مبلغ تھے۔ اس کی معزولی کے بعد لکھا کہ ”خلیفہ قطعاً بے کار تھا... یہ خلافت محض نام اور تنخواہ کی خلافت تھی۔ جس کو دس ہزار پاؤنڈ ملیں اور جمعہ کے دن سلاملق کے ساتھ نکلے وہی خلیفہ ہے۔

(بحوالہ تحریک اسلامی مرتبہ خورشید احمد شائع کردہ ادارہ چراغ راہ کراچی صفحہ 247)

اب مسلمانان ہندوستان کی کشتی طوفانوں کے رحم و کرم پر تھی۔ ہندوؤں کی انتہاء پسند جماعتیں ہندو مہاسبھا اور آریا سماج زور پکڑ رہی تھیں اور ان کی سرگرمیوں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ ان کو یہ خدشہ لاحق ہو گیا تھا کہ اگر تحریک عدم تعاون اور تحریک خلافت کے تعاون سے کامیابی حاصل ہو گئی تو مسلمان اقتدار میں برابر کے شریک ہو جائیں گے اور چونکہ ہندوستان کی مغربی سرحد پر اسلامی ممالک کی ایک طویل کڑی ہے جو ترکی تک چلی جاتی ہے۔ لہٰذا مسلمانان ہندوستان ان کی مدد سے ہندوستان کو مغلوب کر لیں گے۔ ہندوستان میں موپلا بغاوت اور پان اسلامزم کے جوش و خروش نے انہیں اندیشہ ہائے دور دراز میں مبتلا کر دیا۔ لہٰذا اس کی روک تھام کے لئے انہوں نے شدھی، سنگھٹن جیسی تحریکیں شروع کیں۔ ان کے خیال میں اس مسئلہ کا حل یہی تھا کہ مسلمانوں کو ہندو بنا لیا جائے چنانچہ شدھی تحریک کا آغاز ہوا۔ شردھانند اس کا لیڈر تھا۔ اس تحریک کے لئے سرمایہ مہاراجہ کشمیر نے فراہم کیا۔ مسلمان جو پہلے ہی پے در پے صدمات کے باعث نڈھال تھے، انہیں شدھی کی اس تحریک نے زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا کر دیا۔ مسلمانان ہندوستان کی تاریخ کے اس نازک موڑ پر اخبار وکیل امرتسر کے ایڈیٹر مولوی عبداللہ منہاس صاحب نے 8/مارچ 1923ء کی اشاعت میں ایک مضمون لکھا، جس کا عنوان تھا۔ ”علمائے اسلام کہاں ہیں“ اور اس مضمون میں حضرت امام جماعت احمدیہ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا ”وہ اس نازک موقع پر کیوں خاموش ہیں۔“

(بحوالہ الفضل 12/مارچ 1923ء صفحہ 7)

جب اولوالعزم امام نے تحریک شدھی کے فتنہ پردازوں پر ضرب کاری لگائی۔ اپنے جانثاروں کے ذریعے تبلیغی سرگرمیوں کا ایک سلسلہ شروع کر دیا جس کی وجہ سے شدھی تحریک کے روح رواں کو لینے کے دینے پڑ گئے اور اس نے خرابی صحت کا بہانہ بنا کر تحریک سے ہی دستبرداری کا اعلان کر دیا۔

(بحوالہ الفضل 25/ستمبر 1923ء)

تحریک خلافت کی ناکامی پر مسلمانان ہندوستان کو یہ احساس ہوا کہ انہیں پہلے ہندوستان میں اپنے معاملات درست کرنے چاہئیں۔

لیکن ہندوؤں کی انتہاء پسند جماعتیں جن کی قیادت ہندو سماج اور آریا سماج کے لیڈرز کر رہے تھے۔ مسلمانوں کو وہ سیاسی حقوق بھی دینے کے لئے تیار نہیں تھے جو کانگرس نے

لکھنؤ ایکٹ کے تحت مسلمانوں کو دیے تھے۔ آریا سماج کا نعرہ تھا ہندوستان ہندوؤں کے لئے ہے۔ لہٰذا دوسرے مذاہب کی گنجائش نہیں۔

(Farquhar, Modern Religious Movements. page 205)

جب کانگرس نے تحریک خلافت کی حمایت کی اور ہندو مسلم اتحاد ہوا تو اس کا سخت ردعمل ہندوؤں کی دائیں بازو کی جماعتوں میں دیکھنے میں آیا۔

(Islam and muslim history in south asia, Francis Robinson, oxford university press, page 222.)

ان انتہاء پسند ہندو جماعتوں نے مسلمانوں کے جداگانہ انتخاب کے حق کو خاص طور پر نشانہ بنانا شروع کر دیا کہ یہ قومی یکجہتی کے خلاف ہے۔ واضح رہے کہ جداگانہ انتخاب کا حق مسلمانان ہندوستان کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ تھا۔ جب ہندوستان میں برطانوی حکومت نے انتخابی اصلاحات کا نظام متعارف کرانے کا اعلان کیا تو مسلمانان ہندوستان کے ایک نمائندہ وفد نے سر آغا خاں کی قیادت میں 1906ء کو لارڈ منٹو مارلے (وائسرائے ہندوستان) سے ملاقات کی اور دوسرے مطالبات کے ساتھ سب سے اہم اپنے لئے جداگانہ انتخاب کا مطالبہ کیا۔ جس کے مطابق ہندو اپنے نمائندے منتخب کریں اور مسلمان اپنے۔

1909ء میں مسلمانوں کا مطالبہ منٹو مارلے اصلاحات میں تسلیم کرلیا گیا۔

مسلم لیگ جو 1906ء میں قائم ہوئی تھی۔ اس کو بڑی کامیابی اُس وقت ملی جب 1916ء میں لکھنؤ پیکٹ کے تحت کانگرس نے اس پر اپنی مہر تصدیق ثبت کر دی اور اب مسلمانان ہندوستان کو نہ صرف حکومت کی طرف سے بلکہ کانگرس کی طرف سے بھی اپنے جداگانہ تشخص کی ضمانت مل گئی۔

لیکن اب مسلمانوں کے اس حق کے خلاف ہندو مہاسبھا کے لیڈروں نے ایک منظم مہم شروع کر دی۔ کانگرس نے مسلم لیگ پر زور دینا شروع کر دیا کہ اگر مسلم لیگ اس مطالبہ سے دستبردار ہو جائے اور مشترکہ انتخاب پر راضی ہو جائے تو اس کے تمام مطالبات تسلیم کر لئے جائیں گے۔

قائداعظم بھی ہندو مسلم اتحاد کی خاطر اس پر متفق ہو گئے اور تجاویز دہلی پیش کرتے ہوئے مسلمانوں کے مطالبات سامنے رکھے اور اعلان کیا کہ اگر یہ تمام مطالبات بحیثیت مجموعی کانگرس تسلیم کرلے تو مسلم لیگ جداگانہ انتخاب کے مطالبہ کو ترک کر دے گی اور مشترکہ انتخاب پر راضی ہو جائے گی۔ کانگرس نے مئی 1926ء میں تجاویز دہلی کی توثیق کر دی۔

لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جن کی زندگی کا لمحہ لمحہ احیاء اسلام اور تبلیغ اسلام کے لئے وقف تھا، اپنی غیر معمولی بصیرت سے ان نقصانات کا اندازہ کر لیا جو جداگانہ انتخاب کے حق سے دستبرداری کے نتیجہ میں مسلمانان ہندوستان کو پہنچنے والے تھے۔ چنانچہ ستمبر 1927ء کو جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ شملہ میں تھے تو قائداعظم کے ساتھ آپ کی کنگزلے میں دوسرے لیڈروں کے ساتھ ملاقات ہوئی اور آپ سے تبادلہ خیال کرتے ہوئے جناح صاحب نے فرمایا:۔

”مرزا صاحب میں نہیں مان سکتا کہ نصب العین ہمارا یہ ہو کہ ہندوستانی قوم بلند مقام تک جا پہنچے اور اس کا ذریعہ یہ جداگانہ انتخاب ہو؟ قومیت صرف مشترکہ انتخاب کے ذریعہ سے ہی بن سکتی ہے؟“

حضورؓ نے فرمایا کہ جہاں تک آئیڈیل کا تعلق ہے، مشترکہ انتخاب قومیت کے لئے ضروری ہے۔ مگر اس وقت مسلمان حد درجہ کمزور ہیں۔ وہ مشترکہ انتخاب میں ہندو سرمایہ اور ہندو چالوں کا مقابلہ ہرگز نہیں کر سکیں گے۔ مگر مسٹر محمد علی جناح نہ مانے اور اپنی رائے پر قائم رہے۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 620)

قائداعظم اُس وقت تو قائل نہ ہوئے لیکن بعد میں گول میز کانفرنس کے موقع پر جب ہندو مہاسبھا کے لیڈروں نے کہا کہ پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کی نشستیں مخصوص (reservations) کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہاں مسلمان اکثریت میں ہیں تو قائداعظم نے حضرت امام جماعت احمدیہ کے مؤقف کو اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا کہ پنجاب میں مسلمان ہندو بنیے کی سماجی طاقت اور بنگال میں ہندو زمیندار کے اثر و رسوخ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

(Sumit Sarkar Morden India. 1857–1947. America, 1989. page 309)

جب قائداعظم کی ملاقات کنگزلے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو اس موقع پر قائداعظم جماعت احمدیہ کی ملی خدمات سے بہت متاثر ہوئے۔ ایک موقع پر مسز سروجنی نائیڈو سے جماعت احمدیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ”احمدی جماعت میں کام کرنے کی عجیب روح ہے۔ اسمبلی کے ممبروں کو اتنی فکر نہیں جتنی ان لوگوں کو ہے۔ ان کے آدمی نہ رات دیکھتے ہیں نہ دن، ہر وقت ہمارے پاس پہنچ جاتے اور اپنا مشورہ پیش کرتے ہیں۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 620)

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ان بے لوث خدمات پر مولانا محمد علی جوہر بہت متاثر ہوئے اور آپ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا ”وہ وقت دور نہیں جبکہ اسلام کے اس منظم فرقہ کا طرز عمل سوادِ اعظم اسلام کے لئے ...... مشعل راہ ثابت ہوگا۔

(ہمدرد دہلی 26 ستمبر 1927ء)

لیکن جہاں تک قائداعظم کی جداگانہ انتخاب کے حق سے دستبرداری کی فراخدلانہ پیشکش کا سوال تھا۔ دائیں بازو کی ہندو لیڈرشپ اس سے بھی مطمئن نہ ہوئی چنانچہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے ایک طرف تو انہوں نے شدھی اور سنگھٹن جیسی تحریکیں شروع کیں اور دوسری طرف ایک نہایت دلآزار کتاب ”رنگیلا رسول“ اور رسالہ ”ورتمان“ شائع کیا جس میں آنحضرت ﷺ کی شان مبارک میں گستاخیوں کو انتہا تک پہنچا دیا گیا۔ ان دلآزار کتابوں کا مقصد ہندوؤں اور مسلمانوں میں اختلاف کی خلیج کو وسیع کرنا تھا۔

حضور رضی اللہ عنہ نے اس مرحلہ پر آنحضرت ﷺ کی ناموس و حرمت کی حفاظت کے لئے اہل اسلام سے اپیل کرتے ہوئے ایک پوسٹر شائع فرمایا جس کا عنوان تھا ”رسول کریم ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرنے والے کیا اب بھی بیدار نہ ہوں گے۔“

جس میں آپؓ نے فرمایا ”ہماری جنگل کے درندوں اور بن کے سانپوں سے صلح ہو سکتی ہے لیکن ان لیڈروں سے ہرگز صلح نہیں ہو سکتی جو رسول کریم ﷺ کو گالیاں دینے والے ہیں۔“ ساتھ ہی آپ نے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ”اے بھائیو! ..... آپ تبلیغ اسلام سے پوری دلچسپی لیں گے اور اس کام کے لئے اپنی جان اور اپنے مال کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔“

چنانچہ ناموس رسالت کے لئے احمدی پیش پیش تھے جب ہائی کورٹ کے جج کنور دلیپ سنگھ نے راجپال کو بری کر دیا تو اخبار مسلم آؤٹ لُک (Muslim Outlook) کے احمدی ایڈیٹر سید دلاور شاہ صاحب بخاری نے 14 جون 1927ء کو اس فیصلہ کے خلاف لکھتے ہوئے ”مستعفی ہو جاؤ“ کے عنوان سے ایک اداریہ لکھا جس پر انہیں توہین عدالت کا نوٹس پہنچ گیا۔ چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے جب عدالت میں یہ کیس لڑا اور اس خوبی سے لڑا کہ مولانا ظفر علی خاں فرطِ جوش میں آبدیدہ ہو گئے اور آپ کا ہاتھ چوم کر کہا ”اس تقریر نے واضح طور پر غلط ثابت کر دیا ہے کہ مسلمانوں میں مقرر نہیں۔“

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 601)

حضور رضی اللہ عنہ نے اس مرحلہ پر آنحضرت ﷺ کی ناموس و حرمت کی حفاظت کے لئے ملکی سطح پر کامیاب تحریک چلائی چنانچہ 17 جون 1927ء کو ہندوستان کے طول و عرض میں یوم سیرت النبیؐ منایا گیا اور فضا درود وسلام سے گونج اُٹھی۔

دوسرا مقصد ہندو مہاسبھا کا یہ تھا کہ کانگرس نے تجاویز دہلی کو منظور کر کے جو تحفظات مسلم لیگ کو دیے تھے ان سے بھی مسلمانوں کو محروم کر دیا جائے۔ قائداعظم نے مشترکہ انتخاب کو قبول کر کے بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس کے نتیجے میں مسلم لیگ دو حصوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ لیکن ہندوؤں نے اس کی قدر نہ کی۔

1926ء کے الیکشن میں ہندو مہاسبھا نے کانگرس کو شکست فاش دی۔ اگر پنڈت مدن موہن مالویہ، موتی لال نہرو پر مہربانی نہ کرتا تو موتی لال نہرو اپنی نشست سے محروم ہو جاتے۔ اس الیکشن رزلٹ کے بعد کانگرس ہندو مہاسبھا کے زیر اثر آ گئی۔ جس کا بڑا ثبوت وہ نہرو رپورٹ تھی جو تیار تو لارڈ برکن ہیڈ کے چیلنج کا جواب دینے کے لئے کی گئی تھی کہ ہندوستانی خود کوئی متفقہ آئین تیار نہیں کر سکتے لیکن اس میں مسلمانوں سے وہ سلوک کیا گیا کہ بقول مولانا شوکت علیؒ ”میں نے کسی شکاری جانور کو اپنے شکار سے وہ سلوک کرتے نہیں دیکھا جو اس رپورٹ میں مسلمانوں کے ساتھ کیا گیا ہے۔“

لیکن حیرت یہ تھی کہ خود مسلمانوں میں بھی ایک خاصہ بارسوخ طبقہ اس کی بے سوچے سمجھے تائید میں اُٹھ کھڑا ہوا اور مولانا ابوالکلام آزاد اس طبقہ کے لیڈر تھے۔ جن کے نزدیک ان اندیشوں کا ایک ہی علاج تھا کہ دریا میں بے خطر کود جانا چاہیے۔

(خطبات ابوالکلام آزاد طبع اول صفحہ 314)

مولانا محمد علی جوہر اور قائداعظم ملک سے باہر تھے۔ اس نازک صورت حال سے مسلمانوں کو آگاہ کرنے کے لئے اولوالعزم امام نے جبکہ وہ درس القرآن سے فارغ ہوئے، نہرو رپورٹ کی کاپی حاصل کی۔ اس کے بالاستیعاب مطالعہ کے بعد اپنا تبصرہ مضامین کی شکل میں ”نہرو رپورٹ اور مسلمانوں کے مصالح“ کے عنوان سے الفضل میں لکھنا شروع کر دیا جو 2 نومبر 1928ء کو مکمل ہوا۔ آپ کے مطالبات کے بنیادی نکات یہ تھے کہ حکومت کا طرز عمل فیڈرل ہو اور کم از کم پنجاب اور بنگال میں جداگانہ طریق جاری رہے۔ ان نکات کی اہمیت اس امر سے ظاہر ہوتی ہے کہ قائداعظم نے آل پارٹیز کانفرنس کلکتہ میں جو ترامیم نہرو رپورٹ میں پیش کیں اُن ترامیم میں بھی یہ نکات شامل تھے۔ آپ نے نہرو رپورٹ کا جائزہ لیتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ نہرو رپورٹ میں مسلم مطالبات کو پورا کرنا تو ایک طرف ان کے موجودہ حاصل شدہ حقوق بھی غصب کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ آپؓ نے مسلمانوں کے شعور آگہی کے لئے یہ تجویز پیش کی کہ ہر شہر اور ہر قصبے میں جلسے کئے جائیں کہ ہم نہرو رپورٹ سے متفق نہیں ہیں اور ان جلسوں کی رپورٹیں گورنمنٹ کے پاس بھی بھیجی جائیں اور مسلمانوں کو بھی نہرو رپورٹ کی خرابیوں سے آگاہ کیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ انگلستان کی رائے عامہ کو بھی باخبر کیا جائے کہ نہرو رپورٹ لکھنے والے فرقہ وارانہ تعصب سے بالا نہیں۔

حضور رضی اللہ عنہ نے یہ وعدہ بھی فرمایا کہ ”میں اور احمدیہ جماعت اس معاملہ میں باقی تمام مسلمان فرقوں کے ساتھ مل کر ہر قسم کی جدوجہد کرنے کے لئے تیار ہیں۔“

(مسلمانوں کے حقوق اور نہرو رپورٹ صفحہ 116)

حضور کی ان کوششوں سے جو مسلمانوں کو بروقت راہنمائی ملی اس سے مسلمانوں کے اونچے طبقے بہت ممنون ہوئے اور مسلمانوں کے سیاسی حلقوں میں اسے نہایت پسند کیا گیا۔ حضور نے اس کے لئے جماعت کو عملی طور پر جدوجہد کرنے کی تلقین بھی کی۔ آپ نے 5 اکتوبر 1928ء کو ارشاد فرمایا کہ تمام احمدی ہر شہر اور قصبہ، ہر گاؤں میں دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر کمیٹیاں بنائیں جو نہرو رپورٹ کے خلاف جلسے کر کے لوگوں کو اس کے بداثرات سے آگاہ کریں اور ریزولیوشن پاس کر کے ان کی نقول لاہور، کلکتہ کی مسلم لیگوں، مقامی حکومتوں، حکومت ہند، سائمن کمیشن اور تمام سیاسی انجمنوں اور پریس کو بھجوائیں۔ چنانچہ جماعتوں نے حضور کے اس ارشاد کی تعمیل کے لئے ملک کے چپہ چپہ میں احتجاجی جلسے کئے اور مسلمانوں کو بیدار کر دیا اور ہندوستان کے مسلمان ایک بار پھر اسی جوش و خروش سے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے جس طرح حضرت امام جماعت احمدیہ کی سرفروشانہ جدوجہد نے انہیں 1927ء میں تحریک ناموس رسولؐ میں متحد و منسلک کر دیا تھا۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 72)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیشگوئی مصلح موعود میں رحمت کا نشان اور فتح و ظفر کی کلید قرار دیا تھا۔ ان دونوں دعووں کی صداقت مسلمانان ہندوستان کی تاریخ کے آئینہ میں واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ کے حصے میں جدید یونیورسٹیوں کے ایوان نہیں بلکہ مسجد کا گوشہ آیا تھا۔ آکسفورڈ اور ہارورڈ کے کلاس روم نہیں بلکہ مکتب کی چٹائی آئی تھی۔ لیکن آپ نے جس بے مثال ذہانت و فطانت سے مسلمانانِ ہندوستان کی نازک لمحوں میں کامیاب رہنمائی فرمائی جہاں لمحوں کی خطا صدیوں کی سزا۔ بن جاتی ہے۔ آپ کی رہنمائی کا یہ سلسلہ قیامِ پاکستان کے بعد بھی جاری رہا۔ کاش کشمیر کے معاملہ میں پاکستان کی قیادت آپ کا مشورہ مان لیتی اور کشمیر کو حیدرآباد دکن کے بدلہ میں قبول کر لیتی تو آج کشمیر نہ صرف پاکستان کا حصہ ہوتا بلکہ 70 ہزار مظلوم کشمیریوں کے خون سے ہولی نہ کھیلی جاتی۔ اور ہزاروں عورتوں کی آبروریزی نہ ہوتی۔

حضرت مصلح موعودؓ نے کیا خوب فرمایا تھا

اِک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
مِلّت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

☆...☆...☆

بقیہ: قبولیت دعا کے واقعات......ازصفحہ 52

خداوند تعالیٰ آپ سب کو نرینہ اولاد دے گا۔ چنانچہ حضور پرنور کی دعا سے خداوند تعالیٰ نے ہم سب کو نرینہ اولاد سے نوازا۔

(روزنامہ الفضل 28/اپریل 1966ء)

تھوڑے دنوں بعد دریا نے پلٹا کھایا

خدا تعالیٰ کے پیاروں کی دعاؤں سے دریا بھی کس طرح اپنے رخ پھیرلیا کرتے ہیں۔ اس ضمن میں حضرت مصلح موعودؓ کی دعا اور اس کی قبولیت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت چوہدری غلام محمد صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں:

میں تحصیل نکودر میں موضع برہمیان ارائیں قوم کے گاؤں میں عرصہ تک رہا۔ وہاں ایک مسجد تھی۔ عام طور پر لوگ نماز پڑھتے تھے۔ رات کے کسی حصہ میں میں جب بھی مسجد میں گیا تو میں نے کسی نہ کسی کو نماز پڑھتے یا وضو کرتے پایا۔ مسجد کبھی خالی نہ ہوتی تھی۔ میں اکثر نماز کے لئے وہاں جاتا اور لوگوں کو اپنے مطلب کی باتیں سناتا۔ مولوی لوگ بھی اکثر وہاں پند و نصیحت کے لئے آتے لوگوں کو وعظ سناتے۔ میرا مکان بھی مسجد کے نزدیک تھا میں بھی اکثر ان کا وعظ سننے کے لئے مسجد میں چلا جاتا۔ میں مولوی صاحبان سے تبادلۂ خیالات کے لئے لوگوں کو بلاتا مگر کوئی ادھر توجہ نہ کرتا۔ تاہم میں تبلیغ ضرور کرتا۔ آخر خدا نے ان لوگوں کو آن پکڑا۔ یوں ہوا کہ دریا نے ان کو گھیرا۔ دریا زمین کو گرانے لگا۔ زمین بہت زرخیز تھی۔ زمینداروں کے نقصانات کو دیکھ کر لوگ تڑپ رہے تھے۔ گلیاں اور مکانات لکڑیوں سے اٹے پڑے تھے کیونکہ جہاں دریا ڈھالگا تا لوگ درخت کاٹ کاٹ کرلے آتے۔ مَیں اکثر نمازوں کے لئے مسجد جاتا تو لوگوں کو قادیان جا کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے دعا کرانے کے لئے کہتا۔ لوگ کہتے اگر ہم قادیان گئے تو دوسرے لوگ ہمیں کافر کہنے لگیں گے۔ میں کہتا تم اپنی مرضی دیکھو۔ آخر دو آدمی میرے پاس آئے کہ ہم کو دعا کے لئے خط لکھ دو۔ وہ لے کر چلے گئے۔ جالندھر شہر میں ان کی رشتہ داری تھی وہ پہلے دن رات جالندھر میں رہے۔ دوسرے دن نمازِ ظہر سے پہلے قادیان پہنچ گئے اور حضرت صاحب کو میرا عریضہ دے دیا اور خود زبانی بھی عرض کیا کہ حضور ہمارے لئے دعا کریں۔ حضور پُرنورؓ نے فرمایا کہ جب میں نماز پڑھانے کے لئے مسجد میں آیا کروں اونچی آواز سے ضرور یاد کرادیا کرنا۔ ظہر، عصر، مغرب، عشاء ان کے لئے دعا ہوئی۔ وہ رات کو سوگئے۔ ان کو دریا کے نقصان سے بچاؤ کی اطلاع خواب کے ذریعے مل گئی۔ پھر کیا تھا صبح کی نماز کے لئے وہ مسجد میں آئے تو حضرت اقدس کو اپنا خواب سنایا کہ ہمارا تو یقین ہوگیا ہے کہ حضور پُرنور کی دعا منظور ہوگئی ہے۔ ہمیں جانے کی اجازت دے دیں ہمیں بڑی فکر ہے۔ اجازت لے کر وہ گھر واپس لوٹے تو راستے میں جو کوئی ان سے ملتا۔ ان کو الٹی خبر سناتا مگر ان کا یقین کم نہ ہوا۔ سیدھے مسجد میں پہنچے انہوں نے قسم کھائی اور سارا حال سنایا۔ حضرت اقدس سے دعا کرانے اور اپنے خواب اور یقین کا حال سنایا۔ لوگوں نے راستہ میں ہی اور گاؤں کے نزدیک ہمارے خواب کے برخلاف بہت کچھ کہہ ڈالا۔ اس پر ہم مسجد میں کھڑے ہوئے اور قبلہ رخ ہوکر قسم کھائی کہ ہمارا خواب جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ اب تم لوگ بتاؤ کہ ہمارا خواب جھوٹا ہے یا سچا ہے۔ تو لوگوں نے برملا کہا کہ جس وقت کی تم بات کرتے ہو اس لمحے سے ایک تولہ بھر مٹی بھی دریا نے نہیں گرائی۔ پھر کیا تھا سارا گاؤں کا گاؤں بن بلائے میرے مکان پر آ گیا۔ اور کہا کہ تم حضور پُرنور کو عرض کرو کہ ان کی دعا کے طفیل دریا نے اب ایک تولہ بھی زمین نہیں گرائی۔ ہم عاجزوں کے لئے دعا کریں کہ دریا ہم سے دور چلا جائے اور ہماری جو زمین گرائی ہے اس سے بہتر زمین اپنے پیچھے چھوڑ جائے۔ میں نے سب گاؤں کے انگوٹھے لگوا کر حضور پرنور مصلح موعودؓ کی خدمت میں سب حال عرض کرکے دعا کے لئے درخواست کی۔ حضور نے ازراہِ غرباء پروری جلد ہی جواب سے مشرف فرمایا جس کی اطلاع لوگوں کو کرادی گئی۔ تھوڑے دنوں بعد دریا نے پلٹا کھایا اور ان کی زمینیں چھوڑ کر تین میل پیچھے ہٹ گیا۔ اس کی اطلاع حضور پُرنور کی خدمت میں ارسال کردی گئی۔

(حضرت چوہدری غلام محمد خان گرداور قانونگو صفحہ 31، 32)

انشاء اللہ اس کے ہاں اولاد ہوگی

حضرت ڈاکٹر محمد صادق صاحب تحریر فرماتے ہیں:

خلافت ثانیہ کا ابتدائی زمانہ تھا۔ میرے والد مرحوم جناب منشی امام الدین صاحبؓ ان دنوں موضع لوہ چپ میں جو قادیان سے چار میل کے فاصلہ پر جانب غرب واقعہ ہے ملازم تھے۔ پاس ایک گاؤں بھاگی ننگل ہے۔ وہاں ایک شخص لچھمن سنگھ رہتا تھا جو ابھی تک زندہ ہے۔ اس کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی۔ ایک دن اس نے کہا کہ میرے لئے اپنے حضرت صاحب سے دعا کروائیں کہ خدا مجھے لڑکا دے دے۔ اگر مرزا صاحب سچے ہوں گے تو میرے ہاں اولاد ہوجائے گی۔ والد صاحب مرحوم و مغفور قادیان آئے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حضور سارا واقعہ عرض کردیا۔ حضور نے فرمایا میں دعا کروں گا اور انشاء اللہ اس کے ہاں اولاد ہوگی۔ والد صاحب نے اسے یہ خوشخبری سنادی کچھ عرصہ کے بعد اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اوردھم سنگھ ہے۔ یہ لڑکا میٹرک پاس کرچکا ہے اور اپنے گاؤں میں پہلا نوجوان ہے جس نے اتنی تعلیم حاصل کی ہے۔

(الحکم جوبلی نمبر 20 دسمبر 1939ء جلد نمبر 42)

لکھ دو میں نے دعا کردی

حضرت قدرت اللہ سنوری صاحبؓ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی قبولیت دعا کا نشان تحریر فرماتے ہیں:

ریاست پٹیالہ تحصیل سرہند میں ایک سکھ ذیلدار میرا سخت مخالف تھا پہلے وہاں تحصیلدار اور افسر مال دونوں مسلمان تھے وہ تبدیل ہوکر سکھ افسر مال آ گیا۔ ذیلدار نے اس کو بہت بھڑکایا اس افسر مال نے نمبردار کے ذریعہ مجھے پیغام بھجوایا کہ اس کو کہہ دو ملازمت ترک کرکے چلا جاوے ورنہ اس کو سخت سزا دی جائے گی۔ میں نے نمبردار سے پوچھا۔ اس نے کیا لفظ کہے تھے؟ اس نے بتانے سے انکار کیا کہ اسی سے پوچھو۔ مجھے بیہودہ باتیں کرنے سے شرم آتی ہے۔ میں نے اصرار کیا آپ مجھے وہ لفظ بتائیں۔ اس نے کہا کہ یوں کہا تھا۔ اس سور مسلے کو کہہ دو کہ چلا جاوے۔ میں نے اس نمبردار کو کہا کہ آپ یہ یاد کرکے جاویں اور افسر مال صاحب سے کہہ دیں کہ قدرت اللہ نے عرض کیا ہے فکیدونی فلا تنظرون جس قدر داؤ کرنے ہیں کرلو۔ میں ملازمت از خود ترک نہیں کروں گا اور یہ جو آپ نے ''سور مسلا'' فرمایا ہے میں اس کا جواب کوئی نہیں دیتا کیونکہ آپ میرے آفیسر ہیں۔ ہاں اگر میرا خدا چاہے تو وہ خود جواب دے سکتا ہے۔ ظہر کا وقت تھا میں نے نماز ادا کی اور اس میں دعا کی۔

دعا کرنے کے بعد حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے نام ایک خط لکھا اور یہ سارا واقعہ تحریر کیا اور یہ خط ایک زمیندار کے ہاتھ میں دے کر اس کو اپنے گھوڑے پر سوار کرکے تقریباً پندرہ میل کے فاصلہ پر اپنے خسر چوہدری کریم بخش صاحب کے پاس بھجوایا اور ان کو خط لکھ دیا کہ آپ آج ہی آدھی رات کی ریل گاڑی سے سوار ہوکر میرا خط لے کر بٹالہ جائیں اور بٹالہ سے قادیان پہنچ کر میرا خط حضور کی خدمت میں پیش کردیں اور اس خط میں میں نے یہ سارا واقعہ حضور کی خدمت میں لکھ دیا کہ مجھ کو ایسا کہا ہے۔ وہ خط چوہدری صاحب کے پاس پہنچا وہ اسی رات ریل پر پہنچ گئے۔ جب وہ مسجد مبارک میں داخل ہوئے اس وقت تکبیر ہورہی تھی۔ چوہدری صاحب نے نہایت سرعت کے ساتھ بڑھ کر نماز شروع ہونے سے پہلے میرا خط حضور کی خدمت میں دے دیا۔ حضور نے نیت باندھنے سے پہلے ہی وہ خط پڑھ لیا اور پچھلی طرف مڑ کر چوہدری صاحب سے مخاطب ہوکر فرمایا۔ ان کو لکھ دو میں نے دعا کردی۔ چنانچہ اس خط کا جواب مجھے اس وجہ سے دیر سے ملا کہ میری رہائش دیہات میں تھی وہاں ہفتہ وار ڈاک جاتی تھی۔ مگر دعا والے دن کی شام کو ہی افسر مال صاحب دورے پر چلے گئے وہاں جاتے ہی رات کو ہیضہ ہوگیا۔ قے دستوں میں بھرے ہوئے تحصیل میں لائے گئے۔ وہاں سے رتھ میں پٹیالہ کو روانہ ہوئے۔ جب میرے حلقہ کی حد میں آئے فوت ہوگئے۔

(تجلی قدرت صفحہ 44، 45)

اے فضلِ عمر

اے فضل عمر تیرے اوصاف کریمانہ
بتلا ہی نہیں سکتا میرا فکرِ سخندانہ

ہر روز تو تجھ جیسے انسان نہیں لاتی
یہ گردشِ روزانہ یہ گردشِ دورانہ

ڈھونڈیں تو کہاں ڈھونڈیں پائیں تو کہاں پائیں
سلطانِ بیاں تیرا اندازِ خطیبانہ

دکھ درد کے ماروں کو سینے سے لگاتا تھا
تو سوچتا ہی نہ تھا اپنا ہے یا بیگانہ

قدرت نے جنہیں بخشا اک نورِ یقیں محکم
ہائے وہ تیری آنکھیں وہ نرگسِ مستانہ

ہاں علم و عمل میں تھا اک پیکر عظمت تُو
قرآن کا شیدائی اللہ کا دیوانہ

اسلام کی مشعل کو دنیا میں کیا روشن
اور تُو نے اجاگر کی سرگرمیٔ فرزانہ

ہمدم ہے جواں اب بھی ربوہ کی فضاؤں میں
وہ روحِ بزرگانہ وہ شفقتِ پدرانہ

عابدؔ ہے دعا میری محمود کے مقصد کو
دنیا میں ملے جلدی اک نصرتِ شاہانہ

اے فضلِ عمر تیرے اوصافِ کریمانہ
یاد آ کے بناتے ہیں ہر روح کو دیوانہ

(مبارک احمد عابدؔ)

سخت ذہین و فہیم اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر

حضرت مصلح موعودؓ کی معرکۃ الآراء تقاریر (فرمودہ 1919ء)

(طارق حیات۔ ربوہ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو عطا ہونے والے مبشر و موعود بیٹے مرزا بشیر الدین محمود احمد کی صفات حسنہ سے زمانہ آگاہ تھا حتیٰ کہ آپ علیہ السلام کے قریب بسنے والے مگر آپ کی پہچان سے محروم لوگ بھی اپنی بولی میں طنزاً کہا کرتے تھے، کہ جیسا باپ ویسا ہی بیٹا۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے خود پیش خبری عطا فرمائی تھی کہ وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ اس قربت و مماثلت کے صرف ایک پہلو کا نمونہ پیش ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنے قلمی جہاد کے بارہ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

صف دشمن کو کیا ہم نے بہ حجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے اپنی زندگی کے ابتدائی انیس سال حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی قربت و سایہ عاطفت میں گزارے۔ ان سالوں کا جائزہ بتاتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سلطان نصیر بن کر اپنے قلمی جہاد کا آغاز بہت چھوٹی عمر میں فرمایا۔ مضمون نگاری کے ساتھ ساتھ مجالس میں نکات معرفت ارشاد فرمانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جو آپ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں روز افزوں رہا اور اس 52 سالہ دور کی تصنیفات و تالیفات، خطبات و مجالس ارشاد کا صرف اور صرف بلحاظ کمیت ملاحظہ ہی انسان کو حیرت و استعجاب میں مبتلا کر دیتا ہے کہ کس طرح خارق عادت رنگ میں آپ رضی اللہ عنہ علم و معرفت بانٹتے تھے کہ گویا بنگال کی بارش کے قطرے گر رہے ہوں۔

خطبات جمعہ، عیدین و نکاح

سال 1919ء کا اس بابت جائزہ بتاتا ہے کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس سال میں ایسے 42 خطبات جمعہ ارشاد فرمائے، جن کا متن یا خلاصہ شائع ہو سکا، یہ مواد 221 صفحات پر مطبوعہ ہے جبکہ اس سال آنے والی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے خطبات کے علاوہ دوران سال حضرت فضل عمر کے ارشاد فرمودہ 3 خطبات نکاح کے بھی متن محفوظ ہیں۔

سال 1919ء کی دیگر تصنیفات کے حوالہ سے تاریخ احمدیت کے مختلف ماخذوں کا مطالعہ بتاتا ہے کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ماہ فروری میں لاہور کا سفر بغرض علاج اختیار فرمایا، لیکن اس قیام کے دوران متعدد معرکۃ الآراء لیکچرز بھی ارشاد فرمائے۔

اصلاح اعمال کی تلقین

حضرت مصلح موعود نے 16 فروری 1919ء کو حضرت میاں چراغ دین صاحب کے مکان پر مندرجہ بالا عنوان سے تقریر فرمائی جس میں تزکیہ نفس اور روحانی اصلاح کی طرف توجہ دلائی۔ یہ علمی مضمون پُر درد نصائح سے بھرپور ایک ولولہ انگیز خطاب تھا، اسے اخبار الفضل قادیان نے اپنے 11 مارچ 1919ء کے شمارہ میں طبع کیا اور اب انوار العلوم کی جلد چہارم کے صفحہ 225 سے 243 پر شائع شدہ ہے۔

اسلام اور تعلقات بین الاقوام

مورخہ 23 فروری کو ایک لیکچر بریڈ لا ہال لاہور میں مذکورہ عنوان سے ارشاد فرمایا، اس اجلاس کی صدارت حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب نے کی۔ جنگ عظیم اول کے بعد عالمی حالات کے تناظر میں اس اہم تقریر کو ریویو آف ریلجنز اردو نے اپنے ستمبر اور اکتوبر 1919ء کے شماروں میں 30 صفحات پر خلاصۃً درج کیا۔ اس عالمی جنگ کے نتیجہ میں اتحادی افواج کے ہاتھوں مسلم سلطنت عثمانیہ کی حالت نازک ہو چکی تھی۔

اسلام میں اختلافات کا آغاز

حضرت مصلح موعود نے اپنے قیام لاہور کے دوران دوسرا لیکچر 26 فروری کو مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی اسلامیہ کالج لاہور کے زیر انتظام حبیبیہ ہال میں ارشاد فرمایا۔ اس کا عنوان تھا: ''اسلام میں اختلافات کا آغاز''۔ اس جلسہ کے صدر معروف علمی شخصیت جناب سید عبدالقادر صاحب ایم اے، مؤرخ اسلام تھے۔ سید صاحب نے اپنی افتتاحی تقریر میں کہا کہ آج کے لیکچرار اس عزت، اس شہرت اور اس پائے کے انسان ہیں کہ شائد ہی کوئی صاحب ناواقف ہوں۔ آپ اس عظیم الشان اور برگزیدہ انسان کے خلف ہیں جنہوں نے تمام مذہبی دنیا اور بالخصوص عیسائی عالم میں تہلکہ مچا دیا تھا۔

افتتاحی تقریر کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت عثمان غنی کے دور خلافت میں عبداللہ ابن سبا اور اس کے باغی اور مفسد ساتھیوں کی سازشوں اور فتنہ انگیزیوں پر اتنی تفصیلی روشنی ڈالی اور تاریخ اسلام کی گمشدہ کڑیوں کو اس طرح منکشف اور مربوط فرما کر سامنے رکھ دیا کہ بڑے بڑے صاحبان علم و فہم بھی حیران رہ گئے۔

خاتمہ تقریر پر صدر مجلس جناب سید عبدالقادر صاحب نے فرمایا: ''حضرات! میں نے تاریخی اوراق کی کچھ ورق گردانی کی ہے اور آج شام جب میں اس ہال میں آیا تو مجھے خیال تھا کہ اسلامی تاریخ کا بہت سا حصہ مجھے بھی معلوم ہے۔ اور اس پر میں اچھی طرح رائے زنی کر سکتا ہوں لیکن اب جناب مرزا صاحب کی تقریر کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ میں ابھی طفل مکتب ہوں۔ پھر اپنی اور حضرت مصلح موعودؓ کی غیر معمولی علمیت کی روشنی کا ایک تقابل کیا۔ پھر کہا کہ جس فصاحت اور جس علمیت سے جناب مرزا صاحب نے اسلامی تاریخ کے ایک نہایت مشکل باب پر روشنی ڈالی ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔''

اور جب اگلے سال 1920ء میں یہ لیکچر طبع ہوا تو جناب سید عبدالقادر صاحب نے اس کے آغاز میں ایک تمہیدی نوٹ بھی شامل کروایا جو حضرت مصلح موعودؓ کے علوم ظاہری و باطنی سے پُر ہونے کا ایک واضح اظہار تھا۔ اسلامی تاریخ کی واقفیت کے اساسی اصول دینے والے اس لیکچر پر اہل پیغام کے آرگن پیغام صلح نے بھی توصیفی نوٹ شائع کیا۔ اس لیکچر کو فضل عمر فاؤنڈیشن نے انوار العلوم کی جلد چہارم کے صفحہ 247 سے 335 پر شائع کیا ہے۔

عرفان الٰہی

سال 1918ء کا جلسہ سالانہ دسمبر 1918ء کی بجائے مارچ 1919ء میں منعقد ہوا، حضرت مصلح موعودؓ نے جلسہ سالانہ کے پہلے دن (16 مارچ) کی اپنی تقریر میں ''عرفان الٰہی'' جیسے دقیق مضمون کو نہایت شرح و بسط سے بیان فرمایا۔ اور عرفان الٰہی اور تزکیہ نفس کے ذرائع بتاتے ہوئے نکات معرفت کے دریا بہا دیے۔ یہ تقریر عرفان الٰہی کے نام سے مطبوعہ ہے اور مجموعہ انوار العلوم کی جلد چہارم میں صفحہ 339 سے صفحہ 391 تک موجود ہے۔

خطاب جلسہ سالانہ 1918ء

سال 1919ء کی خاص بات ہے کہ اس سال کے دوران 2 جلسہ ہائے سالانہ منعقد ہوئے۔ مورخہ 17 مارچ 1919ء کو حضرت مصلح موعود نے ایک خطاب فرمایا جو 37 صفحات پر مشتمل انوار العلوم میں شائع شدہ ہے۔ حضور رضی اللہ عنہ نے اپنے اس خطاب میں جماعت کے انتظامی شعبہ جات اور متفرق تربیتی امور کے حوالہ سے بات کی۔

ترکی کا مستقبل اور مسلمانوں کا فرض

جنگ عظیم اول میں اتحادی افواج نے مسلم سلطنت ترکی کی شان و شوکت خاک میں ملا دی تھی۔ گو ابھی صلح کی شرائط طے نہ ہوئی تھیں مگر صدیوں تک ایک وسیع و عریض حدود اربعہ پر حکمرانی کرنے والی عظیم الشان سلطنت کا مستقبل صاف صاف مخدوش نظر آ رہا تھا۔ جس کی وجہ سے مسلمانان ہند میں شدید تشویش پائی جاتی تھی۔ دیگر مختلف کارروائیوں کے علاوہ ماہ ستمبر 1919ء کے اواخر میں لکھنؤ میں ایک آل انڈیا مسلم کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ جس میں حکومت کے خلاف منظم طریقہ سے صدائے احتجاج بلند کرنے کی تجویز زیر غور آئی۔ حضرت مصلح موعودؓ کو بھی اس کانفرنس میں بطور خاص دعوت دی گئی تھی۔ گو حضور اپنی ناسازی طبع اور بعض دوسری وجوہات کی بنا پر تشریف نہ لے جا سکے۔ مگر آپ نے اپنے قلم سے مسئلہ ترکی کے متعلق ایک مفصل مضمون لکھ کر کانفرنس کے لئے بھجوایا جو ترکی کا مستقبل اور مسلمانوں کا فرض کے عنوان سے کتابی شکل میں چھپ گیا۔

اس کا انگریزی ایڈیشن The Future of Turkey کے نام سے طبع شدہ ہے۔

حضور رضی اللہ عنہ نے اپنے اس مضمون میں اس موقع کو نازک قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اسلام کی ظاہری شان و شوکت سخت خطرے میں ہے۔ اور پورا یقین دلایا کہ جماعت احمدیہ ترکوں کی سلطنت سے ہر طرح ہمدردی رکھتی ہے۔ کیونکہ باوجود اختلاف عقیدہ رکھنے کے ان کی ترقی سے اسلام کے نام کی عظمت ہے۔ اور پھر اسی پر اکتفا نہ کر کے ترکی کے مستقبل کو آئندہ خطرات سے محفوظ کرنے کے لئے نہایت مدبرانہ رنگ میں ایک متوازن، قابل عمل اور ٹھوس اور موثر سکیم تجویز فرمائی۔ اس سکیم میں آپ نے خاص طور پر اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ ترکوں کے مستقبل کے بارہ میں جن طاقتوں کو فیصلہ کرنا ہے ان میں صرف برطانیہ ہی ایک ایسی طاقت ہے جو اگرچہ مسلمان نہیں کہ مذہباً ترکوں کی ہمدرد ہو، لیکن وہ اپنی مسلمان رعایا کے جذبات و احساسات کی وجہ سے کسی حد تک مسلمانوں کی مدد کرنا چاہتی ہے۔ جیسا کہ حکومت حجاز کا نیم سرکاری اخبار ''قبلہ'' کئی دفعہ اقرار کر چکا ہے۔ پس ہمیں برطانیہ پر اور زیادہ زور دینا چاہئے کہ ترکی کو اور دوسری حکومتوں کے سپرد نہ کیا جائے۔

آزمائش کے بعد ایمان کی حقیقت کھلتی ہے

مسٹر ساگر چند بیرسٹر ایٹ لاء نے ولایت سے واپسی پر 6 دسمبر 1919ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے دن بارہ بجے مسجد مبارک قادیان میں ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ اس موقع پر حضور نے ان کو نصائح فرمائیں جو اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل نے نقل کر کے اپنے 11 دسمبر 1919ء کے شمارہ میں شائع کیں۔ اور اب کتابی شکل میں انوار العلوم جلد چہارم میں قریباً 20 صفحات پر طبع ہیں۔

خطاب جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1919ء

سال 1919ء میں منعقد ہونے والے دوسرے جلسہ سالانہ میں حضرت مصلح موعودؓ نے جو تین خطابات فرمائے ان میں سے صرف 27 اور 28 دسمبر کی دو تقاریر کا متن ہی 161 صفحات پر مشتمل ہے۔ جو حضور رضی اللہ عنہ کی صحت اور دیگر مصروفیات کو دیکھتے ہوئے بلاشبہ ایک اعجاز ہے۔

اس جلسہ کے موقع پر حضورؓ کی 27 دسمبر کی تقریر مسجد نور قادیان میں ہوئی۔ جو قریباً 55 صفحات پر پھیلی ہوئی انوار العلوم کی جلد چہارم میں طبع شدہ ہے۔

تقدیر الٰہی

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جلسہ سالانہ 1919ء کے موقع پر تین تقاریر فرمائیں۔ جن میں سے ایک تقریر ''تقدیر الٰہی'' کے اہم اور نازک موضوع پر تھی۔ بعد میں حضور نے اس تقریر پر نظر ثانی اور اضافہ جات کے ساتھ خود مرتب کر کے کتابی شکل میں تیار کیا۔ حضور نے اپنی کتاب میں مسئلہ تقدیر پر ایمان کی ضرورت و ...باقی صفحہ 40 پر...

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے بارہ میں

صحابہؓ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رؤیا و کشوف

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ الودود بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 15/فروری 2013ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض صحابہؓ کی روایات کے حوالہ سے ان کی بعض رؤیا کا ذکر فرمایا جن کا خصوصیت سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے تعلق ہے اور جن میں پیشگوئی مصلح موعود کی صداقت اور آپؓ کی خلافت کے اللہ تعالیٰ سے تائید یافتہ ہونے سے متعلق پہلے سے خبریں دی گئی ہیں۔ اس شمارہ کی مناسبت سے اس پُر معارف خطبہ جمعہ میں سے چند روایات قارئین کی خدمت میں پیش ہیں۔ مکمل خطبہ جمعہ کے لئے ملاحظہ ہو الفضل انٹرنیشنل 08/مارچ 2013ء۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

''حضرت امیر محمد خان صاحبؓ ... بیان فرماتے ہیں کہ ''24/فروری 1912ء بدھ وار کی رات خواب کے اندر مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیشگوئی فرمائی تھی۔ (یہ جس خواب کا ذکر کر رہے ہیں، یہ حضرت خلیفہ اوّل کی زندگی کی خواب ہے) کہ جب مبارک موعود آئے گا تو تخت نشین کیا جائے گا۔ اس سے مراد ہم تو جارج پنجم کی تخت نشینی لیتے تھے لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ مبارک موعود سے مراد صاحبزادہ میاں محمود احمد ہیں اور تخت نشینی سے مراد آپ کی خلافت ہے۔ پھر خیال ہوا کہ آپ کی خلافت کے وقت تو دنیا میں کوئی زبردست زمینی یا آسمانی نشان ظاہر ہونا چاہئے تھے۔ تب تفہیم ہوئی کہ نشان بھی پورا ہو جائے گا۔ صاحبزادہ صاحب کی خلافت کے ذکر سے حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چہرہ بشاش ہو رہا تھا اور مَیں بھی خوش ہو رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ مَیں تو مبارک موعود کا ظہور کسی دُور کے زمانے میں سمجھتا تھا لیکن خدا کا شکر ہے کہ یہ خوش وقت بھی میری زندگی میں ہی مجھے نصیب ہوا۔ پھر خواب کے اندر خیال پیدا ہوا کہ خلیفہ تو حضرت مولوی صاحب ہیں، میاں صاحب کس طرح خلیفہ ہو گئے۔ تب تفہیم ہوئی کہ خلیفہ اوّل نے تو بہت بوڑھے ہونا نہیں کیونکہ خدا کے پیارے ارزل عمر کو نہیں پہنچتے''۔

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔ غیر مطبوعہ جلد نمبر 6 صفحہ 142-143 از روایات حضرت امیر محمد خان صاحبؓ)

حضرت خیر دین صاحبؓ جن کی بیعت 1906ء کی ہے، فرماتے ہیں کہ ''ایک دفعہ مَیں نے دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا داہنا ہاتھ گیارہ کرم لمبا ہو گیا ہے۔ (کرم ایک پیمانہ ہے جو دیہاتوں میں زمینوں کی پیمائش کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، ساڑھے پانچ فٹ کا۔ یعنی پچپن ساٹھ فٹ لمبا ہو گیا) اس میں بتایا ہے کہ خدا نے ان کو غیر معمولی طاقت عطا فرمائی ہے جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ اسی حالت میں دیکھا کہ آپ کا چہرہ مبارک مغرب کی طرف ہے اور ایک چھوٹی سی دیوار پر رونق افروز ہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ مَیں نے عرض کیا کہ حضور آپ روتے کیوں ہیں؟ آپ نے فرمایا اس واسطے روتا ہوں کہ لوگ مجھے معبود نہ بنا لیں''۔

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔ غیر مطبوعہ جلد نمبر 7 صفحہ 161 از روایات حضرت خیر دین صاحبؓ)

حضرت خلیفہ نور الدین صاحبؓ سکنہ جموں فرماتے ہیں۔ دسمبر 1891ء کی ان کی بیعت ہے کہ ''مجھے 1931ء میں کشفی حالت میں ایک بچہ دکھایا گیا جس سے سب لوگ بہت پیار کرتے تھے۔ مَیں نے بھی اُسے گود میں اُٹھا لیا اور پیار کیا۔ اگرچہ وہ چھوٹا سا بچہ ہے مگر لوگ کہتے ہیں کہ اس کی عمر تینتالیس سال کی ہے۔ مجھے القاء ہوا کہ اس کشف میں جو بچہ دکھایا گیا ہے وہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ہیں۔ 1931ء میں آپ کی عمر تینتالیس سال کی تھی۔ اور یہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی اشعار میں درج ہے کہ ؎

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہو گا ایک دن محبوب میرا

اس میں لفظ ''ایک'' میں بھی اشارہ 1931ء کی طرف ہے کیونکہ بحساب ابجد ''ایک'' کے عدد 31 ہیں۔ یعنی الف، ی، ک۔ ایک جو ہے اُس کے عدد جو ہیں وہ ابجد کے حساب سے 31 بنتے ہیں اور روحانی ترقی کا کمال بھی چالیس سال کے بعد شروع ہوتا ہے اس لئے اس کشف میں بچہ 43 کا دکھایا گیا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔ غیر مطبوعہ جلد نمبر 12 صفحہ 84-85 از روایات حضرت خلیفہ نور الدینؓ صاحب سکنہ جموں)

حضرت خیر دین صاحبؓ فرماتے ہیں کہ ''جب احرار کا فتنہ بھڑکا تو خاکسار نے دیکھا کہ حضرت امیر المومنین کے ایک طرف یوسف نامی شخص لیٹا ہوا ہے اور دوسری طرف حضور کے شیر محمد لیٹا ہوا ہے۔ تو اس میں جنابِ الٰہی نے یہ بتایا کہ واقعہ میں یہ یوسف تو ہے مگر بعض لوگ حضور کی ترقی کو دیکھ کر جل رہے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ کیونکہ غیر معمولی خدائی طاقت ہے اس لئے جلنے والے کچھ نہیں کر سکیں گے۔ گویا یہ خواب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس شعر کے مطابق ہے۔

یوسف تو سن چکے ہو اِک چاہ میں گرا تھا
یہ چاہ سے نکالے جس کی صدا یہی ہے

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔ غیر مطبوعہ جلد نمبر 7 صفحہ 160 از روایات حضرت خیر دین صاحبؓ)

حضرت میاں سوہنے خان صاحبؓ فرماتے ہیں کہ مئی 1938ء (میں) جس وقت احرار کا بہت زور تھا، اُس وقت مَیں نے دعا کرنی شروع کی اور درود شریف کثرت سے پڑھنا شروع کر دیا۔ (احرار نے جماعت کے خلاف بہت زیادہ شورش اُٹھائی تھی) کہ یا ربّ! میرے پیر کی عزت رکھیں، دشمن کا بہت زور ہے۔ تو مجھ کو سرورِ کائنات محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ تین اونٹ ہیں۔ ایک اونٹ پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر بھی اُس کے اوپر ہیں۔ اور صحابی دوسرے اونٹوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب نے فرمایا کہ سوہنے خاں! تم آ گئے ہو؟ جاؤ اور قدم آہستہ آہستہ چلنا تا کہ دشمن پر رعب ہو جاوے۔ حضور کا غلام آگے آگے چلا۔ جب دس قدم چلا تو حکم ہوا کہ سوہنے خاں! تم پیچھے ہو جاؤ، تمہارا پاؤں شور کرتا ہے۔ سرورِ کائنات اونٹ سے اُتر کر پیادہ ہو کر آگے چلنے لگے۔ جب مسجد مبارک کے (قادیان کی مسجد مبارک کے) پاس پہنچے تو سب صحابی اونٹوں سے اُتر کر اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مبارک میں بھی چلے گئے۔ سب صحابیوں کو مسجد مبارک میں چھوڑ کر (صحابی بھی ساتھ تھے، مسجد مبارک میں چلے گئے) پھر مسجد مبارک کی جو کھڑکی لگی ہوئی ہے، وہاں سے گزر کر خلیفہ ثانی کے گھر پہنچ گئے۔ (یہاں ان کی خواب ختم ہوتی ہے)۔

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔ غیر مطبوعہ جلد نمبر 12 صفحہ 200-201 از روایات حضرت میاں سوہنے خان صاحبؓ)

حضرت خیر دین صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ''ایک دفعہ مَیں نے دیکھا کہ امیر کابل کہتا ہے کہ مَیں نے اپنا پیسہ بھیج دیا ہے۔ پیچھے آپ بھی آ رہا ہوں۔ جب مستریوں نے ایک فتنہ برپا کیا (یہ مستریوں کا جو فتنہ تھا، یہ وہاں قادیان میں ایک اندرونی فتنہ تھا، انہوں نے بڑا شور مچایا تھا) تو اُس وقت مَیں نے دیکھا کہ حضرت خلیفہ ثانی آسمان پر ٹہل رہے ہیں۔ گویا اس میں یہ بتایا کہ اُن کا اتنا اونچا مقام ہے کہ اُن کے مقام تک پہنچنا نہایت ہی مشکل ہے، گویا محال ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیا کے لوگ جتنا چاہیں زور لگا لیں خدا کے فضل سے ان کا کوئی نقصان نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ اُن کا قدمِ مبارک بہت بلندی پر ہے۔ یہ حضور علیہ السلام کے اس شعر کے ماتحت ہے کہ ؎

آسماں کے رہنے والوں کو زمیں سے کیا نقار''

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔ غیر مطبوعہ جلد نمبر 7 صفحہ 160 از روایات حضرت خیر دین صاحبؓ)

حضرت میاں سوہنے خان صاحب فرماتے ہیں کہ ''اب مَیں صداقت خلیفہ ثانی بیان کرتا ہوں جو میرے پر ظاہر ہوئی۔ جس وقت احرار کا بہت زور تھا اور مستریوں نے بھی حضور پر بہت تہمت لگائی تھی۔ مَیں نے دعا کرنی شروع کر دی کہ اے اللہ! میرے پیر کی عزت رکھ۔ وہ تو میرے مسیح کا بیٹا ہے۔ بہت دعا کی اور بہت درود شریف اور الحمد شریف پڑھا اور دعا کرتا رہا۔ خواب عالمِ شہود میں ایک شخص میرے پاس آیا۔ اُس نے بیان کیا کہ مشرق کی طرف بڈھا گاؤں میں مولوی آئے ہوئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ احمدیوں کو ہم نے جڑ سے اکھیڑ دینا ہے۔ اور بندہ (یعنی یہ میاں سوہنے خان صاحب) کہتے ہیں کہ میں، برکت علی احمدی اور فتح علی احمدی کو اپنے ساتھ لے کر خواب میں ہی اُن کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں مولوی آئے ہوئے تھے۔ جب وہ موضع پنڈ دری قد پہنچے، اُس وقت نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ مَیں نے امام بن کر ہر دو احمدیوں کو نماز پڑھانی شروع کر دی۔ اتنے میں خِرد خان اور غلام غوث احمدی پھگلانہ بھی آ گئے۔ مَیں نے آسمان کی طرف دیکھا۔ آسمان پر دو چاند ہیں۔ ایک چاند بہت روشن ہے۔ دوسرا جو مربع شکل اُس کے ساتھ لگا ہوا ہے، وہ بے نور ہے۔ روشنی نہیں ہے۔ میرے دیکھتے دیکھتے اس میں روشنی ہونی شروع ہو گئی۔ غرضیکہ وہ چاند دوسرے چاند کے برابر روشن ہو گیا۔ مَیں نے دعا کی، یہ دونوں ایک قسم کے روشن ہو گئے۔ اُس وقت مجھے آواز آئی کہ پہلا چاند مرزا صاحب مسیح موعود ہیں اور یہ دوسرا چاند جواب روشن ہوا ہے یہ میاں بشیر الدین محمود احمد خلیفہ ثانی ہیں۔

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔ غیر مطبوعہ جلد نمبر 12 صفحہ 199-200 از روایات حضرت میاں سوہنے خان صاحبؓ)

بقیہ: حضرت مصلح موعودؓ کی تصنیفات...... ازصفحہ 39

حقیقت، تقدیر و تدبر، تقدیر عام اور تقدیر خاص کے پہلوؤں پر سیر حاصل روشنی ڈالی۔ اور تقدیر سے متعلق شبہات کا پوری طرح ازالہ فرمایا۔ علم و معرفت سے لبریز یہ تقریر انوار العلوم کی جلد چہارم میں یک صد صفحات پر طبع شدہ ہے۔

یقیناً حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ایک سال کے دوران سینکڑوں صفحات پر مشتمل جو علوم و معرفت کے موتی عطا فرمائے وہ بلاشبہ آپ کے سخت ذہین و فہیم، علوم ظاہری و باطنی سے پر ہونے پر دال اور رہتی دنیا تک شرق و غرب میں بسنے والی نسل انسانی کے لئے موجب رہنمائی ہیں۔

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کا عظیم الشان کارنامہ

پاکستان میں نئے مرکز احمدیت کا قیام

(محمد محمود طاہر۔ربوہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعدد الہامات اور رؤیا و کشوف میں ہجرت کا اشارہ ملتا ہے۔ 8/ستمبر 1894ء کو آپ کو الہام ہوا ''داغ ہجرت'' (تذکرہ صفحہ 218) بعض مشکلات اور نامساعد حالات میں آپؑ نے قادیان سے ہجرت کا ارادہ بھی ظاہر فرمایا اور آپ کے محبین نے آپ کو بھیرہ، لاہور، سیالکوٹ اور چک پنیار میں ہجرت کر کے جانے اور اپنے قیام کے لئے جگہ کی پیشکش کرنے کی سعادت پائی لیکن آپؑ نے یہی فرمایا کہ جب اذن ہوگا تب ہجرت ہوگی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''انبیاء کے ساتھ ہجرت بھی ہے لیکن بعض رؤیا نبی کے زمانہ میں پورے ہوتے ہیں اور بعض اولاد یا کسی متبع کے ذریعہ سے پورے ہوتے ہیں مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیصر و کسریٰ کی کنجیاں ملی تھیں تو وہ ممالک حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہوئے''۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 362)

یہ مشیتِ ایزدی تھی کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو ہجرت کی خبر دی گئی وہ آپؑ کے متبع کامل اور پسر موعود حضرت فضل عمرؓ کے بابرکت دَور میں پوری ہوئی۔ 1947ء کی تقسیم ہند کے وقت جماعت کو اپنے دائمی مرکز قادیان سے ہجرت کر کے پاکستان آنا پڑا۔

پسر موعود کی علامات مذکورہ پیشگوئی 20/فروری 1886ء میں یہ علامت بھی موجود تھی:

''وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنی سمجھ نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ''

(تذکرہ صفحہ:110)

اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا ایک عظیم الشان موقع نئے مرکز احمدیت کا قیام بھی ہے۔ جو اولوالعزم خلیفہ سیّدنا حضرت مصلح موعود کا ایک عظیم المرتبت کارنامہ ہے۔ جب تقسیمِ ہند کے نتیجہ میں بکھری ہوئی جماعت کو پھر ایک جگہ جمع کر کے اشاعتِ دین کے فریضہ کو دوبارہ اسی شان و شوکت کے ساتھ شروع کر دیا گیا جس طرح یہ سلسلہ قادیان میں جاری تھا۔

دارالہجرت حضرت مصلح موعودؓ کی دور بین نگاہ اور آپ کی اولوالعزم قیادت کا آئینہ دار ہے۔ حضورؓ بیان فرماتے ہیں:

''یہاں (پاکستان) پہنچ کر میں نے پورے طور پر محسوس کیا کہ میرے سامنے ایک درخت کو اکھیڑ کر دوسری جگہ لگانا نہیں بلکہ ایک باغ کو اکھیڑ کر دوسری جگہ لگانا ہے۔ یعنی ہمیں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ فوراً ایک مرکز بنایا جائے اس کے لئے 7/ستمبر 1947ء کو ایک میٹنگ بلائی گئی۔ جس طرح میرے قادیان سے نکلنے کا کام کیپٹن عطاء اللہ صاحب کے ہاتھ سے سرانجام پایا تھا، اسی طرح ایک نئے مرکز کا کام ایک دوسرے آدمی کے سپرد کیا گیا جو پیچھے آیا اور کئی لوگوں سے آگے بڑھ گیا۔ میری مراد نواب محمد دین صاحب مرحوم سے ہے''۔

(الفضل 31/جولائی 1949ء)

نئے مرکز کے لئے جگہ کی تلاش

حضرت مصلح موعودؓ کے اس عظیم الشان اور تاریخی کارنامہ جس کے ذریعہ ایک بے آب و گیاہ وادی کو بسایا گیا اور پھر اسے گل و گلزار میں اللہ کے فضل سے تبدیل کر دیا گیا اس کی مختصر روئیداد آئندہ سطور میں ہدیہ قارئین کی جائے گی۔ وما توفیقی الا باللہ العزیز۔

قادیان سے پاکستان ہجرت کے بعد سب سے بڑا مرحلہ پاکستان میں نئے مرکز سلسلہ کے لئے مناسب اور موزوں جگہ کی تلاش تھی۔ نئے مرکز کے لئے جگہ کی تلاش کی خدمت کی سعادت محترم چوہدری عزیز احمد صاحب باجوہ کے حصّہ میں آئی۔ آپ ان ایام میں سرگودہا میں سیشن جج کے عہدہ پر فائز تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے انہیں لاہور بلوا کر ان سے مشورہ لیا اور ہدایات دیں۔

نئے مرکز کے لئے کئی مقامات زیرِ غور آئے جن میں شیخوپورہ اور سیالکوٹ کے متعدد علاقے، کلاس والا، پسرور، چوہڑ منڈہ، چناب کنارے جہاں وہ پہاڑوں سے نکلتا ہے، ننکانہ صاحب نیز کھوٹہ، راوی کنارے نزد سرحد کشمیر، کڑانہ پہاڑی کا دامن اور چنیوٹ کے نزدیک دریائے چناب کے پار کے علاقے شامل تھے۔

حضرت مصلح موعود کی مجوزہ زمین پر آمد

محترم چوہدری عزیز احمد صاحب باجوہ نے 25/ستمبر 1947ء کو حضور کی خدمت میں مذکورہ بالا مختلف مقامات کے بارہ میں اپنی رپورٹ پیش کی۔ ان علاقوں کے فائدے اور نقصانات کا بھی ساتھ ساتھ ذکر کیا۔ دارالہجرت والی زمین کے بارہ میں لکھا کہ یہ جگہ ہر لحاظ سے موزوں ہے کیونکہ کافی رقبہ گورنمنٹ سے مل سکے گا۔ تاہم ارد گرد احمدی کم ہیں۔

حضورؓ نے چوہدری عزیز احمد صاحب کو ہدایت فرمائی کہ وہ علاقہ شیخوپورہ جا کر اراضیات دیکھ آئیں۔ چوہدری صاحب نے شیخوپورہ، جڑانوالہ اور چنیوٹ کے علاقوں میں زمینوں کا جائزہ لیا۔ موجودہ دارالہجرت والی زمین کو پسند کر کے حضور کی خدمت میں رائے پیش کر دی۔

رائے حاصل کر لینے کے بعد سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نئی مجوزہ جگہ کو بذاتِ خود ملاحظہ فرمانے کی غرض کے لئے 18/اکتوبر 1947ء کو لاہور سے سرگودہا کی طرف تشریف لائے۔ یہ وہ تاریخی دن ہے جب سرزمین ربوہ پر حضرت مصلح موعودؓ کے پہلی بار مبارک قدم پڑے۔

مندرجہ ذیل احباب حضورؓ کے شریک سفر تھے:

1۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے 2۔ حضرت نواب محمد الدین صاحب 3۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دردؔ 4۔ محترم چوہدری اسد اللہ خان صاحب 5۔ محترم راجہ علی محمد صاحب افسر مال 6۔ محترم شیخ محمد دین صاحب دفتر جائیداد صدر انجمن احمدیہ

خرید اراضی کے لئے کارروائی

حضورؓ صبح سویرے رتن باغ سے روانہ ہوئے اور تقریباً دس بجے سرزمین ربوہ بس اڈہ کے قریب پہنچے۔ حضورؓ نے کار سے اتر کر جگہ کا معائنہ فرمایا نیز قریبی پہاڑی کے اوپر جا کر بھی حضور نے جگہ ملاحظہ فرمائی اور پھر سرگودہا کی طرف آگے چل کر نلکے سے پانی چکھ کر فرمایا کہ پانی تو بہت اچھا ہے۔ یہاں سے روانہ ہو کر احمد نگر کے بالمقابل سڑک پر نکل کر ایک کنویں کے قریب درخت کے نیچے ٹھہر کر احمد نگر کے غیر از جماعت معززین سے مخاطب ہوئے اور ربوہ کی زمین کے بارہ میں بعض معلومات لیں اور پھر سرگودہا کی طرف روانہ ہو گئے۔ کڑانہ پہاڑیوں کے دامن میں کُھلے میدان کا جائزہ لیا۔ سرگودہا پہنچ کر محترم چوہدری عزیز احمد صاحب باجوہ کی کوٹھی پر کھانا تناول فرمایا۔ نماز ظہر و عصر کی ادائیگی کے بعد حضور لاہور کے لئے روانہ ہو گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 11 صفحہ 286، 288)

سرزمین دارالہجرت کو ملاحظہ فرمانے کے بعد حضورؓ نے اس جگہ کو پسند فرمایا۔ یہ جگہ حضور کی رؤیا بیان فرمودہ 12/دسمبر 1941ء سے ملتی جلتی تھی۔ خواب میں جو جگہ دیکھی تھی وہ سرسبز تھی لیکن یہاں سبزہ نام کی چیز نہ تھی۔ حضورؓ نے اس پر فرمایا تھا کہ اگر کوشش کی جائے تو یہاں بھی سبزہ ہو سکتا ہے۔ اللہ کے فضل سے یہ زمین اب سرسبز و شاداب ہو چکی ہے۔

حضور کی ہدایت پر ڈپٹی کمشنر جھنگ کی خدمت میں ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی طرف سے سرزمین ربوہ کے حصول کی درخواست دے دی گئی۔ یہ درخواست حضور کے سفر ربوہ سے ایک روز قبل 17/اکتوبر 1947ء کو ٹائپ کی گئی اور 18/اکتوبر کو بنگلہ لالیاں میں ڈپٹی کمشنر جھنگ کو پیش کر دی گئی۔

اس رقبہ کی کل اراضی جو چک ڈھگیاں کے نام پر تھا 1506/ایکڑ تھی جبکہ اس میں 472/ایکڑ رقبہ آبادی کے قابل نہ تھا جس میں بڑی سڑک، ریلوے لائن اور پہاڑیاں شامل ہیں۔ بقیہ 1034/ایکڑ زراعت کے ناقابل تھا تاہم اس میں مکانات تعمیر ہو سکتے تھے اور یہ کسی کی ملکیت بھی نہیں تھا، چنانچہ اس رقبہ کے حصول کی درخواست پیش کی گئی۔

درخواست پیش کیے جانے کے بعد اس کی کئی قانونی کارروائیاں شروع ہوئیں۔ بہرحال ایک طویل سلسلہ کے بعد حضور نے 11/جون 1948ء کے خطبہ جمعہ میں اس اراضی کی خرید کی کارروائی کی تفصیلات بیان فرمائیں۔ 27/جون 1948ء کو زمین کی قیمت جھنگ سرکاری خزانہ میں جمع کروائی گئی اور یوں سرکاری رجسٹری مکمل ہوئی۔

تعمیر اراضی ربوہ کا آغاز

بعض معاند اخبارات آزاد، احسان، زمیندار نے اس جگہ کی قیمت کے بارہ میں یہ غلط پروپیگنڈا کیا کہ یہ احمدیوں کو سستے داموں دے دی گئی ہے جبکہ مہنگے داموں خریدنے والے موجود تھے۔ جماعت نے اس پروپیگنڈے کا جواب دیا اور حکومت پنجاب کی طرف سے بھی بیان شائع ہو گیا کہ

''احمدیوں کو دس روپے فی ایکڑ کے بھاؤ بنجر زمین دی گئی ہے۔ یہاں قادیاں کے خانماں ویران لوگ آباد ہوں گے''۔

(اخبار انقلاب لاہور ۱۳/اگست ۱۹۴۸ء)

محلِ وقوع اور تاریخی پس منظر

حضور کی ہدایت تھی کہ خرید کے بعد اس جگہ کا فوری قبضہ لیا جائے چنانچہ حضور کی دعاؤں اور توجہ کی بدولت صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے 5/اگست 1948ء کو جگہ کا قبضہ حاصل کیا۔ یوں یہ عظیم معجزہ اولوالعزم خلیفۃ المسیح سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھ پر ظاہر ہوا۔

جب ربوہ کی اراضی کی خرید سرکار سے مکمل ہوئی تو ان دنوں حضور کوئٹہ میں تشریف فرما تھے۔ 11/جون 1948ء کو نئی جگہ کی منظوری ہوئی۔ حضورؓ نے کوئٹہ سے ہدایات جاری فرمائیں کہ فوری طور پر ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو نئے مرکز سلسلہ کی تعمیر کے لئے جائزہ لے کر دفاتر، سکولز، بہشتی مقبرہ، ہسپتال وغیرہ کہاں بنائے جائیں، پانی کا انتظام، تیل اور غلہ کا کوٹہ، تازہ دودھ کی فراہمی، درختوں کی کاشت، مسجد کی تعمیر، فوری آبادی کہاں ہو گی، زمین احباب کو فروخت کرنے کا پلان اور اس کی قیمت، دوکانوں کے معاملات وغیرہ کا جائزہ لے گی۔ اس ارشاد کی تعمیل میں صدر انجمن احمدیہ نے 19/جون 1948ء کے اجلاس میں کمیٹی جو دس ممبران پر مشتمل تھی تجویز کی جس کے صدر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب تھے۔

احباب جماعت کو نئے مرکز کی اطلاع اور حصول جگہ کے لئے والہانہ جوش

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ محکمہ مال کے ریکارڈ میں تحصیل چنیوٹ میں دارالہجرت کا رقبہ چک ڈھگیاں کے نام سے موسوم ہے۔ یہ مقام سطح سمندر سے زیادہ سے زیادہ 613 اور کم از کم 590 فٹ بلند ہے۔ یہ رقبہ صدیوں سے بنجر اور بے آباد تھا بلکہ اسے ناقابلِ زراعت سمجھا جاتا تھا۔ موجودہ شہر ربوہ کے مشرق میں چنیوٹ اور مغرب کی طرف لالیاں ہے اور یہ دو بڑے شہروں فیصل آباد اور سرگودہا کے عین وسط میں واقع ہے۔ ربوہ کے ارد گرد سادات، نسوآنے، گلوہتر،

ربوہ کے ابتدائی ایام

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ ربوہ کے افتتاح کے لئے لگائے جانے والے خیمہ میں نماز پڑھا رہے ہیں

ریحان، لالی و دیگر اقوام آباد ہیں۔ ربوہ دریائے چناب کے مغربی کنارے پر آباد ہے جہاں پہاڑیوں کا ایک سلسلہ ہے جو ایک قدرتی فصیل بنائے ہوئے ہیں۔ چک جھمرہ، فیصل آباد، سرگودہا ریلوے لائن اور شارع سرگودہا و فیصل آباد یہاں سے گزرتی ہے۔ ایک چھوٹے قصبہ ساہیوال ضلع سرگودہا کے لئے بھی شاہراہ ساہیوال کا یہاں سے گزر ہوتا ہے۔ دریائے چناب پر 1928ء میں پُل کی تعمیر مکمل ہوئی جو کہ حسنِ اتفاق سے ایک احمدی انجینئر خان بہادر نعمت اللہ خان صاحب کی نگرانی میں تعمیر ہوا تھا۔

نئے مرکز کا نام ربوہ رکھا گیا

نئے مرکز کی جگہ کی خرید کی کارروائی مکمل ہونے اور جگہ پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد نئے مرکز کے بارہ میں سیّدنا حضرت مصلح موعود نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 10ستمبر 1948ء کو بمقام لاہور میں اس کی تفصیلات احباب جماعت کے سامنے بیان فرمائیں اور نئی اراضی پر مکانات تعمیر کرنے کے حوالہ سے اپنی ہدایات سے نوازا اور احباب جماعت کو نئے مرکز میں خرید اراضی کی تحریک فرمائی اور ایک ماہ کے اندر اندر سو روپیہ فی کنال کے حساب سے (جو کہ پچاس روپیہ ہدیہ مالکانہ ہوگا اور پچاس روپے اخراجات ابتدائی انتظامات کے ہوں گے) رقم خزانہ میں جمع کروانے کی ہدایت فرمائی۔

(الفضل 28ستمبر 1948ء)

افتتاح کے انتظامات

احباب جماعت کی طرف سے والہانہ انداز میں اس تحریک پر لبیک کہا گیا اور 15اکتوبر 1948ء کی آخری تاریخ مقررہ تک ایک ہزار کنال کی قیمت داخل خزانہ کرا دی گئی۔ اکتوبر کے آخر تک 539 سابقون کی فہرست جنہوں نے ربوہ کی زمین کی رقم داخل خزانہ کرا دی تھی الفضل ربوہ کی دو اشاعتوں 26اکتوبر اور 2نومبر 1948ء میں شائع ہوگئیں جن میں پہلا نام حضرت مصلح موعودؓ کا تھا۔ آپ نے 60 کنال زمین خرید فرمائی۔

16ستمبر 1948ء کو لاہور میں حضرت مصلح موعودؓ نے صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے مشترکہ اجلاس میں نئے مرکز کے افتتاح کے لئے 20ستمبر کا دن مقرر فرمایا اور اس کے انتظامات کی بعض اہم ہدایات دیں۔

اسی اجلاس میں نئے مرکز کا نام زیرِ غور آیا۔ حضرت مصلح موعود نے مولانا شمس صاحب کا تجویز کردہ نام ''ربوہ'' منظور فرمایا۔ جس کے معنی ٹیلہ، پہاڑی، بلند زمین کے ہیں اور قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اپنی والدہ کے ہمراہ ہجرت کے واقعہ میں انہیں ربوہ میں اللہ کی طرف سے پناہ دیے جانے کا ذکر موجود ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد 12 صفحہ 422،423)

ربوہ میں پہلی رات

افتتاح کی تاریخ طے ہوجانے کے بعد حضور کی ہدایات کی روشنی میں صدر انجمن اور تحریک جدید نے فوری طور پر انتظامات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس مقصد کے لئے 19ستمبر کو ربوہ کے لئے لاہور سے دو قافلے روانہ ہوئے۔ پہلا قافلہ چوہدری عبدالسلام صاحب اختر اور مولانا چوہدری محمد صدیق صاحب پر مشتمل تھا جس نے رات ربوہ گزاری جبکہ دوسرا قافلہ مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب کی امارت میں شام پانچ بجے لاہور سے بس کے ذریعہ براستہ فیصل آباد (لائلپور) رات گیارہ بجے چنیوٹ پہنچا۔ اس قافلے نے رات سڑک کے کنارے گزاری اور اگلے روز یعنی 20ستمبر کو صبح ساڑھے آٹھ بجے ربوہ پہنچا۔ اس قافلہ میں صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے 34 عہدیداران شامل تھے۔

نئے مرکز کا افتتاح

افتتاح سے قبل 20ستمبر کو مولوی عبدالرحمٰن انور صاحب (وکیل الدیوان) تحریک جدید کا ریکارڈ لے کر آئے۔ حضور کے فیصلہ کے مطابق اراضی ربوہ کے تہائی حصہ کی مالک تحریک جدید انجمن احمدیہ تھی جس نے اخراجات کا تہائی ادا کیا تھا۔

19اور 20ستمبر 1948ء کو تقریب افتتاح نئے مرکز کے لئے وسیع و عریض شامیانہ نصب کیا گیا اس مقام پر سیّدنا مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے نماز بھی پڑھانا تھی۔ افتتاحی شامیانہ کے علاوہ چھ رہائشی خیمے بھی نصب کئے گئے۔

20ستمبر 1948ء کو نئے مرکز کا افتتاح ہوا۔ 19ستمبر 1948ء کو پہلا قافلہ سرزمین ربوہ پر افتتاح کی تیاری کے لئے یہاں پہنچا۔ اس قافلے میں محترم عبدالسلام اختر صاحب اور مولانا چوہدری محمد صدیق صاحب سابق انچارج خلافت لائبریری شامل تھے۔ ان بزرگوں نے اس ویرانے میں پہلی رات گزاری اور ربوہ میں پہلا خیمہ نصب کیا۔

یہاں اس بات کا تذکرہ بھی مناسب ہوگا کہ جب نئے مرکز کی زمین کی خرید کی سرکاری کارروائی مکمل ہوگئی تو حصول قبضہ کے لئے یہاں ماہ اگست 1948ء میں ایک قافلہ بھیجا گیا جو نظارت دعوت الی اللہ کے تحت دیہاتی معلمین (طلبہ) پر مشتمل تھا اس میں بارہ ممبر اور ایک استاد ممتاز احمد بنگالی صاحب تھے۔ یہ پہلے احمد نگر آیا اور پھر دریائے چناب کے کنارے موجود بنگلہ میں فروکش ہوگیا۔ نئے مرکز ربوہ کی تقریب کے لئے اس گروپ کے طلبہ کو بھی خدمت کی توفیق ملی۔

(''تعمیر مرکز ربوہ کے ابتدائی حالات اور ایمان افروز واقعات'' از خان عبدالرزاق خان)

20ستمبر 1948ء وہ تاریخی دن ہے جس دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کئی پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا وقت آ گیا تھا۔ پسر موعود کی علامت ''تین کو چار کرنے والا'' کا ایک ظہور بھی ہونے والا تھا۔ ایک بے آب و گیاہ، وادی غیر ذی زرع کی آبادی کا سامان اور ایک ایسی بستی کی بنیاد ڈالی جارہی تھی جہاں سے دین کی نشاۃ ثانیہ کے لئے فدایان و جاں نثاران کا اکنافِ عالم میں پھیل جانا مقدر تھا۔

حضرت مصلح موعودؓ کا تاریخی افتتاحی خطاب

افتتاح کے لئے سیدنا حضرت مصلح موعودؓ بنفس نفیس لاہور سے سرزمین ربوہ کے لئے روانہ ہوئے۔ حضور بذریعہ کار صبح نو بج کر بیس منٹ پر لاہور سے روانہ ہوئے۔ یہ یادگار سفر حضور نے براستہ فیصل آباد (لائلپور) طے فرمایا۔ حضور کے ہمراہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ اور دوسرے بزرگانِ سلسلہ بھی تھے۔ حضور نے ایک بج کر بیس منٹ پر نئے مرکز پر قدم رنجہ فرمایا۔

سب سے پہلے نماز ظہر کی ادائیگی کی گئی۔ دراصل اس نماز کے ساتھ ہی نئے مرکز کا افتتاح عمل میں آ گیا۔ ڈیڑھ بجے حضورؓ نے نماز ظہر پڑھائی۔ یہ پہلی باجماعت نماز تھی جو سیّدنا مصلح موعود کی اقتداء میں احباب جماعت نے نئے مرکز میں ادا کی۔ اس نماز میں 250 کے قریب احباب موجود تھے جو حضور کی آمد سے قبل چنیوٹ، احمد نگر، لالیاں، لائلپور، سرگودہا، لاہور، قصور، سیالکوٹ، گجرات، گوجرانوالہ، جہلم اور بعض دوسرے مقامات سے بھی اس تاریخی تقریب میں شرکت کے لئے پہنچ گئے تھے۔ ربوہ کی افتتاحی تقریب میں شامل احباب کی فہرست تیار کی گئی تھی۔ ان خوش قسمت احباب کے اسماء تاریخ احمدیت جلد 12 میں بطور ضمیمہ شامل ہیں۔ یہ فہرست حضرت مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری کی نگرانی میں تیار ہوئی۔ جو 616 احباب پر مشتمل ہے۔

جس مقام پر حضور نے نماز ظہر پڑھائی وہاں پر ایک مسجد یادگار 1953ء میں تعمیر کر دی گئی۔ جو کہ آج احاطہ فضل عمر ہسپتال میں انتہائی خوبصورت عمارت کی صورت میں موجود ہے اور وہاں پانچ وقت باجماعت نماز ہوتی ہے۔ ہسپتال آنے والے مریض اور ان کے لواحقین بھی اسے عبادت کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد حضرت مصلح موعود نے ابراہیمی دعاؤں کے ساتھ جن کو خوش نصیب حاضر احباب جماعت نے بھی دہرایا، ربوہ کا افتتاح فرمایا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ابراہیمی دعاؤں کو 3،3 بار دہرایا اور احباب جماعت بھی ساتھ ساتھ دہراتے رہے۔ یہ دعائیں حسب ذیل تھیں:

1۔ رَبَّنَا اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ

2۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

3۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ ... إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

4۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رِجَالًا مِّنْهُمْ يَتْلُونَ عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُونَهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

(حضورؓ نے جمع کا صیغہ دعا میں استعمال فرمایا تھا)

ان دعاؤں کو پڑھنے کے بعد حضور نے فرمایا:

''یہ وہ دعائیں ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کے بساتے وقت کیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو قبول فرما کر ایک ایسی بنیاد رکھ دی جو ہمیشہ کے لئے نیکی اور تقویٰ کو قائم رکھنے والی ثابت ہوئی۔

''سو ہمیں بھی اس کام کی یاد کے طور پر اور اس بستی کی یاد کے طور پر جس جگہ خدا کے ایک نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے انتظار میں دعائیں کی گئیں۔ اپنے نئے مرکز کو بساتے وقت جو اسی طرح ایک وادی غیر ذی زرع میں بسایا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرنی چاہئیں کہ شاید ان لوگوں کے طفیل جو مکہ مکرمہ کے قائم کرنے والے اور مکہ مکرمہ کی پیشگوئیوں

کے حامل تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم پر بھی اپنا فضل نازل کرے اور ہمیں بھی ان نعمتوں سے حصہ دے جو اس نے پہلوں کو دیں۔

’’خدائی خبروں اور اس کی بتائی ہوئی پیشگوئیوں کے مطابق ہمیں قادیان کو چھوڑنا پڑا۔ اب انہی خبروں اور پیشگوئیوں کے ماتحت ہم ایک نئی بستی اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کے لئے اس وادیٔ غیر ذی زرع میں بسا رہے ہیں۔ ہم چیونٹی کی طرح کمزور اور ناطاقت ہی سہی مگر چیونٹی بھی جب دانہ اٹھا کر دیوار پر چڑھتے ہوئے گرتی ہے تو وہ اس دانے کو چھوڑتی نہیں بلکہ دوبارہ اسے اٹھا کر منزل مقصود پر لے جاتی ہے اسی طرح گو ہمارا وہ مرکز جو حقیقی اور دائمی مرکز ہے دشمن نے ہم سے چھینا ہوا ہے لیکن ہمارے ارادہ اور عزم میں کوئی تزلزل واقع نہیں ہوا۔

’’اس وادیٔ غیر ذی زرع کو اس ارادہ اور نیت کے ساتھ چنا ہے کہ جب تک یہ عارضی مقام ہمارے پاس رہے گا ہم اسلام کا جھنڈا اس مقام پر بلند رکھیں گے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت دنیا میں قائم کرنے کی کوشش کریں گے اور جب خدا ہمارا قادیان ہمیں واپس دیدے گا یہ مرکز صرف اس علاقہ کے لوگوں کے لئے رہ جائے گا۔ یہ مقام اجڑے گا نہیں کیونکہ جہاں خدا کا نام ایک دفعہ لے لیا جائے وہ مقام برباد نہیں ہوا کرتا۔

’’یہ زمین ہم نے پہاڑی ٹیلوں کے درمیان اس لئے خریدی ہے کہ میری ایک رؤیا اس زمین کے متعلق تھی۔ یہ رؤیا دسمبر 1941ء میں مَیں نے دیکھی تھی اور 21؍دسمبر 1941ء کے الفضل میں شائع ہوچکی ہے۔ اب تک دس ہزار آدمی یہ رؤیا پڑھ چکے ہیں اور گورنمنٹ کے ریکارڈ میں بھی یہ رؤیا موجود ہے۔ میں نے اس رؤیا میں دیکھا کہ قادیان پر حملہ ہوا ہے اور ہر قسم کے ہتھیار استعمال کئے جارہے ہیں مگر مقابلہ کے بعد دشمن غالب آ گیا اور ہمیں وہ مقام چھوڑنا پڑا۔ باہر نکل کر ہم حیران ہیں کہ کس جگہ جائیں اور کہاں جا کر اپنی حفاظت کا سامان کریں۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں ایک جگہ بتاتا ہوں۔ آپ پہاڑوں پر چلیں... اس رؤیا کے مطابق یہ جگہ مرکز کے لئے تجویز کی گئی ہے۔ جب میں قادیان سے آیا تو اس وقت یہاں اتفاقاً چوہدری عزیز احمد صاحب احمدی سب جج لگے ہوئے تھے۔ میں شیخوپورہ کے متعلق مشورہ کر رہا تھا کہ چوہدری عزیز احمد صاحب میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ میں نے اخبار میں آپ کی ایک اس اس رنگ کی خواب پڑھی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ چنیوٹ ضلع جھنگ کے قریب دریائے چناب کے پار ایک ایسا ٹکڑا زمین ہے جو اس خواب کے مطابق معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ میں یہاں آیا اور میں نے کہا ٹھیک ہے۔ خواب میں جو میں نے مقام دیکھا تھا اس کے اردگرد بھی اسی قسم کے پہاڑی ٹیلے تھے صرف ایک فرق ہے اور وہ یہ کہ میں نے اس میدان میں گھاس دیکھا تھا مگر یہ چٹیل میدان ہے۔ اب بارشوں کے بعد کچھ کچھ سبزہ نکلا ہے ممکن ہے ہمارے آنے کے بعد اللہ تعالیٰ یہاں گھاس بھی پیدا کردے اور اس رقبہ کو سبزہ زار بنادے۔ بہرحال اس رؤیاء کے مطابق ہم نے اس جگہ کو چنا ہے۔

’’آؤ اب ہم ہاتھ اٹھا کر آہستگی سے بھی اپنے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ وہ ہمارے ارادوں میں برکت ڈالے اور ہمیں اس مقدس کام کو دیانتداری کے ساتھ سرانجام دینے کی توفیق بخشے۔‘‘

(الفضل سالانہ نمبر دسمبر 1964ء صفحہ 5 تا 9)

اس پُر معارف اور ایمان افروز افتتاحی تقریر کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے لمبی دعا کروائی۔ درویشان قادیان کو فون اور تار کے ذریعہ نماز اور دعا کے وقت کی اطلاع کر دی گئی تھی وہ اپنی جگہ انتظام کر کے دعا میں شریک ہوگئے۔

دعا کے بعد حضور نے چاروں کونوں پر بکروں کی قربانی کا ارشاد فرمایا اور ایک بکرا وسط رقبہ حضور نے اپنے دست مبارک سے قربان کیا۔ چاروں کونوں پر مندرجہ ذیل احباب نے قربانیاں ذبح کیں:

1۔ محترم مولانا عبدالرحیم صاحب درد

2۔ محترم مولوی عبداللہ بوتالوی صاحب

3۔ محترم چوہدری برکت علی خان صاحب وکیل المال تحریک جدید

4۔ محترم مولوی چوہدری محمد صدیق صاحب مولوی فاضل

بکروں کی قربانی کے بعد ایک ترک نوجوان مکرم محمد افضل صاحب ترکی نے حضور کے ہاتھ پر بیعت کرکے جماعت میں شمولیت کی۔ اس کو نئے مرکز کا پہلا پھل قرار دیا گیا۔ اس موقع پر حضور نے نئے مرکز کا نام ربوہ ہونے کا اعلان فرمایا۔ قربانی اور بیعت کے بعد حضور نے نماز عصر پڑھائی جس میں چھ سو کے قریب مرد و زن شریک ہوئے۔

نماز کے بعد حضور نے کھانا تناول فرمایا جس میں دوسرے احباب بھی شریک ہوئے۔ اس کھانے کا انتظام احباب جماعت چنیوٹ نے کیا تھا۔ چار بج کر چالیس منٹ پر حضور کی گاڑی لاہور کے لئے واپس روانہ ہوگئی اور آٹھ بج کر پانچ منٹ پر حضور بخیر وعافیت لاہور پہنچ گئے۔

تقریب اِفتتاح کے مقام پر ایک موٹر لاری، پانچ کاریں، 24 تانگے اور 32 سائیکل موجود تھے۔ وسیع شامیانے کے علاوہ چھ خیمے نصب کئے گئے تھے۔ بعض مستورات بھی افتتاحی تقریب میں شامل ہوگئی تھیں۔ انہوں نے پردہ کے پیچھے نماز ادا کی۔

(ملخص از مضمون حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مطبوعہ الفضل 22؍ستمبر 1948ء)

حضرت نواب محمد الدین صاحب کی نئے مرکز کے لئے خدمات

خان بہادر حضرت نواب محمد الدین صاحب کو نئے مرکز کے قیام کے سلسلہ میں غیر معمولی خدمات کی توفیق ملی آپ 5؍جولائی 1949ء کو وفات پا گئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کی وفات کے بعد خطبہ جمعہ میں آپ کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے فرمایا:

’’میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے جدید مرکز کے قیام کا سہرا یقیناً نواب محمد الدین صاحب مرحوم کے سر پر ہے اور یہ عزت اور رتبہ انہی کا حق ہے۔ جب تک یہ جماعت قائم رہے گی لوگ ان کے لئے دعا بھی کریں گے اور ان کی قربانی کو دیکھ کر نوجوانوں کے دلوں میں یہ جذبہ بھی پیدا ہوگا کہ وہ ان جیسا کام کریں ... یہ مقام ربوہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی پیشگوئی کے ماتحت قائم کیا جارہا ہے اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے فرشتے اس کی حفاظت کریں گے اور اس کی برکتیں اس سے وابستہ رہیں گی اور یقیناً اس مقام سے تعلق رکھنے کی وجہ سے نواب صاحب مرحوم کا نام بھی قیامت تک قائم رہے گا‘‘۔

(روزنامہ الفضل 31؍جولائی 1949ء)

حضرت نواب محمد الدین صاحب کے نام پر فضل عمر ہسپتال ربوہ میں ایک بلاک تعمیر کیا گیا جو آؤٹ ڈور مریضان کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

نئے مرکز میں حضور کی مستقل آمد
’’دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ‘‘

20؍فروری 1886ء کی پیشگوئی پسرِ موعود میں درج ذیل دو علامات اکٹھی بیان ہوئیں:

’’وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنی سمجھ نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ‘‘

(تذکرہ صفحہ:110)

اس پیشگوئی کے مطابق حضور کے ہاتھوں چوتھے مرکزِ اسلام کی بنیاد ڈال دی گئی اور تین کو چار کر دیا گیا اور پھر ’’دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ‘‘ میں اس کے افتتاح اور مستقل سکونت کے دن کا بھی بتا دیا گیا۔ 20؍ستمبر 1948ء کو نئے مرکز کا افتتاح ہوا جو کہ دوشنبہ (سوموار) کا دن تھا وہ بھی مبارک دن ہے اور پھر حضور 19؍ستمبر 1949ء کو مستقل سکونت کے لئے ربوہ تشریف لائے۔ یہ بھی دوشنبہ کا دن جسے نئے مرکز کے لئے مبارک قرار دے دیا گیا۔ یوں یہ الہام بھی بڑی شان وشوکت کے ساتھ پورا ہوا اور دو دفعہ دوشنبہ کے الفاظ ہیں اور دو دفعہ یکے بعد دیگرے چوتھے مرکز اسلام کے تناظر میں پورے ہوئے۔

حضرت مصلح موعود 19؍ستمبر 1949ء بروز دوشنبہ لاہور سے صبح دس بج کر پچاس منٹ پر مستقل سکونت اختیار کرنے کے لئے نئے مرکز کے لئے عازم سفر ہوئے۔

(روزنامہ الفضل لاہور 23؍ستمبر 1949ء)

نئے مرکز میں حضور کا پہلا خطبہ جمعہ

نئے مرکز میں مستقل رہائش اختیار کرنے کے بعد پہلا جمعہ 30؍ستمبر 1949ء کو پڑھایا۔ اس سے قبل 23؍ستمبر 1949ء کا جمعہ حضور نے لاہور میں پڑھایا تھا۔

نئے مرکز کی سب سے پہلی مستقل مسجد مبارک کا سنگ بنیاد

’’دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ‘‘ یہ الہام ایک بار پھر 3؍اکتوبر 1949ء کو پورا ہوا جب ربوہ کی پہلی مستقل مسجد بیت المبارک کا سنگِ بنیاد حضور نے اپنے دستِ مبارک سے رکھا۔ اس تقریب کی اہمیت کے پیش نظر پاک و ہند کی جماعتوں اور لندن مشن کو بھی اطلاع دے دی گئی تھی تا وہ بھی دعا میں شامل ہوجائیں۔ نماز عصر کا وقت سنگ بنیاد کے لئے مقرر تھا۔ حضور نے اسی جگہ نماز پڑھائی اور پھر حضور کی ہدایت کے مطابق حضرت مسیح موعود کے صحابہ و صحابیات کرام، خاندان حضرت مسیح موعود کے افراد و خواتین، واقفین زندگی، امرائے جماعت و ناظران سلسلہ اور مہاجرین قادیان کی نمائندگی میں تین تین اینٹیں رکھی گئیں۔ قادیان مسجد مبارک کی دو اینٹیں بھی بنیاد میں رکھی گئیں۔ ابراہیمی دعاؤں سے حضور نے سنگ بنیاد رکھا۔ احباب بھی حضور کے پیچھے یہ دعائیں دُہراتے رہے۔

مسجد مبارک کا نقشہ حفیظ الرحمان واحد صاحب نے تیار کیا جبکہ حضرت قاضی عبدالرحیم صاحب بھٹی رفیق حضرت مسیح موعود (313) کی نگرانی میں مسجد مبارک اگست 1951ء میں مکمل ہوئی۔ حضور نے 23؍اگست 1951ء میں اس میں پہلا خطبہ ارشاد فرمایا۔ کثرت سے احباب جماعت نے سنگ بنیاد کے دن ہی تعمیر کے لئے اپنے وعدے لکھوائے۔

نئے مرکز میں پہلا جلسہ سالانہ

جماعت احمدیہ کا سرزمین ربوہ پر پہلا جلسہ سالانہ 15 تا 17؍اپریل 1949ء کو منعقد ہوا۔ (یہ 1948ء کا جلسہ سالانہ تھا) جس میں حضور اقدس بنفس نفیس شامل ہوئے۔ غیر معمولی طور پر اس بے آب و گیاہ چٹیل میدان میں سولہ ہزار سے زائد افراد اس جلسہ میں شامل ہوئے۔ پہاڑی کے دامن میں لنگر خانہ قائم کیا گیا جہاں 45 تنور لگائے گئے۔ بہت سے احباب حضور کی تحریک پر گندم، آٹا اور دالیں وغیرہ ساتھ لے کر آئے۔ ٹینکروں کے ذریعہ پانی مہیا کیا گیا۔ متعدد مقامات پر پانی کے پمپ بھی لگائے گئے تھے۔ مہمانوں کی رہائش کے لئے ریلوے اسٹیشن کے دونوں طرف دور دور تک بیرکس تعمیر کی گئیں۔ بہت سے احباب نے اپنے طور پر میدان میں خیمے لگائے۔ ریلوے کا تعاون رہا جس نے اسٹیشن منظور کرلیا تھا یوں گاڑیاں رکنے لگیں اور زائد بوگیاں بھی ٹرینوں کو لگائی گئیں۔ ریلوے کے علاوہ یونائیٹڈ ٹرانسپورٹ کمپنی اور ویسٹ پنجاب ٹرانسپورٹ کی لاریاں بھی کثرت کے ساتھ ان ایّام میں شرکاء جلسہ کو لاتی رہیں۔

مہمانوں کی رہائش گاہ کے قریب ہی مردانہ وزنانہ جلسہ گاہ کا انتظام کیا گیا اور لاؤڈ سپیکر کا بہت اچھا انتظام تھا۔ منتظم بازار کی نگرانی میں جلسہ گاہ کے قریب ہی مختصر سا بازار بھی لگا ہوا تھا۔ پہلے جلسہ سالانہ منعقدہ ربوہ کے افسر جلسہ سالانہ محترم سیّد محمود اللہ شاہ صاحب تھے۔ جلسہ کے بیشتر کارکن تو مہمانانِ جلسہ میں سے تھے تاہم تعلیم الاسلام ہائی سکول چنیوٹ اور مدرسہ وجامعہ احمدیہ احمد نگر کے طلبہ نے انتظامات میں بطور معاون حصّہ لیا۔ حفاظت کا کام خدام الاحمدیہ کے سپرد تھا۔

(الفضل 23؍اپریل 1949ء)

مستقل الاٹمنٹ وتعمیر مکانات

تعمیر نئے مرکز کے سلسلہ میں جب محلہ جات بنائے گئے تو ان کو الف۔ ب۔ ج۔ د۔ س۔ ص اور ط کے نام دیے گئے۔ ستمبر 1950ء میں حضور کے حکم پر ان محلہ جات کے مندرجہ ذیل نام رکھے گئے:

دارالیمن (الف)، باب الابواب (ب)، دارالنصر (ج)، دارالبرکات (د)، دارالرحمت (س)، دارالصدر (ص)، دارالفضل (ط)۔ الاٹمنٹ پلاٹس سب سے پہلے دارالیمن اور دارالصدر کی ہوئی۔ پھر باب الابواب اور دارالفضل کی الاٹمنٹ کی گئی۔ دارالصدر میں سب سے پہلی کوٹھی نواب محمد احمد صاحب کی تعمیر ہوئی۔ دارالیمن میں پہلا ذاتی مکان ٹھیکیدار نور احمد صاحب نے تعمیر کیا۔ باب الابواب میں پہلا مکان چوہدری عبداللطیف صاحب نے اور دارالفضل میں کیپٹن نواب دین صاحب نے پہلا مکان بنایا۔

(تاریخ احمدیت جلد 14 صفحہ 216)

مرکز کے افتتاح کے بعد یہاں عارضی دفاتر تو قائم کر دیے گئے تاہم مستقل دفاتر کی تعمیر کا سلسلہ 1950ء میں شروع ہوا۔ 29؍مئی 1950ء کو حضور نے اپنے ذاتی مکان کا سنگ بنیاد رکھا۔ 31؍مئی 1950ء کو حضور نے مندرجہ ذیل عمارتوں کا سنگِ بنیاد رکھا۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول، قصرِ خلافت، دفاتر تحریک جدید، دفاتر صدر انجمن احمدیہ اور دفاتر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ۔

ریلوے اسٹیشن وڈاکخانہ

ریلوے اسٹیشن کی منظوری مارچ 1949ء میں ہوگئی چنانچہ 25/مارچ 1949ء کے الفضل میں اسٹیشن کی منظوری کا اعلان شائع ہوا۔ یکم اپریل 1949ء سے ریلوے اسٹیشن ربوہ پر گاڑیوں کی آمدورفت شروع ہوئی۔ مارچ 1950ء میں مستقل اسٹیشن کا نوٹیفکیشن جاری ہوا اور اپریل 50ء سے مال و اسباب کی بکنگ ربوہ سے شروع ہوگئی۔ ریلوے اسٹیشن کے پہلے اسٹیشن ماسٹر مکرم چوہدری محمد صدیق صاحب آف نارووال مقرر ہوئے۔

ڈاکخانہ کا قیام 14/ستمبر 1949ء سے ہوا اور مکرم بابو برکت اللہ صاحب سب پوسٹ ماسٹر نے سمندری سے نئے مرکز آ کر ڈاکخانہ کا کام شروع کر دیا۔ 29/جنوری 1951ء سے ڈاکخانہ کے ساتھ تار گھر بھی کھول دیا گیا۔

یونائیٹڈ ٹرانسپورٹ کمپنی کی جو بسیں لاہور سے سرگودھا کے لئے آتی تھیں انہوں نے نئے مرکز میں ٹھہرنا شروع کر دیا۔ چنیوٹ سے نئے مرکز آنے کے لئے تانگہ بھی استعمال ہوتا تھا 11/نومبر 1948ء کے الفضل میں تانگے کا کرایہ چنیوٹ سے نئے مرکز چھ آنے فی سواری جبکہ نئے مرکز سے احمد نگر دو آنے فی سواری مقرر کیا گیا۔

پہلا تعلیمی ادارہ

نصرت گرلز ہائی سکول اپریل 1949ء میں لاہور سے نئے مرکز منتقل ہوا۔ ربوہ میں قائم ہونے والا یہ پہلا تعلیمی ادارہ تھا۔ ہجرت کے بعد تعلیم الاسلام کالج لاہور میں، تعلیم الاسلام ہائی سکول چنیوٹ اور مدرسہ جامعہ احمدیہ احمد نگر میں قائم کئے گئے تھے۔

جامعہ نصرت برائے خواتین کا افتتاح 14/جون 1951ء کو حضور نے فرمایا یہ حضور کی کوٹھی میں قائم کیا گیا تھا۔ اسے اگلے سال دفتر لجنہ میں جبکہ 1953ء میں اپنی موجودہ عمارت میں منتقل کر دیا گیا۔

نئے مرکز کے بعض ابتدائی کوائف

20/ستمبر 1948ء کو نئے مرکز کے افتتاح کے ساتھ ہی یہاں عمارتی کاموں اور جماعتی دفاتر کی تعمیر کا آغاز ہو گیا۔ 20/ستمبر 1948ء کے بعد حضور بنفس نفیس کئی بار کاموں کا جائزہ لینے لاہور سے ربوہ آئے۔

☆ 7/نومبر 1948ء کو حضور کی دعوت پر لاہور کے بڑے بڑے اخباروں کے نمائندگان نے حضور کی معیت میں نئے مرکز کا دورہ کیا اور انہیں نئے مرکز کے پلان کے بارہ میں آگاہ کیا گیا جنہوں نے اپنے اخبارات میں اپنے تاثرات کا بھی اظہار کیا۔ صحافیوں میں فیض احمد فیض، میاں محمد شفیع، مولانا عبدالمجید سالک، سردار فضلی، باری علیگ، چوہدری بشیر احمد، مسٹر عبدالمجید بٹ، مسٹر عثمان صدیقی، پرفیسر محمد سرور، میاں صالح محمد صدیق اور ثاقب زیروی صاحب شامل تھے۔ صحافیوں نے اپنے اخبارات میں نئے مرکز احمدیت کے بارہ میں اپنی آراء اور تبصرے تحریر کئے ان میں سے چند بطور نمونہ پیش ہیں:

محترم وقار انبالوی نے اخبار سفینہ 13/نومبر 1948ء میں لکھا:

''ایک مہاجر کی حیثیت سے ہمارے لئے ربوہ ایک سبق ہے... ہماری آنکھوں کے سامنے ایک نیا قادیان آباد کرنے کی ابتدا کر دی ہے ربوہ ایک اور نقطہ نظر سے بھی ہمارے لئے محل نظر ہے وہ یہ کہ حکومت بھی اس سے سبق لے سکتی ہے اور مہاجرین کی صنعتی بستیاں اس نمونہ پر بسا سکتی ہے۔ اس طرح ربوہ عوام اور حکومت کے لئے ایک مثال ہے اور زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ لمبے چوڑے دعوے کرنے والے منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں اور عملی کام کرنے والے کوئی دعوے کئے بغیر کچھ کر دکھاتے ہیں''۔

(بحوالہ الفضل 9/نومبر 1948ء)

☆ نئے مرکز کے قیام کے ساتھ سرکاری حیثیت (لوکل باڈی) کے لئے ربوہ میں نوٹیفائیڈ ایریا کمیٹی کی منظوری 26/مئی 1949ء میں ہوگئی تھی جس کے پانچ ممبران نامزد ہوئے:

1۔ ڈپٹی کمشنر جھنگ (صدر کمیٹی) 2۔ تحصیلدار چنیوٹ 3۔ نواب چوہدری محمد الدین صاحب 4۔ صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب 5۔ صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب

اس کمیٹی کا پہلا اجلاس 14/جون 1949ء کو ہوا۔ اس کمیٹی کا آنریری سیکرٹری صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کو مقرر کیا گیا۔

(الفضل 17/جون 1949ء)

☆ نئے مرکز میں ابتدائی بازار جو کہ کچا بازار کہلاتا ہے یہ موجودہ دارالرحمت وسطی وشرقی کے درمیان تعمیر ہوا۔ حضور 19/ستمبر 1949ء کو نئے مرکز آئے تو 20/ستمبر کو حضور نے بازار بھی ملاحظہ فرمایا جس میں اس وقت تک 28 دوکانیں بن چکی تھیں۔ حضور نے خوشی کا اظہار فرمایا اور دوکانوں کی اصلاح کے لئے ہدایات بھی دیں۔

(الفضل 14/اکتوبر 1949ء)

نئے مرکز میں پہلی دوکان قریشی فضل حق صاحب اور قریشی محمد اکمل صاحب نے کھولی۔

(''ربوہ'' از کیپٹن خادم حسین صاحب صفحہ 114)

☆ عیدالاضحی 1949ء کے موقع پر ربوہ میں مندرجہ ذیل تعداد میں جانور قربان ہوئے۔ گائے ایک عدد، بکرا دنبہ 26 عدد۔

(''ربوہ'' از کیپٹن خادم حسین صاحب صفحہ 114)

☆ حضور کی ذاتی لائبریری جو جون 49ء میں لاہور سے چنیوٹ منتقل کر دی گئی تھی مارچ 1950ء میں اسے ربوہ میں منتقل کر دیا گیا۔

☆ خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا سرزمین ربوہ پر پہلا سالانہ اجتماع 30، 31/اکتوبر و یکم نومبر 1949ء میں ہوا۔ جس میں حضرت مصلح موعودؓ نے خطاب فرمایا اور اس اجتماع میں حضور نے اپنی صدارت خدام الاحمدیہ کا بھی اعلان فرمایا۔

☆ ربوہ کی ابتدائی شاہرات کے نام مندرجہ ذیل رکھے گئے:

شارع مبارک، محطہ، روضہ، تجارت، بعید، جامعہ، مصلّی، مبداء، یُمن، صحت، معبّر، اور رحمت۔

☆ 31/مئی 1951ء کو نئے مرکز میں ٹیلی فون کنکشن لگا۔ ایک فون ڈاکخانہ میں لگا دیا گیا۔ پہلا فون شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور کا آیا اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے پہلا فون درویشان قادیان کو کیا۔ جنوری 1957ء میں ٹیلی فون ایکسچینج نے بھی کام شروع کر دیا اور یوں دفاتر اور ذاتی ضرورت کے لئے احباب کو فون کی سہولت مل گئی۔

☆ بجلی کی آمد 1954ء میں ہوئی۔ 9/جون 1954ء کو پہلا کنکشن لگا اس کا افتتاح حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے مسجد مبارک کی بجلی کا سوئچ آن کر کے کیا۔

جو کام بھی کرتا تھا وہ ہوجاتا امر تھا

جو مہدئ موعود کا موعود پسر تھا
محمود بشیر اور وہی فضلِ عمر تھا
بارعب تھا رکھتا تھا وہ اک شانِ جلالی
وہ شخص بہت نرم طبیعت کا مگر تھا
طوفان میں ہاتھوں میں لیے دین کا پرچم
الحاد کے آگے رہا وہ سینہ سپر تھا
رکھے گا زمانہ بھی اُسے یاد کہ جس کی
تحریر میں تقریر میں جادو سا اثر تھا
وہ مصلح موعودؓ تھا ملت کا فدائی
جو کام بھی کرتا تھا وہ ہوجاتا امر تھا
ربوہ کی جو اک بستی ظفؔر اُس نے بسائی
وہ اُس کی دعاؤں کا ہی اِک میٹھا ثمر تھا

(مبارک احمد ظفؔر)

☆ نئے مرکز کا رقبہ تھانہ لالیاں کی حدود میں تھا جو آٹھ میل کے فاصلہ پر تھا۔ 22/جون 1958ء کو ربوہ میں پولیس چوکی قائم ہوئی۔

☆ فضل عمر ہسپتال ربوہ کا آغاز 21/اپریل 1949ء کو ایک خیمہ میں ہوا جس کی نگرانی صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کے سپرد تھی۔ ان دنوں ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب لاہور میں قیام رکھتے تھے ان کی آمد پر وہ نگران مقرر ہوئے۔ فضل عمر ہسپتال کی پختہ عمارت کا سنگ بنیاد 20/فروری 1956ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے رکھا۔

☆ تعلیم الاسلام کالج کی عمارت کا سنگ بنیاد 26/جون 1953ء کو رکھا گیا۔ 7/نومبر 1954ء کو کالج لاہور سے نئے مرکز کی نئی عمارت میں منتقل ہوگیا۔ 6/دسمبر 1954ء کو حضرت مصلح موعود نے اس کا باقاعدہ افتتاح فرمایا۔

☆ دفتر خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا سنگ بنیاد حضور نے 6/فروری 1952ء کو جبکہ دفتر انصار اللہ مرکزیہ کا سنگ بنیاد 20/فروری 1956ء کو رکھا۔

یہ نئے مرکز کے چند ابتدائی کوائف تھے جن کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے ہر معلومات تاریخ احمدیت کا ایک باب ہے۔

قیامت تک خدا کی محبوب بستی

ربوہ کا شہر آباد کرنا سیّدنا حضرت مصلح موعود کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہے جس کے قیام کے بعد دنیا بھر میں علم احمدیت بلند کرنے کے لئے جاں نثاران خلافت نئے مرکز سے تیار ہو کر روانہ ہوئے اور اب بھی یہ فریضہ ادا کر رہے ہیں اور خدا کے ہزاروں پیاروں کی آخری آرام گاہ بہشتی مقبرہ یہاں ربوہ ہی میں ہے۔ اس لئے بلاشبہ ہماری یہ پیاری بستی ربوہ اللہ کے فضل سے ہمیشہ اللہ کی رحمتوں اور فضلوں کو جذب کرنے والی بستی رہے گی۔ انشاء اللہ۔

نئے مرکز کے بارہ میں سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ:

''یہ کبھی وہم نہ کرنا کہ ربوہ اجڑ جائے گا۔ ربوہ کو خدا تعالیٰ نے برکت دی ہے۔ ربوہ کے چپہ چپہ پر اللہ اکبر کے نعرے لگے ہیں۔ ربوہ کے چپہ چپہ پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ اس زمین کو کبھی ضائع نہیں کرے گا جس پر نعرہ تکبیر لگے ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا گیا ہے۔ یہ بستی قیامت تک خدا تعالیٰ کی محبوب بستی رہے گی اور قیامت تک اس پر برکتیں نازل ہوں گی۔ اس لئے یہ کبھی نہیں اجڑے گی، کبھی تباہ نہ ہوگی۔ بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہمیشہ یہاں سے اونچا ہوتا رہے گا''۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 14/مارچ 1957ء)

ربوہ کو ترا مرکز توحید بنا کر
اک نعرۂ تکبیر فلک بوس لگائیں
ربوہ رہے کعبہ کی بڑائی کا دعا گو
کعبہ کی پہنچتی رہیں ربوہ کو دعائیں

☆...☆...☆

"تیرے فرقے کے لوگ علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے"

عالمِ احمدیت میں انقلاب برپا کردینے والے

دنیاوی تعلیم کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کی تحریکات اور منصوبے

(عبدالسمیع خان۔استاذ جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا)

اس مضمون کا عنوان بعض احباب کی دلچسپی اور بعض کی حیرت کا موجب ہوگا کیونکہ ایسی مذہبی جماعت جو خالصتاً اسلام کے غلبہ کا منصوبہ پیش کرتی ہو اس کے سربراہ کا مادی علوم کی ترویج سے کیا تعلق ہوسکتا ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام کے نزدیک روحانی علوم اور مادی علوم میں اس لحاظ سے کوئی فرق نہیں کہ دونوں خدا کے پیدا کردہ ہیں اور دونوں انسان کے لئے ضروری ہیں ہاں مراتب کا فرق ہے۔ انسان کی روح کی ترقی کے لئے خدا تعالیٰ نے روحانی علوم مامورین اور نبیوں پر آسمان سے نازل فرمائے اور جسمانی بقا اور ترقی کے لئے انسان ہزاروں سال سے خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت کے ساتھ مادی علوم سیکھ رہا ہے مگر روحانی اور دینی علوم قطعی اور یقینی ہیں مگر دنیاوی علوم جو خالص انسان کی دریافت ہیں وہ ظنی ہیں اور ہر چند سال بعد انسان کی اگلی تحقیق پچھلی تحقیق کو کالعدم کر دیتی ہے۔ تاہم یہ دونوں قسم کے علوم انسان کو مل کر آگے بڑھاتے ہیں۔ نماز کی روح بھی جسمانی حرکات چاہتی ہے اور روزہ کی روح بھی جسمانی قربانی کا مطالبہ کرتی ہے۔ اور حج بھی اور دیگر تبلیغی مجاہدات بھی۔ اسی مضمون کو رسول اللہ ﷺ نے یوں بیان فرمایا کہ علم کی دو ہی قسمیں ہیں علم الادیان اور علم الابدان۔ پس ایک سچے اسلامی رہنما کے لئے ضروری ہے کہ روحانی علوم کے ساتھ ساتھ جماعت میں مادی علوم کی ترویج کی بھی کوشش کرے۔ خصوصاً وہ شخص جس کے لئے کہا گیا تھا کہ وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اس کے منصب کا تقاضا تھا کہ وہ جس طرح خود علوم ظاہری سے پُر کیا گیا ہے جماعت کو بھی پُر کرنے کی کوشش کرے اور بلند تر منازل کی طرف رہنمائی کرے۔ اس پس منظر میں حضرت مصلح موعودؓ نے جس طرح جماعت کو روحانی علوم کی چاٹ لگائی اسی طرح مادی علوم کی طرف بھی راغب کرنے کی بھرپور سعی کی۔ جس کا مختصر جائزہ اس مضمون میں لیا جائے گا۔

بنیادیں حضرت مسیح موعودؑ نے ڈالیں

جماعت احمدیہ میں مادی علوم کی تخم ریزی تو حضرت مسیح موعودؑ نے خود کی تھی۔ اپنی کتب اور ملفوظات میں بہت کچھ بیان فرمایا۔ اسلام اور سائنس کے مابین کسی تضاد کی کلیۃً نفی فرمائی۔ آپ ایک ماہر طبیب بھی تھے اور ہزاروں لوگوں نے آپ کی دعا اور دوا سے شفاء پائی۔ مگر باقاعدہ تعلیمی منصوبہ کے حوالہ سے یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ آپ نے قادیان کے سکولوں میں ہندوؤں اور آریوں کے اثرات دیکھ کر مدرسہ تعلیم الاسلام کا آغاز 1898ء میں فرمایا۔ یہ مدرسہ مہمان خانہ میں شروع ہوا۔ طلبہ کی تعداد آغاز میں 41 تھی۔ اسی سال یہ مڈل سکول بن گیا۔ فروری 1901ء میں نویں اور مارچ 1901ء میں دسویں جماعت کا اضافہ ہوا گویا ہائی سکول بن گیا۔

اس منصوبے کو آگے بڑھاتے ہوئے 1903ء میں تعلیم الاسلام کالج کی بنیاد 28 مئی کو رکھی گئی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بیت الدعا میں اس کے لئے دعا کی۔ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ دونوں ادارے اس زمانہ میں جماعت کے مالی وسائل سے کوئی مطابقت نہیں رکھتے تھے اس لئے حضور کو دیگر چندوں کے علاوہ ان مقاصد کے لئے الگ چندہ کی تحریک کرنی پڑی اور جماعت کے کئی بزرگوں نے اس کے لئے خصوصی مالی قربانی کی۔ اس کے باوجود جماعت کالج کے لئے حکومتی شرائط پوری نہ کرسکی اور کالج بند کرنا پڑا۔

دور مصلح موعودؓ۔ تعداد اور وسائل

آیئے اب حضرت مصلح موعودؓ کے زمانہ میں چلتے ہیں۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کی عمومی تعلیمی حالت کا اندازہ کریں۔ مسلمانوں میں پڑھے لکھے افراد بہت کم تھے۔ مسلمان علماء نے انگریزی پڑھنا اور سائنسی علوم سیکھنا حرام قرار دیا تھا۔ اس وجہ سے ہندو آگے بڑھ رہے تھے اور مسلمان تنزل کا شکار تھے۔ کچھ عرصہ قبل سرسید احمد خان نے بہت کوشش کی تھی مگر انہیں شدت سے تکفیری مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اور وہ 1898ء میں تکلیف دہ موت کا شکار ہوگئے۔ احمدی اپنے وسائل اور تعداد میں بہت کم تھے۔ اور ایمان لانے والے اکثر تو غریب خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے ان حالات میں حضرت مصلح موعودؓ کی کامیاب جدوجہد معجزہ سے کم نہیں۔

سو فیصد خواندگی کا منصوبہ

حضورؓ 14 مارچ 1914ء کو خلیفہ بنے اور 12 اپریل کو آپ نے ملک بھر کے احمدی نمائندگان کا اجلاس طلب کیا۔ اور اس میں یہ انقلاب آفرین اعلان کیا کہ میں دنیا کی ہر قوم اور ہر زبان میں تبلیغ کا ارادہ رکھتا ہوں اور پھر یہ تاریخی ارشاد فرمایا: **"جماعت کا کوئی فرد عورت ہو یا مرد باقی نہ رہے جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو"**۔ (انوار العلوم جلد 2 ص 49)

حضورؓ نے اس منصوبہ کو جماعت کے مرکزی منصوبے کا حصہ بنایا۔ جب 1919ء میں نظارتیں بنیں تو نظارت تعلیم بھی قائم فرمائی جس کے کام کا آغاز اسی نکتہ سے ہوتا تھا۔ پھر جب آپ نے ذیلی تنظیمیں مختلف اوقات میں قائم فرمائیں تو ہر ایک کے تعلیمی لائحہ عمل میں ناخواندہ افراد کو پڑھانا بھی شامل تھا۔ اور یہ سکیم آج بھی جاری ہے۔ شرح خواندگی بڑھانے کے لئے یہ تحریک بھی کی کہ جگہ جگہ سکول کھولے جائیں چنانچہ 12 اپریل 1914ء کی تقریر میں یہ بھی فرمایا۔ "ایک مدرسہ (تعلیم الاسلام ہائی سکول) کافی نہیں ہے جو یہاں کھولا ہوا ہے اس مرکزی سکول کے علاوہ ضرورت ہے کہ مختلف مقامات پر مدرسے کھولے جائیں ... میری یہ رائے ہے جہاں جہاں بڑی جماعت ہے وہاں سردست پرائمری سکول کھولے جائیں"۔ پھر فرمایا۔ "مومن کسی معاملہ میں پیچھے نہیں رہتا پس تعلیم عامہ کے معاملہ میں ہمیں جماعت کو پیچھے نہیں رکھنا چاہیے"۔ (انوار العلوم جلد 2 ص 49)

حضورؓ کے مندرجہ بالا ارشاد اور سکیم جماعت کی عام علمی ترقی کی بنیاد بن گئی اور اس کی کوکھ سے بعد کے خلفاء کی کئی تحریکات نے جنم لیا۔ جو اپنوں کے علاوہ غیروں پر بھی محیط ہوگئیں۔ حضور کے ارشاد کے مطابق ہندوستان میں بہت سے مدارس بہت مشکل حالات میں کھولے گئے جن میں دینی تعلیم بھی دی جاتی تھی اور بے شمار نیک نسلیں وہاں سے پاک دل و دماغ لے کر نکلیں۔ حضور نے فرمایا چونکہ ہم مسلمان جماعت ہیں اس لئے ہمارے لئے لازمی ہے کہ ہم سو فیصد تعلیم یافتہ ہوں۔ (الفضل 30 اکتوبر 1945ء)

اس ماٹو کو خدا نے برکت بخشی اور ایک وقت آیا کہ جماعت احمدیہ پاکستان میں سب سے زیادہ تعلیم یافتہ جماعت سمجھی جانے لگی اور تعلیمی میدان میں بھی دشمنوں کی سازشوں کے باوجود مسلسل آگے بڑھ رہی ہے۔

خواتین کی طرف خصوصی توجہ

اس ضمن میں حضور نے خواتین کی طرف خصوصی توجہ فرمائی۔ مردوں کی نسبت ہندوستان میں خواتین کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ حضورؓ نے انہیں فرش سے اُٹھایا اور عرش پر پہنچادیا۔ اور آج بعض علاقوں میں احمدی عورتوں کی تعلیم اور اعلیٰ تعلیم مردوں سے بھی زیادہ ہے۔ حضور نے 1914ء میں خلیفہ بننے کے بعد 1915ء میں لڑکیوں کی تعلیم شروع کروادی اور 1919ء میں گرلز سکول کی نئی عمارت بھی بنوادی۔ حضور نے 1922ء میں لجنہ اماء اللہ قائم فرمائی اور لکھنے پڑھنے کی سکیم کو بہت توجہ سے جاری فرمایا۔ آپ نے 1923ء میں لجنہ کے 3 جلسوں 5 فروری، 11 فروری اور 5 مارچ 1923ء میں 3 لیکچر دیئے جن میں خواتین سے 95 علوم کا تعارف کرایا اور مذہبی اور روحانی دونوں قسم کے علوم کی باریک اقسام بھی بیان فرمائیں جس میں علم کان کنی علم جغرافیہ اور علم الرمل کا بھی ذکر فرمایا اور مقصد خواتین کے دل و نظر کو وسیع کرنا تھا۔ قادیان میں خواتین کے لئے نصرت گرلز سکول قائم فرمایا اور جب ربوہ بنایا تو تمام تعلیمی اداروں میں سب سے پہلے نصرت گرلز سکول ہی ربوہ میں جاری کیا اور پھر جامعہ نصرت قائم کیا گیا۔ تقسیم ہند کے بعد جامعہ احمدیہ احمد نگر میں اور ٹی آئی سکول چنیوٹ میں قائم کردیا یہ دونوں ربوہ کے مغرب اور مشرق میں چند کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں۔

ٹی آئی کالج کا احیائے نو

جیسا کہ ذکر ہوچکا ہے ٹی آئی کالج کئی مشکلات کی وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں بند ہوچکا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے آغاز خلافت میں ہی اس کے احیاء کی تجویز کی۔ آپ نے 12 اپریل 1914ء کی مشاورت میں فرمایا:

"ضرورت ہے کہ ہم اپنے نوجوانوں کی زندگیوں کو مفید اور موثر بنانے کے لئے اپنا ایک کالج بنائیں"۔ (انوار العلوم جلد 2 ص 51)

مگر گوناگوں مجبوریوں کے باعث یہ کام 30 سال تک التواء کا شکار رہا۔ 1943ء کی مجلس مشاورت کے دوران اللہ تعالیٰ نے حضورؓ کے دل میں تحریک کی کہ جلد سے جلد اپنا کالج کھول دینا چاہئے اور پھر اس تحریک کے فوائد اور نتائج بھی حضور کو سمجھا دیئے۔ (الفضل 31 مئی 1944ء ص 5)

28 جنوری 1944ء کو حضورؓ نے مصلح موعود کی پیشگوئی کے مصداق ہونے کا اعلان کیا اس کے فوراً بعد حضورؓ نے کسی تاخیر کے بغیر کالج کی تعمیر کا مصمم ارادہ کرلیا۔ چنانچہ حضورؓ نے 24 مارچ 1944ء کے خطبہ جمعہ میں اور 19 اپریل 1944ء کی مجلس مشاورت میں جماعت سے ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی تحریک فرمائی جو بعد میں 2 لاکھ تک پہنچ گئی اور جماعت نے یہ رقم مہیا کردی۔ 4 جون 1944ء کو حضورؓ نے تعلیم الاسلام کالج کا افتتاح نہایت پرمعارف خطاب سے فرمایا اور پہلے سال 60 طلبہ داخل ہوئے۔ حضورؓ نے اپنے بیٹے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالثؒ) کو پرنسپل مقرر فرمایا جو منصب خلافت تک اس عُہدے پر فائز رہے۔

قادیان شہروں سے دور دراز ایک قصبہ تھا اس لئے حضور نے کالج میں احمدی بچوں کے داخلہ کے لئے خصوصی تحریک اور جدوجہد کی اور فرمایا:

"ہر وہ احمدی جس کے شہر میں کالج نہیں وہ اگر اپنے لڑکے کو کسی اور شہر میں تعلیم کے لئے بھیجتا ہے تو کمزوری ایمان کا مظاہرہ کرتا ہے بلکہ میں کہوں گا ہر وہ احمدی جو توفیق رکھتا ہے کہ اپنے لڑکے کو تعلیم کے لئے قادیان بھیج سکے خواہ اس کے گھر میں ہی کالج ہو اگر وہ نہیں بھیجتا اور اپنے ہی شہر میں تعلیم دلواتا ہے تو وہ بھی ایمان کی کمزوری کا مظاہرہ کرتا ہے۔"
(الفضل 20 مئی 1944ء)

حضور نے کالج میں بی اے اور بی ایس سی کی کلاسیں کھولنے کے لئے 15 مارچ 1946ء کو مزید 2 لاکھ روپے کی تحریک فرمائی۔

1947ء میں قیام پاکستان کے بعد حضور لاہور تشریف لے آئے اور 24 اکتوبر 1947ء کو کالج کے منتظمین کو ہدایت فرمائی کہ آسمان کے نیچے پاکستان کی سرزمین پر جہاں کہیں بھی جگہ ملتی ہے کالج شروع کردو۔ چنانچہ لاہور کی ایک بوسیدہ عمارت میں دسمبر سے کالج کا آغاز کردیا گیا۔ ربوہ بننے کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے شب و روز

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی معیت میں سٹاف تعلیم الاسلام کالج ربوہ، کالج کی نئی عمارت کے افتتاح کے موقع پر (1954ء)

محنت کر کے ربوہ میں کالج کی عمارت بنائی اور حضرت مصلح موعودؓ کئی بار کالج تشریف لاتے رہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے تعلیم الاسلام کالج ربوہ کا افتتاح کرتے ہوئے یہ دعا کی:

''اب میں دعا کر دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہماری نیک خواہشات کو پورا فرمائے اور یہ بیج جو آج اس مقام پر ہم بو رہے ہیں اس سے ایک دن ایسا درخت پیدا ہو جس کی ایک ایک ٹہنی ایک بڑی یونیورسٹی ہو، ایک ایک پتہ کالج ہو اور ایک ایک پھول اشاعت اسلام اور تبلیغ دین کی ایک اعلیٰ درجہ کی بنیاد ہو جس کے ذریعہ کفر اور بدعت دنیا سے مٹ جائے اور اسلام اور احمدیت کی صداقت اور خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کی وحدانیت کا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو جائے۔ (تاریخ احمدیت جلد 9 ص 53)

تعلیم الاسلام کالج کا کردار

تعلیم الاسلام سکول اور کالج نے علمی و عملی تربیت اور کردار سازی کی شاندار روایات قائم کیں۔ بڑے بڑے ادیب، شاعر، صحافی، سائنسدان، سفارتکار سیاسی عمائدین نہ صرف اس کالج میں آتے رہے بلکہ اس کالج نے بہت بڑے بڑے اور نامور لوگ پیدا کئے۔ جو ہزاروں اور لاکھوں کی ہدایت اور علمی ترقی کا موجب بنے۔ ان میں سب سے زیادہ بزرگ وجود ہمارے امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ ٹی آئی کالج ہمیشہ آپ پر فخر کرتا رہے گا۔ ربوہ کی علمی و ادبی تہذیب اور کالج کی روایات کا یہ حال تھا کہ آل پاکستان کی سطح پر کالج کا طوطی بولتا تھا۔ ایک دفعہ ایک دانشور ربوہ تشریف لائے اور واپسی پر چنیوٹ پہنچ کر اپنے ربوہ کے میزبان پروفیسر سے کہا کہ ربوہ اور چنیوٹ میں کتنا فاصلہ ہے انہوں نے کہا 6 میل۔ اس پر وہ کہنے لگے ربوہ اور چنیوٹ کی تہذیب میں 600 سال کا فاصلہ لگتا ہے۔ یہ سب حضرت مصلح موعود کی رہنمائی، آپ کی وسعت نظر اور انتھک محنت کا نتیجہ تھا مگر افسوس کہ حکومت نے 1972ء میں ہمارے سب علمی ادارے قومیا (Nationalize) لیے اور ان میں غیر احمدی عملہ تعینات کر دیا گیا اور علم کے میناروں کی روشنی بجھنے لگی۔ حکومتی رویوں سے مایوس ہو کر جماعت نے نئے سرے سے اپنے ادارے بنانے شروع کئے اور وہ آہستہ آہستہ پھر پرانی منازل کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

نصرت جہاں سکیم

تعلیمی ادارے قائم کرنے کی حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک سے افریقن اقوام نے بھی فائدہ اٹھایا اور یہ تحریک 1970ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی زبان سے نصرت جہاں سکیم کے رنگ میں ظاہر ہوئی اور افریقہ کے کئی ملکوں میں سکول اور کالج کام کر رہے ہیں اور ان محروم اقوام کی بے لوث خدمت کر رہے ہیں۔ اور بہت جگہ نمایاں اور ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

تعلیمی وظائف

دنیاوی علوم کی ترویج کی خاطر حضورؓ کا ایک بہت اہم اقدام تعلیمی وظائف کا اجراء تھا حضورؓ کی خلافت کے 25 سال پورے ہونے پر جماعت نے 1939ء میں خلافت جوبلی کے موقع پر 3 لاکھ روپے بطور تحفہ حضور کی خدمت میں پیش کئے۔ حضورؓ نے اس رقم کو سلسلہ کی ترقی پر خرچ کرنے کے حوالہ سے کئی مصارف کا ذکر کیا جن میں ایک تعلیم بھی ہے۔ حضور نے ذہین طلبہ کو وظائف دینے کی سکیم کا اعلان کرتے ہوئے تفصیلی اعلان فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے: مقابلہ کے امتحان شروع کیے جائیں گے اور مڈل میں اول آنے والے کو میٹرک تک 12 روپے ماہوار، میٹرک میں اول دوم سوم آنے والے کو 30 روپے ماہوار، ایف اے میں پوزیشن لینے والوں کو 45 روپے ماہوار اور بی اے میں اول آنے والے کو 60 روپے ماہوار پھر 3 سال بعد امتحان ہو اور اول آنے والے لڑکے کو انگلستان یا امریکہ تعلیم کے لئے بھیجا جائے گا اور 250 روپے ماہوار 3 سال کے لئے امداد دی جائے۔ (انوار العلوم جلد 15 صفحہ 436)

اس سلسلہ میں نہایت ایمان افروز امر یہ ہے کہ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب بھی یہ وظیفہ حاصل کرنے والوں میں شامل تھے اور کچھ حکومتی وظیفہ کے ساتھ یورپ پڑھنے کے لئے گئے اور نئے سنگ میل قائم کئے۔

ان کے والد چوہدری محمد حسین صاحب بیان کرتے ہیں کہ جس دن حضور کی تقریر ہوئی اسی شام ہماری جماعت جھنگ شہر کی حضور سے ملاقات تھی۔ وہ لکھتے ہیں ''عزیز سلام سلمہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ تھے۔ میں نے عرض کی کہ حضور یہ وظائف جو حضور نے اعلان فرمائے ہیں۔ عزیز سلام سب لے جائے گا۔ حضور حیران ہوئے اور چپ ہو گئے۔ 1940ء میں عزیز سلام سلمہ اللہ تعالیٰ نے میٹرک کا امتحان دیا اول آ کر ریکارڈ توڑا۔ حضرت صاحب بہت خوش ہوئے اور حسب اعلان وظیفہ کے علاوہ ایک سو روپے نقد ریکارڈ مات کرنے کا اعلان کیا اور دیا۔ ایف اے اور بی اے میں اسی طرح ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کا بی اے کا ریکارڈ 1944ء سے تاحال موجود ہے۔ حضور نے علاوہ وظیفہ کے دو سو روپیہ نقد انعام دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے میٹرک، ایف اے، بی اے اور ایم اے میں یہ اعلان کردہ وظائف حاصل کئے''۔ (عالمی شہرت یافتہ سائنسدان عبدالسلام از عبدالحمید چوہدری ص 35)

اعلیٰ تعلیم کے لئے یہ وہ پودا تھا جو 1939ء میں لگایا گیا اور 1979ء میں اللہ تعالیٰ نے انہیں نوبیل انعام حاصل کر کے دنیا میں احمدیت کا وقار بلند کرنے کا موقع عطا فرمایا۔

(روزنامہ الفضل 18 فروری 2015ء)

حضرت مصلح موعودؓ کا جلایا ہوا یہ چراغ بہت سے چراغوں کا سبب بن گیا۔ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے نوبیل پرائز حاصل کرنے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ہر سطح پر انعامی وظائف دینے کا اعلان فرمایا اور ہر سال ادائیگی حقوق طلبہ کے عنوان سے یہ تقریب منعقد ہوتی رہی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اپنے ہاتھوں سے یہ انعام پاکستان میں دیتے رہے۔ اور اب یہ سلسلہ تمام بڑے بڑے ممالک میں پھیل چکا ہے۔ یوکے اور جرمنی میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اپنے دست مبارک سے انعام عطا فرماتے ہیں۔ اس کے ساتھ تمام جماعت میں بھی انعامی وظائف دینے کا رجحان بڑھنے لگا اور مختلف لوگ اپنے بزرگوں کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے نظارت تعلیم کے توسط سے انعامات جاری کرا دیتے ہیں اور ہر سال یہ تقریب منعقد ہوتی ہے جس میں اعلیٰ پوزیشن لینے والے طلبہ بھی اور وہ بھی جو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں اپنے انعامی حقوق حاصل کرتے ہیں۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تحریک پر تعلیم الاسلام اولڈ بوائز ایسوسی ایشن بھی اس سلسلہ میں مالی معاونت فراہم کرتی ہے اور ہر سال کئی لاکھ روپے مستحق طلبہ کے لئے فراہم کئے جاتے ہیں۔ نظارت تعلیم اعلیٰ تعلیم کے لئے لاکھوں روپے کے قرضے بھی جاری کرتی ہے۔

کم از کم بی اے کرائیں

یہ امر بہتوں کے لئے حیرت کا موجب ہوگا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے 1945ء میں یہ تحریک فرمائی کہ جس طرح بھی ہو سکے بچوں کو کم از کم بی اے کرائیں۔ حضور نے 19 اکتوبر 1945ء کو احمدیوں میں اعلیٰ تعلیم کے عام کرنے کے لئے ایک نہایت اہم سکیم تیار کی جس کا بنیادی نقطہ یہ تھا کہ ''جس طرح ہماری جماعت دوسرے کاموں کے لئے چندہ کرتی ہے اسی طرح ہر گاؤں میں اس کے لئے کچھ چندہ جمع کر لیا جائے جس سے اس گاؤں کے اعلیٰ نمبروں پر پاس ہونے والے لڑکے یا لڑکوں کو وظیفہ دیا جائے۔ اس طرح کوشش کی جائے کہ ہر گاؤں میں دو تین طالب علم اعلیٰ تعلیم حاصل کر لیں'' حضور نے اپنی اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ ''جو احمدی اپنے بچوں کو پرائمری تک تعلیم دلوا سکتے ہیں وہ کم از کم مڈل تک اور جو مڈل تک تعلیم دلوا سکتے ہیں وہ کم از کم انٹرینس تک اور جو انٹرنیس تک پڑھا سکتے ہیں وہ اپنے لڑکوں کو کم از کم بی اے کرائیں''۔ نیز فرمایا کہ ''چونکہ ہم جماعت ہیں اس لئے ہمارے لئے لازمی ہے کہ ہم سو فیصد تعلیم یافتہ ہوں''۔ اسی ضمن میں حضرت مصلح موعودؓ نے صدر انجمن احمدیہ کو ہدایت فرمائی کہ: وہ فوری طور پر نظارت تعلیم و تربیت کو ایک دو انسپکٹر دے جو سارے پنجاب کا دورہ کریں اور جو اضلاع پنجاب کے ساتھ دوسرے صوبوں کے ملتے ہیں اور ان میں احمدی کثرت سے ہوں ان کا دورہ بھی ساتھ ہی کرتے چلے جائیں۔ یہ انسپکٹر ہر ایک گاؤں اور ہر ایک شہر میں جائیں اور لسٹیں تیار کریں کہ ہر جماعت میں کتنے لڑکے ہیں۔ ان کی عمریں کیا ہیں ان میں کتنے پڑھتے ہیں اور کتنے نہیں پڑھتے۔ ان کے والدین کو تحریک کی جائے کہ وہ انہیں تعلیم دلوائیں اور کوشش کی

جائے کہ زیادہ سے زیادہ لڑکے ہائی سکولوں میں تعلیم حاصل کریں اور ہائی سکولوں سے پاس ہونے والے لڑکوں میں سے جن کے والدین استطاعت رکھتے ہوں ان کو تحریک کی جائے کہ وہ اپنے بچے تعلیم الاسلام کالج پڑھنے کے لئے بھیجیں''۔(الفضل 30اکتوبر 1945ء)

اس خطبہ کی اشاعت پر نہ صرف بیرونی جماعتوں نے توسیع تعلیم سے متعلق اعداد وشمار کے مطلوبہ نقشے بھجوائے بلکہ اس سکیم کو جلد سے جلد نتیجہ خیز کرنے کے لئے حضرت مصلح موعودؓ کی منظوری سے دو انسپکٹر بھی مہیا کئے گئے۔ تعلیمی اعداد و شمار جب حضور کی خدمت میں پیش کئے گئے تو حضور نے ارشاد فرمایا:

''ساتھ کے ساتھ ان علاقوں میں تعلیم پر زور دیا جائے جو تعلیم نہیں حاصل کر رہے انہیں تعلیم پر مجبور کیا جائے اور جو کر رہے ہیں انہیں اعلیٰ تعلیم پر''۔ انسپکٹران کی تقرری کے موقع پر یہ ہدایت خاص فرمائی کہ ''پانچ ماہ کے لئے منظور ہے جہاں تک میں سمجھتا ہوں اگر جماعت کو منظم کیا جائے تو باقی صیغوں کی طرح اس صیغہ کے سیکرٹری یہ کام سنبھال سکیں گے''۔

(الفضل 5جون 1945ء)

چنانچہ ان ہر دو احکام کی تعمیل کی گئی اور جب جماعت میں تعلیم کی اشاعت وفروغ کی ایک رو چل نکلی تو پانچ ماہ کے بعد یہ کام سیکرٹریان تعلیم وتربیت کے سپرد کر دیا گیا۔

(روزنامہ الفضل مصلح موعود نمبر۔18فروری 2015ء)

فضل عمر سائنس ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اور طبیہ کالج کا قیام

حضرت سیدنا المصلح الموعودؓ نے تعلیم الاسلام کالج کے ساتھ ہی 4جون 1944ء کو فضل عمر سائنس ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی بھی بنیاد رکھی اور اس کی نگرانی چوہدری عبدالاحد صاحب ایم۔ایس۔سی کے سپرد فرمائی۔ متحدہ ہندوستان میں اس زمانہ میں اس نوعیت کے متعدد تحقیقاتی ادارے قائم تھے۔ بنگال میں ڈاکٹر بوس کی انسٹی ٹیوٹ تھی۔ اسی طرح الہ آباد یا بنارس یونیورسٹی کی طرف سے بھی کام ہو رہا تھا۔ بنگلور میں میسور گورنمنٹ کی طرف سے ایک اعلیٰ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ تھی۔ دہلی میں مرکزی حکومت کی انسٹی ٹیوٹ تھی۔ مگر یہ سب ادارے یا حکومت کی طرف سے جاری تھے یا یونیورسٹیوں کی طرف سے یا ہندوؤں کی طرف سے تھے مگر کروڑوں کی تعداد میں بسنے والے مسلمانوں کا کوئی ایک ادارہ بھی پورے متحدہ ہندوستان میں موجود نہ تھا۔ جس کی وجہ سے سیدنا المصلح الموعودؓ کے دل میں ہمیشہ خلش رہتی تھی۔ آخر اس کے قیام کا بھی سامان ہو گیا۔ اس طرح یہ پہلا مسلم ریسرچ انسٹی ٹیوٹ تھا جو اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضرت فضل عمرؓ کی توجہ سے برصغیر میں وجود میں آیا۔ اس کا افتتاح مشہور سائنس دان ڈاکٹر سر بھٹنا گر نے کیا تھا۔ سیدنا المصلح الموعودؓ کے مدنظر اس عظیم تحقیقاتی مرکز کی تاسیس کا اصل مقصد کیا تھا اور آپ اس کے مستقبل سے متعلق کیا کیا عزائم رکھتے تھے اور کس طرح مغربی فلسفہ کے خلاف اسے ایک مضبوط اسلحہ خانہ بنانا چاہتے تھے۔ اس کا کسی قدر اندازہ حضور کے خطبہ جمعہ کے درج ذیل اقتباس سے ہو سکتا ہے۔ فرمایا:

''ہمارا کالج درحقیقت دنیا کی ان زہروں کے مقابلہ میں ایک تریاق کا حکم رکھتا ہے جو دنیا کے مختلف ملکوں اور مختلف قوموں میں سائنس اور فلسفہ اور دوسرے علوم کے ذریعہ

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ (خلیفۃ المسیح الثانی) کے ہمراہ ہندوستان کی مختلف مذہبی درسگاہوں کا دورہ کرنے والا وفد

(لکھنؤ۔اپریل 1912ء)

پھیلائی جا رہی ہیں۔ مگر اس زہر کے ازالہ کے لئے خالی فلسفہ اور دوسرے علوم کام نہیں آسکتے بلکہ اس غرض کے لئے عملی نتائج کی بھی ضرورت ہے کیونکہ ایک کثیر حصہ سائنس کی ایجادات سے دھوکہ کھا گیا ہے اور وہ یہ سمجھنے لگ گیا ہے کہ سائنس کے مشاہدات اور قانون قدرت کی فعلی شہادات اسلام کو باطل ثابت کر رہی ہیں۔ اسی لئے کالج کے ساتھ ایک سائنس ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بھی قائم کی گئی ہے تا کہ بیک وقت ان دونوں ہتھیاروں سے مسلح ہو کر کفر پر حملہ کیا جاسکے۔ اس انسٹی ٹیوٹ کے قیام پر بھی دو لاکھ روپیہ خرچ ہوگا۔ پہلے سال کا خرچ تو اسّی نوے ہزار کے قریب ہے لیکن اگلے سال جب عمارت کو مکمل کیا جائے گا اور سائنس کا سامان اکٹھا کیا جائے گا کم سے کم دو لاکھ روپیہ خرچ ہوگا۔ پھر سالانہ ستر اسی ہزار کے خرچ سے یہ کام چلے گا۔ اس کام کو چلانے کے لئے ہمیں قریباً بیس آدمی ایسے رکھنے پڑیں گے جنہوں نے سائنس کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم حاصل کی ہو۔ گویا کالج سے بھی زیادہ عملہ اس غرض کے لئے ہمیں رکھنا پڑے گا۔ کچھ عرصہ کے بعد امید ہے کہ یہ انسٹی ٹیوٹ خود روپیہ پیدا کرنے کے قابل بھی ہو سکے گی۔ کیونکہ اس ادارہ میں جب علوم سائنس کی تحقیق کی جائے گی تو ایسی ایجادات بھی کی جائیں گی جو تجارتی دنیا میں کام آسکتی ہیں یا صنعت وحرفت کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں''۔ مزید فرمایا:

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں کو دیکھ لو۔ آپ نے جہاں اسلامی مسائل کی فوقیت ثابت کرنے کے لئے قرآنی آیات پیش کی ہیں۔ وہاں آپ نے قانون قدرت سے بھی دلائل پیش کئے ہیں اور فرمایا ہے کہ خدا کے کلام کی سچائی کا شاہد خدا کا فعل ہے اور یہ ناممکن ہے کہ خدا کا قول اور ہو اور اس کا فعل کچھ اور ظاہر کر رہا ہو۔ ہمارا کام بھی یہی ہے کہ ہم خدا کی فعلی شہادت اسلام اور احمدیت کی تائید میں کالج اور سائنس ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے ذریعہ دنیا کے سامنے پیش کریں۔ یہی مقصد کالج کے قیام کا ہے اور یہی مقصد ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے قیام کا ہے جن میں اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی تعلیم کے ماتحت دین کی تائید کو مدنظر رکھتے ہوئے نیچر پر غور کیا جائے گا''۔ (تاریخ احمدیت جلد 9ص 54،55)

حالات کی سختی کی وجہ سے یہ ادارہ بند کرنا پڑا۔ اسی طرح طب کو فروغ دینے کے لئے حضور نے ربوہ میں طبیہ کالج بھی قائم فرمایا مگر وہ بھی حالات کے جبر نے چلنے نہ دیا۔ حضرت مصلح موعودؓ کے زمانہ کی مجالس مشاورت میں احمدیہ میڈیکل کالج کی تجویز بھی کئی دفعہ پیش ہوئی مگر ابھی اس کا وقت نہیں آیا تھا مستقبل میں ہم حضور کے تمام خواب پورا ہونے کی امید رکھتے ہیں۔

اساتذہ کی ذمہ داری

حضرت مصلح موعودؓ نے احباب جماعت کو تعلیمی میدان میں زیادہ سے زیادہ آگے بڑھانے کے علاوہ مرکزی درسگاہوں کے احمدی اساتذہ کو بچوں کی نگرانی کا ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے فرمایا کہ: ''میرے نزدیک اس کی کلی طور پر ذمہ داری سکول کے عملہ پر ہے اور کالج کے لڑکوں کی ذمہ داری کالج کے عملہ پر ہے۔ اگر سکول یا کالج کا نتیجہ خراب ہو اور کالج یا سکول کا عملہ اس پر عذر کرے تو میں یہ کہوں گا یہ منافقانہ بات ہے اگر لڑکے ہوشیار نہیں تھے اگر لڑکے محنت نہ کرتے تھے اور اگر لڑکے پڑھائی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے تو ان کا کام تھا کہ وہ ایک ایک کے پاس جاتے اور ان کی اصلاح کرتے۔ اگر وہ متوجہ نہ ہوتے تو ان کے والدین کو اس طرف متوجہ کرتے اور ان کو مجبور کرتے کہ وہ تعلیم کو اچھی طرح حاصل کریں۔ ہماری جماعت کے لئے اعلیٰ تعلیم کا حصول اب بہت ضروری ہے۔ اگر ہم میں اعلیٰ تعلیم یافتہ نہ ہوں گے تو ساری سکیم فیل ہو جائے گی''۔

(روزنامہ الفضل 30جنوری 1945ء بحوالہ روزنامہ الفضل مصلح موعود نمبر 18فروری 2015ء)

حضور کے بلند عزائم

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نہیں جانتا کہ دوسرے دوستوں کا کیا حال ہے لیکن میں تو جب ریل گاڑی میں بیٹھتا ہوں میرے دل میں حسرت ہوتی ہے کہ کاش یہ ریل گاڑی احمدیوں کی بنائی ہوئی ہو اور اس کی کمپنی کے وہ مالک ہوں اور جب میں جہاز میں بیٹھتا ہوں تو کہتا ہوں کاش یہ جہاز احمدیوں کے بنائے ہوئے ہوں اور وہ ان کمپنیوں کے مالک ہوں۔ میں پچھلے دنوں کراچی گیا تو اپنے دوستوں سے کہا کاش کوئی دوست جہاز نہیں تو کشتی بنا کر ہی سمندر میں چلانے لگے اور میری یہ حسرت پوری کر دے اور میں اس میں بیٹھ کر کہہ سکوں کہ آزاد سمندر میں یہ احمدیوں کی کشتی پھر رہی ہے۔ بڑے کاموں کی ابتداء چھوٹی ہی چیزوں سے ہوتی ہے۔ یہ ہیں میرے ارادے اور یہ ہیں میری تمنائیں''۔

(رپورٹ مجلس مشاورت 1936ء صفحہ 129)

الغرض یہ اس پاک وجود کی تمنائیں اور منصوبے تھے جس نے جماعت کے آدرش کو ہمیشہ اونچا رکھا۔ جس نے جماعت کو روحانی علوم کے ساتھ ساتھ ظاہری علوم سے بھی بھر دیا۔ یہ صرف کہانیاں اور بیانات نہیں، اقتباسات نہیں بلکہ اسلام کی تاریخ میں عمل کی سرزمین پر لکھی جانے والی داستان ہے اور اس کا دنیا کے آئندہ مستقبل سے بہت گہرا تعلق ہے۔ مادہ پرست قوموں کو اپنی ہی زبان میں تعلیم اور سائنس میں شکست دے کر ہی ان کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کیا جاسکتا ہے اور خدائی نشانوں اور آسمانی علوم کے ساتھ ساتھ مادی علوم کی تیاری بھی جاری ہے اور ایم ٹی اے خود علوم ظاہری و باطنی کا مخزن بنتا جا رہا ہے۔ اسلام کے دور اول میں بڑے بڑے مسلمان سائنسدان، فلسفی، ماہرین، طبیب، مورخ، جغرافیہ دان اور ہر علم کے ماہر پیدا ہوئے جن سے آج مغرب بھی علم کشید کر رہا ہے۔ یہ سچائی پھر دہرائی جانے والی ہے۔ یہ تاریخ دوبارہ نافذ ہوگی اور ابد الآباد تک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا جھنڈا گاڑ دیا جائے گا۔ انشاءاللہ

☆...☆...☆

پیشگوئی مصلح موعود کے سلسلہ میں

ایک ضروری وضاحت

(عطاء المجیب راشد۔ امام مسجد فضل۔ لندن)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے نشانوں میں سے ایک اہم اور غیر معمولی عظمت کا حامل نشان پیشگوئی مصلح موعود سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نشان کو اجاگر کرنے اور اس کا تذکرہ کرنے کے لئے جماعت میں یہ طریق جاری ہے کہ ہر سال 20/فروری کو یا اس کے قریبی دنوں میں جلسے منعقد کئے جاتے ہیں۔ جن میں پیشگوئی سے متعلق مختلف پہلوؤں کا تذکرہ ہوتا ہے۔

اس ضمن میں دیکھا اور سنا گیا ہے کہ اکثر یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے تعلق رکھنے والی پیشگوئی (جس کا اعلان 20/فروری کو ہوا) سبز رنگ کے کاغذات پر شائع کی گئی جس سے مراد عام طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''سبز اشتہار'' لی جاتی ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ بات اس طرح پر نہیں بلکہ اس سلسلہ میں کسی قدر وضاحت کی ضرورت ہے۔

یہ بات تو درست ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم الشان پیشگوئی عطا فرمائی تو آپ نے 20/فروری 1886ء کو اس بارہ میں ایک نوٹ تحریر فرمایا جو یکم مارچ 1886ء کو اخبار ریاض ہند کے ضمیمہ کے طور پر شائع ہوا۔ یہ اخبار عام سادہ کاغذوں پر چھپا تھا۔ سبز رنگ کے کاغذ نہ تھے۔ بعد ازاں اس سلسلہ میں 22/مارچ 1886ء کو ایک اور اشتہار بھی شائع ہوا جس میں یہ وضاحت درج تھی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر بھی دی ہے کہ یہ فرزند موعود نو سال کے عرصہ کے اندر اندر ضرور پیدا ہو جائے گا۔ اس کے بعد جو واقعات رونما ہوئے وہ ترتیب وار درج ذیل ہیں:

1۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں ایک بیٹی عصمت کی ولادت 15/اپریل 1886ء کو ہوئی (جو 1891ء میں فوت ہو گئی)۔ اس کی ولادت پر مخالفین نے اعتراض کیا جس کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ دیا کہ ہرگز یہ نہیں کہا گیا تھا کہ پہلا بچہ ہی موعود فرزند ہوگا۔ ہاں فرزندِ موعود اپنی مقررہ مدّت کے اندر اندر کسی وقت ضرور پیدا ہو جائے گا۔

2۔ بعد ازاں 7/اگست 1887ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ جس کا نام بشیر اوّل رکھا گیا۔ یہ بیٹا 4/نومبر 1888ء کو فوت ہو گیا۔ اس بیٹے کی وفات پر ایک بار پھر غیر از جماعت مخالفین نے سخت شور و غوغا کیا اور طوفانِ بدتمیزی برپا کر دیا کہ دیکھو یہ پیشگوئی ایک بار پھر جھوٹی ثابت ہوئی۔ پہلے بیٹے کی بجائے بیٹی پیدا ہوئی۔ اور اب بیٹا پیدا تو ہوا لیکن لمبی عمر پانے کی بجائے چھوٹی عمر میں ہی فوت ہو گیا ہے۔ اپنی نادانی اور مخالفت میں ان لوگوں نے سخت بدزبانی کی اور پیشگوئی کے غلط ہونے کے دعوے کرتے ہوئے بغلیں بجانے لگے۔

3۔ اس موقع پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یکم دسمبر 1888ء کو ایک مختصر رسالہ تحریر فرمایا جس کا عنوان تھا ''حقانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر''۔ اس میں آپ نے اس پیشگوئی کے مضمون کی ایک بار پھر وضاحت فرمائی اور بہت تحدی اور جلال سے تحریر فرمایا کہ فرزندِ موعود (جو بے شمار خوبیوں کا مالک ہوگا) کی ولادت کا وعدہ خدائے ذوالجلال والاکرام کی طرف سے ہے اور یہ وعدہ اپنے وقت پر مقررہ مدت کے اندر لازماً پورا ہو کر رہے گا۔ فرزندِ موعود کی ولادت کے بارہ میں آپ نے تحریر فرمایا:

''خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین آسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں''۔ (سبز اشتہار صفحہ 7 حاشیہ۔ روحانی خزائن جلد 2 ص 453)

یہ مختصر رسالہ سبز رنگ کے کاغذات پر شائع کیا گیا اور اسی مناسبت سے اس رسالہ کا نام ''سبز اشتہار'' رکھا گیا۔ اور اسی نام سے یہ جماعت میں معروف ہے۔

4۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے 12/جنوری 1889ء کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک فرزند سے نوازا جس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے بعد ازاں آپ پر واضح فرمایا کہ یہی وہ فرزندِ موعود ہے جو اس پیشگوئی کا حقیقی مصداق ہے۔ اس بیٹے کا نام محمود احمد رکھا گیا جو جماعتی لٹریچر میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد (خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ) کے نام سے معروف ہیں۔

الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی بات پوری ہوئی اور اس کی عطا فرمودہ پیشگوئی بڑی عظمتِ شان اور جلال کے ساتھ اپنے وقتِ موعود پر پوری ہوئی اور آپ کے وجود میں وہ سب نشانیاں پوری آب و تاب کے ساتھ ظہور پذیر ہوئیں۔ جن کا اس پیشگوئی میں ذکر کیا گیا تھا۔ اس پیشگوئی کے تعلق میں مندرجہ ذیل تاریخیں یاد رکھنے کے لائق ہیں۔

- … مصلحِ موعود والی پیشگوئی 20 فروری 1886ء کو لکھی گئی۔ اخبار میں اشاعت یکم مارچ 1886ء کو ہوئی۔
- … 22 مارچ 1886ء کو بذریعہ اشتہار یہ وضاحت کی گئی کہ فرزندِ موعود نو سال کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔
- … حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں بیٹی عصمت کی پیدائش 15 اپریل 1886ء (وفات 1891ء)
- … حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں ایک بیٹے بشیر (اوّل) کی ولادت 7/اگست 1887ء کو ہوئی۔ یہ بیٹا 4/نومبر 1888ء کو فوت ہو گیا۔
- … سبز اشتہار کی اشاعت یکم دسمبر 1888ء کو ہوئی جس میں یہ تحدی کی گئی کہ فرزندِ موعود نو سالہ مدت کے اندر اندر لازماً پیدا ہو جائے گا۔
- … حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی ولادت 12 جنوری 1889ء کو ہوئی جن کے ذریعہ یہ عظیم الشان پیشگوئی بڑی وضاحت اور شان کے ساتھ پوری ہوئی۔ الحمد للہ علی ذالك۔

پسر موعود

بارگاہِ ایزدی میں مہدیٔ آخر زماں
گڑگڑائے عظمت اسلام ہو یا رب عیاں
تھی ندا غیبی ملے گا تجھ کو رحمت کا نشاں
ایک بیٹا یعنی تقدیسِ حرم کا پاسباں
گھر میں عیسیٰ کے ہوا پیدا وہی موعود دیکھ!
حاملِ اوصافِ کامِل طفلِ نومولود دیکھ!

جس کی منزل آسمانوں سے پرے مقصود ہے
جس کے بازو میں کوئی پروازِ لامحدود ہے
بُت کدہ جس کی نگاہوں نے کیا نابود ہے
غزنوی محمود سے بڑھ کر مِرا محمود ہے
جس نے ہے یاجوج اور ماجوج کو پسپا کیا
ایستادہ جس کی ہیں تائید میں ارض و سما

اے بشیرالدین ، اے محمود ، اے فضل عمر!
تُو ہے اسمِ با مسمّٰی اے ہمارے راہبر!
ہے مقابل دشمنِ دیں کے تُو مثلِ شیرِ نر!
ہو گئے ایوانِ باطل آج پھر زیر و زبر
بوم کتنی دیر ٹھہرے گا ہُما کے سامنے!
سر تو جھکوا دے گا شیطاں کا خدا کے سامنے

کس قدر حق نے عطا کی ہے تجھے عقلِ سلیم
دم بخود ہیں تیرے آگے آج یونانی حکیم
باغِ ہستی میں ہے تیری موجِ دَم بادِ نسیم
آرزوئے دید ہے تجھ کو سَدا مِثل کلیم
ہے تجلّی نُور کی یہ پیکرِ خاکی تِرا
مظہرِ قدرت ہے تُو انداز اَفلاکی تِرا

سازِ فطرت تُو بجاتا ہے عجب انداز سے!
زیروبم ہیں نے لئے ہیں تیرے سوز و ساز سے!
ہائے دشمن ہیں کہاں واقف بھلا اِس راز سے!
مُردے زندہ ہو گئے تیرے لَبِ اعجاز سے!
نکتہ چیں کوتہ نظر دیکھے گا کیا پَرواز کو؟
اَہلِ دل ہی جانتے ہیں تیرے دل کے راز کو!

(عبدالسلام اسلام)

”وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا“

تحریکِ آزادیٔ ہند کا فتح نصیب جرنیل

(اصغر علی بھٹی۔نائیجر)

مشہور دیوبندی مولوی جناب ابوالحسن ندوی صاحب نے حضرت سید احمدؒ شہید بالاکوٹ کی سوانح عمری پر قلم اُٹھایا اور تمہیدی کلمہ ...”بدقسمتی سے ہندوستان میں اسلام ایران و افغانستان کا چکر کاٹ کر پہنچا اور راستے میں اپنی بہت سی تازگی اور زندگی کھو کر، یہاں کا اسلام سیکنڈ ہینڈ تھا“...کی ادائیگی کے بعد دو باتیں اَور خاص طور پر تحریر کیں۔ پہلی تو یہ کہ حقیقت یہ ہے کہ اگر ہندوستان میں اللہ تعالیٰ دو شخصوں کو پیدا نہ کرتا اور ان سے اپنے دین کی دستگیری نہ فرماتا تو تیرھویں صدی تک یا تو اسلام ہندوستان سے بالکل فنا ہو جاتا یا اتنا بگڑ جاتا جتنا ہندو مذہب۔ یہ دو بزرگ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ اور شیخ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ہیں۔ اور دوسری بات ان کا امت سے یہ گلہ تھا کہ قوم نے حضرت شاہ ولی اللہ کے جانشین اور آزادیٔ ہند کے ہیرو حضرت سید احمد شہیدؒ کی قدر نہیں کی، ان کا رتبہ نہیں پہچانا اور انہیں تاریخ کا مظلوم ترین ہیرو قرار دیا۔ (سیرت سید احمد شہید مصنفہ سید ابوالحسن ندوی از مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنو خلاصہ 24 تا 74)

تاریخ کا طالبعلم ہونے کے ناطے خاکسار کے خیال میں مصنف کتاب ہٰذا کا تمہیدی کلمہ اور گزارشات اگر تاریخ آزادیٔ برصغیر کے ہیروز سے ناانصافی نہیں تو تاریخ کا نامکمل ایڈیشن ضرور ہیں۔ چودھویں صدی میں کھڑے ہو کر تیرھویں صدی کے اسلامی ہیروز کا ذکر کرتے ہوئے چودھویں صدی کے اسلام اور مسلمانوں کی مدافعت کے ”فتح نصیب جرنیل“ اور ان کے خلفاء کو تحریک آزادی کی صف سے منہا کرنے کی کوشش کرنا ایک مؤرخ کے شایانِ شان نہیں۔ تاریخ کو نہ بدلا جاسکتا ہے اور نہ ہی چھپایا جاسکتا ہے۔

بزرگانِ اہلِ حدیث بھی آپ سے ایسی ہی کسی وجہ سے ناراض نظر آتے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل جناب الشیخ عبد المحسن العباد صاحب سابق وائس چانسلر جامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ نے ”علمائے نجد پر رفاعی کے اعتراضات کی دینی و شرعی حیثیت“ بیان کرتے ہوئے کچھ گل فشانی کی تھی! بہرکیف تاریخ کا مطالعہ ہر گروہ اور ہر جماعت کے کردار اور افکار کو سامنے لے آتا ہے۔ اور اتنا تبصرہ کافی وشافی معلوم ہوتا ہے۔

تاریخ سے بےخبر کچھ لوگ آج بھی آنحضورﷺ کے عاشقِ صادق، امام الزمان، مہدی دوراں مسیح پاک علیہ السلام انکے خلفائے عظام اور جماعت احمدیہ پر اس قسم کے بےبنیاد الزامات عائد کرنے میں لگے ہوئے ہیں کہ

”قادیانیوں نے تقسیم بھارت کے خلاف ہر لحہ انگریزوں اور کانگریس کے موقف کی ترجمانی کی“۔

(”قادیانیت ہماری نظر میں“ محمد متین خالد سکالر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت روزنامہ شمال 13 اپریل 94ء قسط 85 ایبٹ اباد)

”مرزائی تقسیم کے مخالف تھے وہ انگریزوں کا جانشین بننا چاہتے تھے جب پاکستان کا دھندلا سا خواب مستقبل میں حقیقت کا روپ دھارتا نظر آیا تو وہ گومگو کی پالیسی میں تھے۔“

(ملت اسلامیہ کے خلاف قادیانی سازشیں صفحہ 8 مصنفہ مولوی منظور احمد چنیوٹی)

”قادیانی جماعت روزِ اول سے ہی تحریک آزادی اور آخر میں تحریک پاکستان کی شدید مخالف رہی“۔

(محمد فاروق سکالر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت روزنامہ اوصاف 15 مارچ 1987ء)

”تحریک آزادی کو روکنے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی نے پچاسوں کتابیں لکھیں“

(اداریہ ہفت روزہ ختم نبوت 7 تا 13 اگست 98ء)

تحریک آزادیٔ پاکستان کے ابتدائی مراحل سے لے کر یومِ آزادی تک جماعت احمدیہ کی زمام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھی آپؓ نے جس بہادری، اولوالعزمی اور بیدار مغزی سے پوری قوم کی سیاسی، اخلاقی، افرادی، مالی اور روحانی راہنمائی کی اس کے مخالفین وموافقین یکسر معترف ہیں۔ اس موقع پر خاکسار نے صرف تین موقعوں کا انتخاب کیا ہے اور بلاشبہ جو بھی تاریخ کے ان اہم ترین سنگ میل پر خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ کے سیاسی تدبر کا مطالعہ کرے گا تاریخ کے اس عظیم سپوت کے بارے بے اختیار کہہ اُٹھے گا:

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

کرپس مشن کی ناکامی اور حضرت مصلح موعودؓ کا انگلستان اور ہندوستان میں صلح کرانے کا مشن

1945ء کا سال ہندوستان کے سیاسی مطلع پر ایک نہایت مایوس کُن ماحول میں طلوع ہوا۔ آزادیٔ ہند کے تعلق میں کرپس مشن 1942ء (جسے مسلم لیگ اور کانگریس دونوں نے مسترد کر دیا تھا) کی ناکامی کے بعد ہندوستان اور انگلستان کے درمیان زبردست تعطل پیدا ہو چکا تھا۔ لارڈ ویول جو کرپس مشن کی آمد کے وقت ہندوستان کی فوجوں کے کمانڈر انچیف تھے اب وائسرائے کے عہدے پر متمکن ہو چکے تھے۔ یہ صاحب ہندوستانی آزادی کے عموماً اور تحریک پاکستان کے خصوصاً بہت مخالف سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے 14 دسمبر 1944ء کو بیان دیا کہ ”اگر ہندوستان سیاسی اختلافات کے بخار میں مبتلا رہا تو ہندوستان ایک بہترین موقع کھو دے گا“۔ (قائداعظم اور ان کا عہد ص 344 مصنفہ رئیس احمد جعفری) جب حالات اس حد تک مایوسی کے اندھیروں میں چھپتے نظر آ رہے تھے مسلمانوں کے سچے خیر خواہ حضرت مصلح موعودؓ نے 12 جنوری 1945ء کو مسجد اقصیٰ قادیان کے منبر سے تحریک فرمائی کہ انگلستان اور ہندوستان کو سمجھوتہ کرنا چاہیے اور آپس میں صلح کرنی چاہیے۔ تاکہ یہ ڈیڈلاک ختم ہو اور قوم کی گاڑی ایک دفعہ پھر سے آزادی کی منزل کی طرف روانہ ہو سکے۔ آپؓ ایک طرف اس ڈیڈلاک کو ختم کرانے کے لئے دعاؤں میں لگ گئے تو دوسری طرف لندن میں موجود امام مسجد لندن حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب کو فوری فعال ہونے کی ہدایات فرما دیں۔ چنانچہ امام صاحب نے فوری طور پر اس عظیم تحریک پر مبنی خطبہ کے ضروری اقتباسات کا انگریزی میں ترجمہ کر کے اسے لندن سے شائع کر دیا اور اگلے چند دنوں میں اسے برطانیہ کے وزراء اور دارالعوام اور دارالامراء کے 600 ممبران کے علاوہ دیگر عمائدین واکابرین کو بھی پہنچا دیا۔ جس پر سیکرٹری آف سٹیٹ فار انڈیا۔ ارل لسٹوول، پارلیمینٹری انڈر سیکرٹری آف سٹیٹ فار انڈیا۔ سرجان وارڈ لاملن رکن پارلیمنٹ۔ لارڈ لنلتھگو سابق گورنر جنرل و وائسرائے ہند جیسے بہت سے مدبرین نے تحریری شکریہ ادا کیا۔ انگلستان کے علاوہ گورنر مشرقی افریقہ سر فلپ مچل کی تحریک پر چودھری محمد شریف صاحب بی اے نے مشرقی افریقہ کے ریڈیو سے حضور کے اس خطبہ کا خلاصہ نشر کیا۔ (الفضل 6 ستمبر 1945ء)

آپؓ کی دعاؤں سے اللہ نے عجیب شان دکھائی کہ مسبب الاسباب خدا نے غیب سے آپؓ کی اس تحریک کو انگلستان کے معتبر ترین حلقوں تک پہنچانے کا انتظام فرما دیا۔ وہ اس طرح سے کہ حکومت ہند نے احمدیت کے مایہ ناز سپوت حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ کو جو اُن دنوں ہندوستان کی فیڈرل کورٹ کے جج تھے کامن ویلتھ ریلیشنز کانفرنس میں ہندوستان کے سرکاری وفد کے قائد کی حیثیت سے انگلستان بھجوایا۔ 17/فروری 1945ء کو چیتھم ہاؤس میں کانفرنس کا افتتاح ہوا جس میں آپؓ نے خطاب فرمایا۔ آپؓ نے حضرت مصلح موعودؓ کے خطبہ میں بیان کردہ قیمتی نکات کو نہایت عمدگی سے اپنے الفاظ میں انگلستان کے اہم ترین فورم پر حکومت کے سامنے رکھ دیا۔ اور ایسے پُر شوکت انداز میں پیش کیا کہ پوری دنیا میں تہلکہ مچ گیا۔ چنانچہ انگلستان کے تمام بڑے اخبارات میں سرکردہ لیڈروں نے اس تقریر کے خلاف یا حق میں مضامین لکھے۔ اس طرح سے تھوڑے ہی دنوں میں حضرت مصلح موعودؓ کی آواز ہندوستان سے لے کر امریکہ تک گونجنے لگی۔ یہ اتنی بڑی کامیابی تھی کہ ہندوستان کا سارا مسلم اور غیر مسلم میڈیا خوشی سے جھوم اُٹھا۔ اور تہنیتی پیغامات کی بھرمار کر دی۔

چونکہ برطانوی ہند کی تاریخ میں یہ پہلی مثال تھی کہ حکومت کے سربرآوردہ نمائندہ نے ہندوستانیوں کے سیاسی اور ملکی جذبات کی ترجمانی کا فرض اس جرأت اور بےباکی سے ادا کیا تھا کہ ملک کے تمام ہندو اور مسلم پریس نے بکثرت تعریفی مضامین شائع کیے۔ حضرت چودھری صاحبؓ نے واپس آنے سے قبل برطانیہ کے متعدد فورمز پر اسی تقریر کو دہرایا اور اخبارات میں مضامین بھی لکھے۔ آپؓ کی ان تقاریر کا اثر برطانیہ کے عوامی اور صحافتی حلقوں سے بڑھ کر خود برطانوی حکومت پر ہوا اور فوری طور پر حضرت چوہدری صاحب کی نئی تجویز کے پیش نظر لارڈ ویول وائسرائے ہند کو انتقال اقتدار کا نیا کلیہ تجویز کرنے اور ہندوستان کو مصالحت کی پیشکش کرنے کے لئے لندن طلب کر لیا گیا۔

یوں تحریک آزادیٔ ہند کا یہ مشکل مرحلہ حضرت مصلح موعودؓ کے ارشادات کی روشنی میں آپؓ کی شبانہ روز دعاؤں اور فراست سے بھری حکمت عملی سے طے ہو گیا۔ سرد مہری کی برف پگھل گئی اور کرپس مشن کی ناکامی کے بعد سے رکی ہوئی گاڑی ایک دفعہ پھر سے ٹریک پر چڑھ گئی۔ وائسرائے کو انڈیا سے برطانیہ بلا لیا گیا اور کچھ ہی عرصہ بعد ملک آزادی کی نعمت سے ہمکنار ہو گیا۔ آپ کی یہ خدمت برصغیر کی آنے والی نسلوں کو یقیناً آپ کا احسان مند رکھے گی۔

ویول سکیم۔شملہ کانفرنس اور حضرت مصلح موعودؓ کا مسلم لیگ کو مسلمانوں کی واحد نمائندہ ثابت کرنے کی بھرپور کوشش

لارڈ ویول وائسرائے ہند برطانیہ کے وزیر اعظم مسٹر چرچل اور کابینہ کے ارکان سے مشورہ کے لئے تقریباً 10 ہفتے انگلستان میں رہے۔ اور 5/جون 1945ء کو واپس ہندوستان پہنچے۔ آپ نے 14 جون 1945ء کو شام آٹھ بجے آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن سے تقریر کی اور پبلک کے سامنے وہ تجاویز پیش کیں جو انگلستان سے اس تعطل کو دور کرنے کے لئے لے کر آئے تھے۔ اور ساتھ ہی 24 جون سے تمام سربرآوردہ لیڈروں کو شملہ میں میٹنگ کے لئے طلب کر لیا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے شملہ میں شروع ہونے والی اس کانفرنس سے 2 دن قبل 22/جون 1945ء کو قادیان میں خطبہ جمعہ کے ذریعہ اس تعطل کے بعد دوبارہ سے پیدا ہونے والی اس امید کی کرن کی افادیت، نزاکت، خطرے اور اس کے بارہ میں حکمت عملی پر مبنی ایک تفصیلی ہدایت بیان فرمائی۔ اس پورے خطبہ کو اگلے ہی دن الفضل میں شائع کر دیا گیا۔ اور ساتھ ہی اس کا انگریزی ترجمہ کر کے بھی چھاپ دیا گیا۔ اس انگریزی ترجمہ کے ساتھ الفضل کے نمائندہ خصوصی شیخ رحمت اللہ صاحب شملہ پہنچ گئے اور اس پیغام کو مولانا ابوالکلام آزاد صدر آل انڈیا کانگریس، جناب محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ۔ مسٹر گاندھی۔ ڈاکٹر خاں صاحب، مسٹر امام حسین، میاں افتخار الدین، پنڈت گوبند ولبھ نیت، شری کرشن شہا اور دوسرے بہت سے سیاسی لیڈروں تک پہنچا دیا۔

حضورؓ کے اسی خطبہ کا ذکر کرتے ہوئے مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب نے لکھا تھا کہ

”اب خلیفہ قادیان کا مسلک بھی سننے کا قابل ہے۔ خلیفہ

قادیان نے حکومت کی جدید سکیم کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے خطبہ جمعہ میں ہندوستانیوں کی ذلت کا ذکر کرتے ہوئے جو کچھ کہا ہے وہ پڑھنے اور سننے کے قابل ہے آپؓ نے لیڈروں کو اتفاق کر کے کام کرنے کا مشورہ دیا ہے (اور آگے حضرت مصلح موعودؓ کے خطبہ جمعہ سے اقتباس دے کر لکھا۔ناقل) یہ الفاظ کس جرات اور حیرت کا ثبوت دے رہے ہیں ... چالیس کروڑ ہندوستانیوں کو غلامی سے آزاد کرانے کا ولولہ جس قدر خلیفہ جی کی اس تقریر میں پایا جاتا ہے وہ گاندھی جی کی تقریر میں بھی نہیں ملے گا۔''

(اخبار اہل حدیث امرتسر 6 جولائی 1945ء)

ان سیاسی لیڈروں کی کانفرنس 24 جون سے 14 جولائی 1945ء تک جاری رہی۔ مذاکرات کے دوران قائداعظم محمد علی جناح نے انتہائی کوشش کی کہ کسی طرح کانگریسی لیڈر مسلم لیگ کو مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت تسلیم کر کے کوئی آبرومندانہ سمجھوتہ کرلیں اور قومی حکومت قائم ہوجائے۔ مگر کانگریس اس پر آمادہ نہ ہوئی بلکہ اس نے مسلم لیگ کے ہندوستانی مسلمانوں کے اس مؤقف کو سبوتاژ کرنے کے لئے اور ان کی نمائندہ حیثیت کو چیلنج کرنے کے لئے دہلی میں نیشنلسٹ مسلمانوں کی ایک کانفرنس کا انتظام کیا جس میں جمعیۃ العلماء، مسلم مجلس، مومن کانفرنس، آزاد پارٹی، اور انجمن وطن بلوچستان کے نمائندوں سے ایک قرارداد منظور کروائی کہ مسلم لیگ تمام مسلمانوں کی نمائندہ نہیں۔

(قائداعظم اور دستور ساز اسمبلی مصنفہ محمد اشرف خان مدیر معاون زمیندار ص 152)

اُدھر کانگریس نے نیشنلسٹ مسلمانوں کو عبوری حکومت میں لئے جانے پر بہت زور دینا شروع کر دیا۔ اور اپنا نکتہ یہ پیش کیے رکھا کہ اگر 5 مسلمان ممبران کونسل ہوں تو ان میں سے 2 غیر لیگی قوم پرست (کانگریسی یا کانگریس نواز) مسلمان ضرور ہونے چاہئیں۔

کانگریس کے علاوہ خود لارڈ ویول نے بھی اصرار کیا کہ مسلم لیگ کو پنجاب کے مسلمانوں کے نمائندہ کے طور پر ملک خضر حیات کا ایک آدمی ضرور لینا چاہیے۔ مگر یہ امر چونکہ مسلم لیگ کی جڑ پر کلہاڑا چلانے اور اسے خود قبر میں اتارنے کے مترادف تھا لہٰذا قائداعظم نے ایگزیکٹو کونسل کے لئے اپنے امیدواروں کی فہرست وائسرائے کو دینے سے انکار کر دیا اور مطالبہ کیا کہ یا تو مسلم لیگ کو مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت تسلیم کیا جائے یا ملک میں انتخاب کروا کر مسلم لیگ کی نمائندہ حیثیت کا فیصلہ کرلیا جائے۔

مجبوراً وائسرائے لارڈ ویول نے برطانوی حکومت سے مشورہ کے بعد 19/ستمبر 1945ء کو مرکزی اور صوبائی مجالس آئین ساز کے انتخابات کا اعلان کر دیا۔ جناب محمد علی جناح اس وقت کوئٹہ میں تھے آپ نے فوری پریس کانفرنس کرتے ہوئے فرمایا ''ہمارے پیش نظر اہم مسئلہ آئندہ انتخابات کا ہے ہم رائے دہندگان کی اس امر کے بارے میں رائے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا وہ پاکستان چاہتے ہیں یا ہندو راج کے ماتحت رہنا چاہتے ہیں'' اور پھر کانگریس نواز مسلمانوں کا بڑے دکھ سے ذکر کرتے ہوئے فرمایا ''مجھے افسوس ہے کہ وہ مسلمان ہمارے ساتھ نہیں بلکہ ہمارے دشمنوں کے ساتھ ہیں یہ مسلمان ہمارے خلاف مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے کام میں بطور کارندے استعمال کئے جا رہے ہیں ... صرف یہ شکل وصورت کے اعتبار سے ہی مسلمان ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ کانگریس کے پاس دولت کے وسیع خزانے ہیں ... مگر حق ہمارے ساتھ ہے ... اور ہم انشاء اللہ کامیاب ہونگے'' (اخبار انقلاب لاہور 20 اکتوبر 1945ء) قائداعظم نے مسلمانان ہند سے انتخابات میں مسلم لیگ کو کامیاب بنانے کی جو تحریک کوئٹہ میں کی اس کی تائید میں سب سے پہلی پُرزور اور ملک گیر آواز قادیان سے بلند ہوئی۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ نے اگلے ہی دن یعنی 21/اکتوبر 1945ء کو ''آئندہ الیکشنوں کے متعلق جماعت احمدیہ کی پالیسی'' کے عنوان پر ایک مفصّل مضمون لکھا جو الفضل کی 22/اکتوبر کی اشاعت میں شائع ہو کر پورے ہندوستان میں پھیل گیا۔

انہیں دنوں ایک احمدی دوست محمد سرور صاحب نے حضرت مصلح موعودؓ کو ایک خط لکھا اور انتخابات میں راہنمائی کی درخواست کی۔ جواب میں حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ مسلم لیگ کی ہر ممکن طریق سے بھر پور مدد کریں۔ جناب ناظر صاحب امور عامہ قادیان نے یہ خط اور اس کا جواب جناب محمد علی جناح صاحب کی خدمت میں بھجوا دیا۔ آپ نے اس خط کو اہمیت دیتے ہوئے مسلم لیگی اخبار ڈان میں اشاعت کے لئے بھجوا دیا چنانچہ 8/اکتوبر 1945ء کی اشاعت میں فرنٹ پیج پر بعنوان ''جماعت احمدیہ مسلم لیگ کی حمایت کرے گی'' اس خبر کو دیکھا جا سکتا ہے۔

اسی طرح بنگال، یوپی، بہار، سی پی، اور بمبئی میں جہاں جمعیۃ العلماء کا بہت زور تھا اور ان کی وجہ سے مسلمان کانگریس کو ووٹ دینے جا رہے تھے آپؓ نے ضلع بجنور کے احمدیوں کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ جس جس پر اثر ڈال سکتے ہیں ان سے مسلم لیگ کو ووٹ ڈلوائیں۔ اپنا ووٹ بھی لیگ کو دیں اور لیگ کی ہر طرح سے مدد کریں (الفضل 27 فروری 1946ء)

صوبہ سرحد میں سرحدی گاندھی صاحب کے اثر سے مسلمان کانگریس کو ووٹ دینے والے تھے۔ حضورؓ نے سرحد کے احمدیوں کو خاص تحریک کی کہ مسلم لیگ کے لئے پورا زور لگائیں۔ (الفضل یکم فروری 1946ء)

چنانچہ انتخابات ہوئے۔ مرکزی اسمبلی میں مسلم نشستیں 30 تھیں۔ مسلم لیگ نے ہر نشست کے لئے امیدوار کھڑے کئے تھے جو اللہ کے فضل سے تمام نشستوں پر کامیاب ہوگئے۔ احمدیوں نے حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد کی تعمیل میں آسام۔ سندھ۔ یوپی۔ بہار۔ سی پی۔ مدراس۔ اُڑیسہ۔ اور بمبئی میں سب مسلم لیگی اُمیدواروں کی حمایت کی اور پنجاب کے 33 حلقوں میں مسلم لیگ کے حق میں ووٹ ڈالا۔ ان حلقوں میں 32 امیدوار کامیاب ہوئے۔ اسی طرح حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب جب مسلم لیگ کا ٹکٹ حاصل نہ کر سکے تو بطور آزاد امیدوار الیکشن میں کھڑے ہوگئے اور بھاری ووٹوں سے انتخاب جیت گئے۔ اسمبلی کا ممبر منتخب ہوتے ہی حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر مسلم لیگ میں شامل ہوگئے اور یوں حضرت مصلح موعودؓ کی اولوالعزم راہنمائی نے مسلم لیگ کو ہندوستانی مسلمانوں کی واحد سیاسی جماعت کے ٹائٹل سے نوازنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔

جس وقت جماعت احمدیہ حضرت مصلح موعودؓ کی قیادت میں مسلم لیگ کو مسلمانوں کا واحد نمائندہ ثابت کرنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھی عین اسی وقت بقول جناب محمد علی جناح صاحب صدر آل انڈیا مسلم لیگ ''مجھے افسوس ہے کہ وہ مسلمان ہمارے ساتھ نہیں بلکہ ہمارے دشمنوں کے ساتھ ہیں یہ مسلمان ہمارے خلاف مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے کام میں بطور کارندے استعمال کئے جا رہے ہیں'' جمعیۃ العلماء ہند، مجلسِ احرار، جماعت اسلامی، خاکسار پارٹی، آل انڈیا شیعہ کانفرنس، آل انڈیا مومنون کانفرنس، مولانا داؤد غزنوی گروپ (اہل حدیث) صحیفہ اہل حدیث گروپ، نیشنل عوامی پارٹی وغیرہ کانگریس کے آلۂ کار بن کے مسلمانوں کے لئے الگ سے آزاد اور خود مختار ریاست کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔

ستم ظریفی دیکھیے کہ تاریخ آزادی پاکستان کے اس عظیم سپوت کے بارہ میں اسی جمعیۃ العلماء اور احرار سے تعلق رکھنے والے 'مؤرخین' پاکستانی بچوں کو بتا رہے ہیں کہ ''قادیانیوں نے تقسیم بھارت کے خلاف ہر لمحہ انگریزوں اور کانگریس کے موقف کی ترجمانی کی''۔

''قادیانی جماعت روز اول سے ہی تحریک آزادی اور آخر میں تحریک پاکستان کی شدید مخالف رہی''۔

(حوالہ جات کے لئے دیکھیے اس مضمون کا صفحہ اوّل)

فیض نے کیا خوب کہا ہے:

ہر دور میں سر ہوتے ہیں قصرِ جم و دارا
ہر عہد میں دیوار ستم ہوتی ہے تسخیر
ہر عہد میں ملعون شقاوت ہے شمر کی
ہر عہد میں مسعود ہے قربانی شبیر

پارلیمنٹری مشن کی بدعہدی، مسلم لیگ کا بائیکاٹ اور حضرت مصلح موعودؓ کی کوششوں سے آبرومندانہ طور پر عبوری حکومت میں شمولیت

انتخاب ختم ہوتے ہی وزیر اعظم مسٹر ایٹلی نے لارڈ پینتھک لارنس (وزیر ہند) سر سٹیفورڈ کرپس (لارڈ پریوی سیل) اور برٹ الیگزینڈر (وزیر بحر) پر مشتمل وزارتی مشن ہندوستان بھیجا۔ یہ وفد 25/مارچ 1946ء کو دہلی پہنچا اور مذاکرات شروع کئے۔ پارلیمنٹری مشن، مسلم لیگ اور کانگریس کی باہمی بحث وتمحیص تقریباً 2 ماہ جاری رہی مگر مفاہمت نہ ہو سکی۔ جس پر پارلیمنٹری مشن نے وائسرائے سے مشورہ کے بعد 16/جون 1946ء کو ملک میں عارضی حکومت قائم کرنے کا اعلان کر دیا۔ بعد میں یہ پارلیمنٹری بورڈ کانگریس کی طرف داری کرتے ہوئے مسلم لیگ کے ساتھ بدعہدی کا مرتکب ہوگیا۔ جس پر مسلم لیگ نے بطور احتجاج اپنی قرارداد رضامندی منسوخ کر دی اور عبوری حکومت میں شمولیت کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا۔ وائسرائے ہند نے جو اسی موقعہ کی تاک میں تھے کانگریس سے گٹھ جوڑ کر کے بالآخر صدر آل انڈیا کانگریس پنڈت جواہر لال نہرو کو عبوری حکومت کی تشکیل کی دعوت دے دی جو پنڈت صاحب نے فوری قبول کرلی۔ اور ساتھ ہی اعلان پر اعلان شروع کر دیے کہ جو ہمارے ساتھ شرکت نہ کرنا چاہے اُسے مجبور نہیں کیا جائے گا اور نہ ہم اُس کا انتظار کر سکتے ہیں۔ اور پھر 2/ستمبر 1946ء کو عبوری حکومت کا چارج بھی لے لیا۔

تن تنہا عبوری حکومت ملنے سے کانگریس کی دلی مراد بر آئی۔ مسلمانوں کے قومی جسم میں خنجر گھونپ دیا گیا تھا۔ ان کے ساتھ بدعہدی اور فریب کیا گیا تھا۔ مسلم لیگ نے ملک گیر احتجاج کرنے کی کال دے دی۔ یکم ستمبر کو یوم سیاہ منایا گیا اور ساتھ ہی کلکتہ، اور پھر بمبئی میں ہولناک فسادات پھوٹ پڑے۔ مسلم لیگ نے احتجاجی مظاہروں کے ساتھ ڈائریکٹ ایکشن کا بھی فیصلہ کر لیا۔ اور یوں ایک جیتی ہوئی جنگ پلٹہ کھاتے ہوئے نظر آنے لگی۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اس موقع پر بھی قومی مفاد کے پیش نظر قوم کی رہنمائی کا بیڑا اُٹھایا اور فوری طور پر مکرم صوفی عبدالقدیر صاحب نیاز کو دہلی بھیجا جہاں پر سربراہان مسلم لیگ کا اجلاس ہونے والا تھا۔ اُنہوں نے لیاقت علی خان سے ملاقات کی اور حضور انور کی ہدایات اور پیغام اُن کے گوش گزار کیا۔ اس کے علاوہ خواجہ ناظم الدین۔ سردار عبدالرب نشتر اور نواب اسماعیل خان میرٹھی سے بھی ملاقات کی اور پیغام پہنچایا۔

تقسیم ہند کے مسلمانوں کی جیتی ہوئی جنگ بظاہر شکست میں بدلتی نظر آ رہی تھی۔ مسلم لیگ کے باعزت طور پر عبوری حکومت میں داخلے کے راستے مسدود ہو چکے تھے۔ چنانچہ ان مایوس کن حالات میں خداداد فراست سے حالات کی نزاکت کا اندازہ لگاتے ہوئے اسلام کے بطل جلیل حضرت مصلح موعودؓ ایک بڑے وفد کے ساتھ بنفسِ نفیس دہلی وارد ہوئے اور تین ہفتوں تک قیام فرمایا۔ آپؓ نے دہلی پہنچتے ہی مشہور سیاسی لیڈران سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ 24/ستمبر کو صدر آل انڈیا مسلم لیگ جناب محمد علی جناح سے، 27/ستمبر کو مسٹر گاندھی جی سے اور 3/اکتوبر کو مولانا ابوالکلام آزاد سے ملاقات کی۔ ازاں بعد حضور کی ملاقات نواب صاحب بھوپال چانسلر و چیمبر آف پرنسز سے ہوئی۔ جنہوں نے مسلم لیگ اور کانگریس سے رابطہ کرنے اور ان کے لیڈران کے درمیان مفاہمت کرانے میں حضور کی بالواسطہ نمائندگی کا حق ادا کر دیا۔ انہی دنوں ایک دعوت کے موقع پر خواجہ ناظم الدین آف بنگال اور سردار عبدالرب نشتر سے بھی حضور کی ملاقات ہوئی۔ ان ملاقاتوں کے بعد آپ نے دوبارہ سے مولانا ابوالکلام آزاد سے ملاقات کرنے کے علاوہ سر فیروز خان نون، نواب سر احمد سعید خان چھتاری (سابق گورنر یوپی) سے اور 10/اکتوبر کو پنڈت جواہر لال نہرو سے گفت وشنید کی۔ پریس کے نمائندوں میں سے چیف رپورٹر ڈان۔ ڈائریکٹر اور عینٹ پریس۔ اور شری کرشن صاحب نمائندہ اندرا پترا سے بھی ملاقات کی۔ بعض لیڈران سے ملنے کے لئے اپنے نمائندے بھجوائے۔ اس موقع پر حضور نے اگرچہ وائسرائے ہند لارڈ ویول سے بالمشافہ گفتگو نہیں کی لیکن خط وکتابت سے مضبوط رابطہ قائم کر لیا۔ آپؓ نے اپنے تیسرے خط میں وائسرائے کی توجہ اس طرف دلائی کہ اگر ہز ہائی نس نواب آف بھوپال کی نیک مساعی کانگریس اور مسلم لیگ سے براہ راست سمجھوتہ میں کامیاب نہیں ہو سکیں تو مایوس ہو کر اصلاح احوال کی کوشش ترک نہیں کرنا چاہیے بلکہ حسب سابق اس معاملہ کو پھر سے اپنے ہاتھ میں لیں تاکہ کوشش کا سلسلہ جاری ہو سکے۔

حضرت مصلح موعودؓ کی یہ روحانی اور ظاہری تدابیر بالآخر سود مند ثابت ہوئیں۔ وائسرائے ہند نے ایک بار پھر اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اس کے بعد مسلم لیگ نے عبوری حکومت میں شامل ہونے کا فیصلہ کر لیا اور 13/اکتوبر کو اس کی اطلاع وائسرائے کو پہنچا دی گئی۔ یہ فیصلہ انتہائی غیر موافق اور غیر متوقع حالات میں ہوا اور اس نے کانگریس کے حلقوں میں کھلبلی مچا دی۔ بعض کانگریسی لیڈروں نے کھلم کھلا یہ کہنا شروع کر دیا کہ اگر لیگ اس طرح کانگریس سے سمجھوتہ کیے بغیر ہی حکومت میں شامل ہوگئی تو ہمارے سب کیے دھرے پر پانی پھر جائے گا۔ ... باقی صفحہ 60 پر ...

’’اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا‘‘

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی قبولیت دعا کے ایمان افروز واقعات

(عطاء الوحید باجوہ۔ ربوہ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے بارہ میں بتایا گیا تھا کہ وہ ’’قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان‘‘ ہوں گے۔ چنانچہ آپؓ کے وجود میں یہ پیشگوئی اس طرح بھی پوری ہوئی کہ آپؓ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی رحمت کی بدولت اور اس کی قربت کے صدقے ایک انتہائی مستجاب الدعوات وجود تھے۔ ذیل میں حضورؓ کی معجزانہ قبولیت دعا کے چند واقعات بطور مشتے از خروارے پیش ہیں۔

دونوں آنکھیں درست ہوگئیں

مکرم فتح محمد صاحب حضرت اماں جانؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی قبولیت دعا کا ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ 1917ء کا واقعہ ہے مجھے ککروں کی تکلیف تھی۔ ایک رات مجھے سخت تکلیف ہوئی اور میں ساری رات نہ سوسکا۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کو بلایا۔ حضرت میر صاحب تشریف لائے اور اپنے ہاتھوں سے دوائی لگا کر چلے گئے اور شدتِ بیماری کا مجھ سے یا میری بیوی سے ذکر نہ کیا۔ البتہ گھر جا کر حضرت امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت اماں جانؓ سے ذکر کیا کہ فتح محمد کی دائیں آنکھ تو قریبًا ضائع ہوچکی ہے اور آنکھوں کی پتلی سے لے کر آنکھ کے آخر تک زخم ہے اور آنکھ کے اندر سفیدی نظر آتی ہے۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت اماں جانؓ کے دلوں میں درد اور ترحّم پیدا ہوا اور اسی وقت میرے لئے دعا کی اور رات حضرت امیر المومنینؓ نے رؤیا میں دیکھا کہ میں حضور کے سامنے بیٹھا ہوں او رمیری دونوں آنکھیں صحیح سلامت ہیں۔ یہ رؤیا حضور نے صبح ہی حضرت اماں جانؓ کو سنایا تو حضرت اماں جانؓ اسی وقت خوش خوش ہشاش بشاش ہمارے گھر تشریف لائیں اور میرے گھر آکر مبارک باد دی کہ اللہ تعالیٰ جلد صحت دے گا اور حضرت میر صاحب کی رپورٹ اور حضرت امیر المومنینؓ کے رؤیا کا ذکر کیا اور فرمایا اب اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہوگا اور صحت ہوجائے گی۔

بعد میں حضرت میر صاحبؓ خود تشریف لائے اور آنکھ کا معائنہ کرنے کے بعد سخت حیرت ہوئی کہ ایک رات میں زخم کا 8 / 7 حصہ مندمل ہوگیا ہے۔ اس کے بعد بیماری گھٹنی شروع ہوئی اور میری دونوں آنکھیں درست ہوگئیں او راللہ تعالیٰ نے ایک لمبا عرصہ خدمتِ سلسلہ کا موقع دیا۔ باوجود ہندوستان کے بعض ایسے علاقوں میں کام کرنے کے جہاں لو اور دھوپ سے آنکھوں کے خراب ہونے کا خدشہ تھا میری آنکھیں بالکل ٹھیک ہوگئیں۔

(نصرت الحق صفحہ 40)

ہم دعا کریں گے

مکرم میاں فضل الٰہی صاحب احمدی آف لالہ موسیٰ کی اہلیہ بعض نسوانی بیماریوں کی وجہ سے بیمار ہوگئیں۔ ایام ماہواری کی بے قاعدگی، لیکوریا، قلتِ دم وغیرہ بیماریوں نے ان کو گھیر لیا۔ مکرم فضل الٰہی صاحب اس کی تفصیل اس طرح بیان فرماتے ہیں: جب بیماریوں نے طول کھینچا تو میں نے بہت سے ماہر ڈاکٹروں اور لیڈی ڈاکٹروں سے ان کا علاج کروایا لیکن افاقہ نہ ہوا۔ بعض لیڈی ڈاکٹروں نے معائنہ کے بعد بتایا کہ میری اہلیہ کے رحم میں نقص واقع ہوگیا ہے اور خدشہ ہے کہ آئندہ سلسلۂ تولید بند ہوجائے گا۔ میں نے اس فکر میں حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو دعا کے لئے متواتر خطوط لکھے۔ ان کے جواب میں حضرت مصلح موعودؓ نے ازراہ شفقت تحریر فرمایا کہ ان شاء اللہ ہم دعا کریں گے لیکن آپ بچہ دانی کی اصلاح کے لئے جوان بکری کی بچہ دانی کی یخنی صبح شام دو دفعہ ہفتہ عشرہ تک اپنی بیوی کو استعمال کروائیں۔ چنانچہ میں نے حضور کی ہدایت کے مطابق استعمال کروائی۔ اس کے بعد جب لیڈی ڈاکٹر کو معائنہ کروایا گیا تو وہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ بچہ دانی بالکل درست اور صحیح ہے اور اس میں کوئی نقص باقی نہیں رہا۔ اور اس کے بعد میاں فضل الٰہی صاحب کی اہلیہ کے گھر کئی تندرست بچے تولد ہوئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک

(حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ 115)

ہم سب مولوی صاحب کی صحت کے لئے دعا کرتے ہیں

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ حیات قدسی میں رقم طراز ہیں: 1943ء کا واقعہ ہے کہ میں تپِ محرقہ میں سخت بیمار ہوگیا اور علاج کے باوجود بخار میں دن بدن زیادتی ہوتی گئی۔ ایک ماہ گزرنے کے باوجود میرا بخار نہ اترا۔ بخار کے ساتھ ہی اسہال بھی شروع ہوگئے اور ضعف اور کمزوری کی وجہ سے میں اکثر بے ہوش رہتا۔ یہاں تک کہ ایک دن غلطی سے میری موت کی افواہ بھی شہر میں پھیل گئی۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ نے جب میری حالتِ نازک دیکھی تو آپؓ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حضور ڈلہوزی پہنچے اور اس حقیر خادم کے لئے درخواستِ دعا کی۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم سب مولوی صاحب کی صحت کے لئے دعائیں کرر ہے ہیں۔ چنانچہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور آپ کے اہلِ بیت کی دردمندانہ دعائیں اللہ تعالیٰ کے خاص فضل کو کھینچنے کا باعث بنیں اور میں روبصحت ہونے لگا۔

(حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ 27)

اور نزع کی سی کیفیت وارد ہوگئی

حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالویؓ حضرت مصلح موعودؓ کی قبولیت دعا کا ایک اور واقعہ تحریر فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے مجھ (حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی) پر بے حد و نہایت احسان ہوئے۔ 3 نومبر 1957ء کو بندش بَول سے بیمار ہوکر کوئی ایک ماہ سے اوپر شدید بیمار رہا۔ ایک وقت مجھ پر ایسا آیا کہ میری آنکھیں پتھرا گئیں اور نزع کی کیفیت وارد ہوگئی۔ چھت کی ایک کڑی پر میری نظر تھی لیکن حرکت نہ کرسکتا تھا۔ میرے تمام بیٹے خدمت میں مصروف تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ، حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ اور دوسرے بہت سارے بزرگ میرے حق میں دعائیں کرتے تھے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا منشاء تھا کہ لاہور لے جا کر میو ہسپتال میں علاج کرایا جائے۔ پسرم عزیز محمد احمد سلمہٗ نے عرض کیا کہ اڈہ بس تک لے جانے پر ہی اباجان کی وفات ہوجائے گی۔

ایک روز میاں غلام محمد صاحب اختر عیادت کے لئے آئے۔ میری حالت بہت نازک تھی۔ میں نے چشم پُرآب ہوکر کہا کہ حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوں تو میری طرف سے بعد السلام علیکم عرض کریں کہ بادشاہوں کے ہاں شادی وغیرہ خوشی کی تقریبات پر قیدی رہا کئے جاتے ہیں۔ حضور کے خاندان میں بھی ایک ایسی تقریب ہے۔ میں مرض کا اسیر ہوں۔ دعا کر کے مجھے مرض سے آزاد کرائیں۔ اختر صاحب نے بعد میں بتایا کہ جب میں نے پیغام عرض کیا تو حضور کے چہرہ سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ حضور نے دعا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قبولِ دعا کا یہ نشان دکھایا کہ ایک ماہ سے زائد عرصہ سے آلہ کے ساتھ پیشاب خارج کیا جاتا تھا اس واقعہ کے بعد مجھے خیال آیا کہ خود پیشاب کر کے دیکھوں۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب کہ پیشاب خود ہی خارج ہوگیا اور بعد ازاں باقاعدہ آنے لگا۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ میرے دل پر یہ غالب اثر ہے کہ یہ حضور کی قبولِ دعا کا نشان تھا جس میں دوسرے بزرگوں کی دعائیں بھی شامل تھیں۔

(اصحاب احمد جلد 3 صفحہ 142-141)

موت ٹلتی نہیں مگر دعا سے

حضرت سیٹھ عبداللہ بھائی الٰہ دین صاحب آف سکندر آباد الحکم قادیان کی ایک اشاعت میں تحریر فرماتے ہیں:

1918ء میں مَیں نے اپنے لڑکے علی محمد صاحب اور سیٹھ الٰہ دین ابراہیم بھائی نے اپنے لڑکے فاضل بھائی کو تعلیم کے لئے قادیان روانہ کیا۔ علی محمد نے 1920ء میں میٹرک پاس کرلیا۔ ان کو لنڈن جانا تھا۔ دونوں لڑکے مکان واپس آنے کی تیاری کر رہے تھے کہ یکایک فاضل بھائی کو ٹائیفائیڈ (typhoid) بخار ہوگیا۔ نور ہسپتال کے معزز ڈاکٹر جناب حشمت اللہ خان صاحبؓ اور حضرت خلیفہ رشید الدین صاحبؓ نے جو کچھ ان سے ہوسکا کیا۔ طبیعت درست بھی ہوگئی مگر بدپرہیزی کے بعد پھر ایسی بگڑی کہ زندگی کی کوئی امید نہ رہی۔ جب یہ خبر حضرت امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو پہنچی تو حضور خود بورڈنگ تشریف لائے اور بہت دیر تک دعا فرمائی۔ اس کے بعد طبیعت معجزانہ طور پر سدھرنے لگی اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے فاضل بھائی کو نئی زندگی حاصل ہوگئی۔ یقیناً حضرت رسول کریم ﷺ نے یہ جو فرمایا کہ موت نہیں ٹلتی مگر دعا سے۔ یہ حقیقت ہم نے صاف طور پر اپنی نظر سے دیکھی۔ (الحمد للہ)

(الحکم 26 دسمبر 1939ء صفحہ 37)

اب کوئی علاج نہیں سوائے دعا کے

حضرت سیٹھ عبداللہ بھائی الٰہ دین صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں کہ:

میری تیسری لڑکی عزیزہ ہاجرہ بیگم کے پیٹ میں یکایک درد ہوگیا ہم نے اپنے قریب رہنے والے سرکاری خطاب یافتہ ڈاکٹر کو جو آنریری مجسٹریٹ بھی ہیں بلوایا۔ انہوں نے دیکھ کر کہا کہ لڑکی کے پیٹ میں پیپ ہوگیا ہے فوراً آپریشن کر کے نکال دینا چاہئے ورنہ جان کا خطرہ ہے۔ دسمبر کا مہینہ تھا مجھے قادیان جلسہ سالانہ پر دو ایک روز میں جانا تھا اور یہاں یہ حالت ہوگئی۔ پھر ہم نے یہاں کے ہاسپٹل کے بڑے یورپین ڈاکٹر کو بلوایا اس نے خوب معائنہ کیا اور کہا کہ نہ پیپ ہے اور نہ آپریشن کی ضرورت۔ ہم سب یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا مگر وہ ڈاکٹر اپنی رائے پر ہی اڑا رہا کہ پیپ یقینا ہے فوراً آپریشن کی ضرورت ہے اس کے بغیر اگر یہ لڑکی بچ جائے تو میں اپنی ڈاکٹری چھوڑ دوں گا۔ مگر ہم نے اس کی کوئی پروا نہ کی۔ میں دوسرے دن قادیان روانہ ہوگیا۔ وہاں سے واپس آنے تک لڑکی اچھی رہی۔ مگر اس کے بعد یکایک لڑکی کی ناف میں سوراخ ہوگیا اور اس قدر پیپ نکلا جس کی کوئی حد نہیں۔ ہم نے پھر اسی ڈاکٹر کو بلوایا جس نے کہا تھا کہ پیپ ہے۔ اب ہم آپریشن کے لئے بھی رضامند ہوگئے مگر ڈاکٹر نے کہا کہ لڑکی کی حالت نازک ہوگئی ہے اب آپریشن کا وقت نہیں رہا۔ اب یہ کیس hopeless ہوگیا ہے۔ ہم نے دیکھا اب کوئی علاج نہیں سوائے دعا کے۔ میں نے فوراً ایک تار حضرت امیر المومنین کی خدمت میں اور دوسرا الفضل کو روانہ کیا اور پھر ایک بار حضور کی دعا کا معجزہ دیکھا کہ بغیر کسی ڈاکٹری علاج کے لڑکی صرف ایک معمولی سی دوائی سے صحت پا گئی۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ

(الحکم 28 دسمبر 1939ء صفحہ 37)

ڈاکٹروں کی حیرانگی کی کوئی حد ہی نہ رہی

الحکم کی ایک اشاعت میں ایک واقعہ اس طرح درج ہے: دسمبر 1937ء میں حضرت خلیفہ نورالدین صاحبؓ کو پھر کاربنکل کا حملہ ہوگیا اور قابل ڈاکٹروں برکت رام ایم۔ بی (لنڈن) اور بلونت سنگھ صاحب آر۔ سی۔ ایس۔ ای کے زیرِ علاج تھے۔ دونوں نے مرض کی رفتار کو دیکھ کر آپریشن کا متفقہ مشورہ دیا اور کہا کہ اب سوائے آپریشن کے لئے تیار نہ تھے آخر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں بیماری کی اطلاع بذریعہ تار دی گئی اور دعا کی درخواست کی گئی حضورؓ نے ارشاد فرمایا کہ آپریشن نہ کرائیں اور زخم کو گلیسرین وغیرہ نئے طریقِ علاج سے صاف کیا جاتا رہا۔ جس سے خلیفہ صاحب بکلی

صحت یاب ہوگئے اور دونوں ڈاکٹروں کی حیرانگی کی کوئی حد نہ رہی۔ یہ محض حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعا کا اثر تھا۔

(الحکم 7 تا 14 نومبر 1939ء صفحہ 7)

اچھا دعا کروں گا

مکرم سید اعجاز احمد شاہ صاحب انسپکٹر بیت المال تحریر فرماتے ہیں:

1951ء کا واقعہ ہے کہ میں ربوہ میں تھا۔ مجھے برادرم سید سجاد احمد صاحب کی طرف سے جڑانوالہ سے تار ملا کہ والد صاحب کی حالت نازک ہے جلد پہنچو۔ نماز مغرب کے قریب مجھے تار ملا۔ مغرب کی نماز میں نے حضور خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی اقتدا میں گھبراہٹ کے عالم میں ادا کی۔ جب حضور نماز پڑھا کر واپس جانے لگے تو میں نے عرض کیا۔ جڑانوالہ سے چھوٹے بھائی کا تار ملا ہے اباجی کی حالت نازک ہے۔ کل صبح جاؤں گا۔ حضور نے فرمایا اچھا دعا کروں گا۔ حضور پرنور کے ان چار لفظوں میں وہ سکینت تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ اگلی صبح کو جڑانوالہ پہنچا۔ والد صاحب محترم چارپائی پر حسبِ معمول پان چبا رہے تھے۔ بھائی سے شکوہ کیا کہ تم نے خواہ مخواہ تار دے کر پریشان کیا تو اس نے کہا کہ کل مغرب کے بعد سے اباجی کی حالت معجزانہ طور پر اچھی ہونی شروع ہوئی اور خطرے سے باہر ہوئی ورنہ مغرب سے پہلے سب علاج بیکار ہو کر حالت خطرے والی اور از حد تشویشناک تھی۔

(روزنامہ الفضل 17 اپریل 1966ء)

نہ ہی وہاں گلٹی تھی نہ ہی درد تھا

مکرم محمد عمر بشیر صاحب تحریر فرماتے ہیں:

1945ء کا واقعہ ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کراچی تشریف فرما تھے۔ ان دنوں میرے والدین بھی ڈھاکہ سے کراچی آئے ہوئے تھے۔ حضور سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ میرے والد صاحب کو گلے میں کئی دنوں سے سخت تکلیف تھی وہاں کے احمدی اور غیر احمدی معروف ڈاکٹروں کو دکھایا۔ ہر ایک نے اس تکلیف پر تشویش کا اظہار کیا اور کہا کہ آپریشن کے بغیر کوئی علاج نہیں ہے اور آپریشن بھی کم کامیاب ہوتا ہے۔ اس سے ہمیں سخت فکر لاحق ہوئی۔ ہم حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کی درخواست کی۔ حضور نے فرمایا اچھا میں دعا کروں گا۔ والدہ صاحبہ نے اسی وقت حضور سے کہا کہ حضور ان کو یہاں تکلیف ہے۔ حضور نے جب نظر اٹھائی اور گلے کو دیکھا تو والدہ صاحبہ کہنے لگیں حضور ابھی دعا کریں۔ حضور مسکرا دیے اور دعا کی۔ خدا شاہد ہے کہ اسی وقت حضورؓ نے توجہ فرمائی اور ابھی والدہ صاحبہ اور والد صاحب حضور کی کوٹھی سے باہر گئے ہی تھے کہ والد صاحب کہنے لگے کہ مجھے آرام محسوس ہوتا ہے اور جب گلے پر ہاتھ رکھ کر دیکھا تو نہ وہاں گلٹی تھی اور نہ ہی درد تھا۔

(روزنامہ الفضل مورخہ 19 اپریل 1966ء)

اللہ تعالیٰ آپ کی اہلیہ کو مکمل صحت دے گا

مکرم شیخ فضلِ حق صاحب واہ کینٹ سے تحریر فرماتے ہیں:

1948ء میں میری اہلیہ بہت ہی بیمار ہوگئی۔ بیماری طوالت پکڑنے لگی۔ سول ہسپتال راولپنڈی میں ڈاکٹر ملک عبدالحق صاحب کو دکھایا انہوں نے ٹیکے تجویز کئے۔ ان دنوں انجیکشن بہت ہی مہنگے آتے تھے۔ 50/روپے کا ایک ڈبہ تھا جس میں 5 ٹیکے ہوتے اور صبح شام لگتے تھے۔ تانگے کا کرایہ الگ۔ اس طرح پر چار پانچ سو روپے خرچ ہوگئے۔ مالی حالت بھی ٹھیک نہیں تھی۔ میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو خط لکھا کہ صحت ومشکلات کے لئے دعا کریں۔ میرے پاس صرف 30/ روپے رہ گئے تھے اور ٹیکہ کا ڈبہ 50/روپے کا آتا تھا۔ مہمان بھی آئے ہوئے تھے۔ میں بڑا پریشان تھا کہ ایک دم لیڈی ڈاکٹر نے کہا کہ ایکسرے کرالیں پھر مزید علاج کے لئے بتایا جائے گا۔ دوسرے دن میں اہلیہ کو لے کر ہسپتال گیا تا کہ ایکسرے کا نتیجہ دیکھا جاسکے اور اسی دن حضور کا لفافہ ایک بجے کی ڈاک میں ملا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اہلیہ کو مکمل صحت دے گا اور دیگر مشکلات بھی حل کرے گا۔ کوئی فکر نہ کریں۔ دل کو بڑی تسلی ہوئی۔ ایکسرے دیکھ کر لیڈی ڈاکٹر صاحبہ نے کہا کہ آپ کی اہلیہ بالکل ٹھیک ہیں آپ کو مبارک ہو۔ یہ سن کر میری آنکھوں میں آنسو آگئے کہ یہ سب کچھ حضور کی دعاؤں کا ہی نتیجہ ہے۔

(روزنامہ الفضل 28 اپریل 1966ء)

ایک ٹکڑا بادل کا نمودار ہو گیا

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحبؓ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے متعلق ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں:

سرینگر کشمیر اور اسلام آباد کے درمیان بذریعہ کشتی سفر ہو رہا تھا۔ ایک مقام پر پہنچنے پر معلوم ہوا کہ دریا سے آدھ ایک میل کے فاصلے پر پورانے کھنڈرات نکالے جا رہے ہیں۔ جن سے بہت سی عجیب معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔ حضور بھی دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ جاتے ہوئے تو کچھ زیادہ معلوم نہ ہوا۔ واپسی پر دھوپ کی سخت شدت محسوس ہوئی اور سفر نسبتاً لمبا بھی ہو گیا تھا کیونکہ کشتی چلتی ہوئی اوپر نکل گئی تھی۔ میرے دل میں فکر پیدا ہوئی کہ مبادا شدت دھوپ کی وجہ سے حضور کو سر درد وغیرہ کے عوارض نہ لگ جائیں۔ زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ ایک ٹکڑا بادل کا سورج کی ٹکیا کے سامنے نمودار ہو گیا۔ جس کی وجہ سے خدا کے فضل سے تیز دھوپ بند ہوگئی۔ یہ خدائی چھتری تائید الٰہی سے تھی۔

(الحکم 14 دسمبر 1939ء صفحہ 4، 5)

اللہ تعالیٰ نے میری ہر دعا کو قبول فرمایا ہے

حضرت ابوالمبارک محمد عبداللہؓ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی دعا کے نتیجے میں غیر معمولی نصرت الٰہی کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"سال 1925ء میں ایک دفعہ دو مہینوں کی اکٹھی تنخواہ ملی جو میں نے قادیان آ کر اپنے والدین کو پیش کر دی۔ اس دن حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بعد نماز عصر بیت الاقصیٰ میں تقریر تھی میں بھی گیا۔ حضورؓ نے فرمایا کہ جماعت پر خاصہ قرض ہو گیا ہے اور ملازموں کی دو دو، تین تین ماہ کی تنخواہ رکی ہوئی ہے۔ حضور نے اس ضمن میں خاص چندہ کی تحریک فرمائی۔ میں مخمصے میں پڑ گیا۔ دونوں ماہ کی تنخواہ تو والدین کو دے چکا اور مانگنے میں شرم محسوس کرتا تھا۔ شام کو آیا تو میرے (سوتیلے) والد صاحب نے پوچھا کہ حضور نے اپنی تقریر میں کیا فرمایا ہے؟ میرے بتانے پر انہوں نے فوراً ایک ماہ کی تنخواہ (52 روپے سے زائد تھی) حضور کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے واپس کر دی۔ میں نے اگلے دن وہ رقم حضور کو ایک رقعہ کے ساتھ بھجوا دی جس میں بعض امور کے متعلق دعا کے واسطے درخواست کی ہوئی تھی۔ کچھ دنوں کے بعد حضور نے فرمایا کہ اس موقع پر جس جس آدمی نے چندہ دیا ہے اور دعا کے لئے لکھا ہے۔ میں نے ایسے ہر آدمی کے لئے دعا کی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میری ہر دعا کو قبول فرمایا ہے۔ میں نے جن امور کے لئے حضور کو دعا کی درخواست کی تھی ان میں ایک میڈیکل سرٹیفکیٹ کا حصول تھا جو سِول سرجن گورداسپور سے حاصل کرنا تھا۔ کیونکہ میری تنخواہ پچیس روپے سے زیادہ تھی اس وجہ سے محکمہ نے میرا اسسٹنٹ سرجن کا جاری کردہ سرٹیفکیٹ نا منظور کر دیا تھا۔ اس ضمن میں میں نے اپنے استاد بابو محمد طفیل صاحب سے گزارش کی کہ وہ کسی سفارش کا بندوبست کر دیں انہوں نے معلوم کیا کہ سول سرجن سفارش سے چڑ جاتا ہے۔

میں نے اللہ توکل ہیڈ ماسٹر سے سول سرجن کے نام برائے حصول میڈیکل سرٹیفکیٹ ایک خط حاصل کیا اور بعد دوپہر گورداسپور پہنچا۔ وہاں میری کوئی واقفیت نہ تھی۔ اللہ کے فضل سے ایک رئیس نے میری مہمان نوازی کی۔ اس رات خواب میں مجھے حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب ملے۔ میں سمجھ گیا کہ میڈیکل سرٹیفکیٹ والا کام ہو جائے گا۔ صبح سول سرجن کے دفتر گیا۔ وہاں سکھ چپڑاسی نے بیٹھنے کے لئے کرسی لا دی۔ سول سرجن نو بجے آیا۔ میرا تیسرا نمبر تھا۔ سول سرجن نے مجھے انگریزی میں پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ جب میں نے کہا قادیان سے تو علمی باتیں کرنے لگ پڑا اور بڑا خوش ہوا کہ اہلِ قادیان بڑا علمی شغف رکھتے ہیں۔ اس طرح آدھ گھنٹہ بیت گیا۔ آخر میں مجھ سے کہنے لگا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ تو میں نے کہا میڈیکل سرٹیفکیٹ دے دیں۔ میں نے اس سکھ چپڑاسی کو 2، 4 روپے بطور نذرانہ دینے چاہے لیکن اس نے صاف انکار کر دیا۔ اس طرح یہ کام بغیر رشوت اور سفارش کے ہو گیا اور حضور خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا یہ فرمان کہ خاص چندہ دہندگان کے متعلق میری تمام دعائیں اللہ تعالیٰ نے قبول کر لی ہیں۔ پورا ہو گیا۔ فالحمدللہ علی ذالک

(حیات ابوالمبارک صفحہ 54 تا 58)

دعا کرنے پر وہ روپیہ آیا تھا

حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی کو حضرت مصلح موعودؓ نے تحریر فرمایا:

مکرمی۔ السلام علیکم۔ آپ کی طرف سے 100 روپیہ پہنچ گیا تھا جزاکم اللہ احسن الجزا۔ آپ کی اہلیہ کی طرف سے بھی دس روپے پہنچ گئے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء چونکہ اس وقت روپے کی خاص ضرورت تھی اور خدا تعالیٰ سے دعا کرنے پر وہ روپیہ آیا تھا اس لئے خاص طور پر دعا کی گئی۔

(اصحاب احمد جلد 3 صفحہ 126)

اللہ تعالیٰ نے سب ظلمتیں دور فرما دیں

حضرت ابوالمبارک محمد عبداللہ صاحبؓ حضرت مصلح موعودؓ کی قبولیتِ دعا کا ایک واقعہ کچھ اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

پسرور میں پہلے چھ مہینے سخت پریشانی میں گزرے۔ گھر آرام وسکون کی جگہ ہوتا ہے لیکن وہاں بھی بیوی کی بیماری زیادہ پریشان کر دیتی جو ڈیرہ بابا نانک میں ہی دو سال سے بیمار تھی۔ بچوں کو وقت پر روٹی نہ ملتی تھی۔ ڈیرہ بابا نانک سے پسرور آنے سے پہلے میں نے حضور مصلح موعودؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی تھی اور انہوں نے تسلی دی تھی کہ میں دعا کروں گا۔ میں پسرور آ کر بھی اس "درد منداں دے درد یا" کو لکھتا رہا اور ان کی طرف سے جواب بھی آتا رہا۔ ایک دن خواب میں دیکھا کہ اخبار الفضل آیا ہے اور اس میں لکھا ہے فسیکفیکھم اللہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سب ظلمتیں دور فرما دیں۔ ان دنوں حضرت میر محمد اسماعیل صاحب گجرانوالہ میں بطور سول سرجن تعینات تھے۔ ان سے حضرت اماں جان کے گھر رہنے کی وجہ سے بچپن سے ہی شناسائی تھی۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے بعض طبی ٹیسٹ کرنے کے بعد بتایا کہ میری بیوی کے گردے میں پتھری ہے۔ بعد میں بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا اور ان کے طبی مشورے میری بیوی کے علاج میں بہت ممد ثابت ہوئے۔

(حیات ابوالمبارک صفحہ 72)

باعزت بری کر دیا

بابو اللہ بخش صاحب ریلوے گارڈ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بابو فقیر علی صاحبؓ نور پور روڈ سٹیشن (ضلع کانگڑہ) پر متعین تھے۔ ایک سب ڈویژنل آفیسر کے عہدہ پر متعین شخص وہاں سے تین چار سٹیشن تک روزانہ بلا ٹکٹ سفر کرتا تھا آپ نے اس سے کرایہ چارج کر لیا اور آئندہ اسے اس طرح سفر کرنے سے سختی سے منع کیا۔ اس نے مشتعل ہو کر پہلے آپ کے گھر چوری کروادی پھر ایک تانگہ والے سے تحصیلدار کی عدالت میں آپ کے خلاف استغاثہ دائر کرا دیا کہ فلاں روز سیر کے دوران بابو صاحب نے مجھے بلاوجہ گالیاں دیں اور مجھے مار پیٹ کی۔ تحصیلدار بھی بابو صاحب کا مخالف تھا۔ آپؓ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کیا۔ آپؓ نے دعا کی نیز مکرم مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ گورداسپور (سرگودھا) کو اپنا وکیل مقرر کرنے کا مشورہ دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فضل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ تحصیلدار کے تبادلہ کے احکام صادر ہو گئے اور اس نے یہ سوچ کر کہ مقدمہ تو جھوٹا ہی ہے۔ نیا تحصیلدار اسے ضرور خارج کر دے گا میں ہی کیوں نہ خارج کر دوں۔ آپ کو باعزت بری کر دیا۔

(اصحاب احمد جلد 3 صفحہ 56، 57)

مخالفیں کے منہ بند ہو جائیں

مکرم فتح محمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:

1921ء میں جب میں خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے احمدیت کی نعمت سے مشرف ہوا اور میرے ساتھ ہی ہمارے گاؤں مٹھیانہ ہوشیار پور کے چار اَور افراد بھی احمدیت کے حلقہ بگوش ہو گئے تو گاؤں بلکہ علاقہ بھر میں ہماری مخالفت شروع ہو گئی۔ جگہ جگہ ہمارے خلاف چرچا ہونے لگا۔ بحث مباحثہ ہوتا رہتا تھا اور اختلافی مسائل پر گفتگو شروع رہتی۔ جب دشمن ہمارے اعتراضات کے جواب دینے سے عاجز آ گئے اور اپنے عقائد کی کمزوری ان کو نظر آنے لگی تو گاؤں کے بوڑھوں نے یوں کہنا شروع کر دیا "کیا ہوا کہ یہ لوگ مرزائی ہو گئے ہیں، ان کو ملتی تو لڑکیاں ہی ہیں"۔ اتفاق سے ہم پانچوں کے ہاں جو اس وقت تک احمدی ہوئے تھے لڑکیاں ہی لڑکیاں تھیں۔ نرینہ اولاد کسی ایک کے پاس بھی نہ تھی۔ اس بات کا میرے دل پر بڑا صدمہ ہوا اور میں نے اسی صدمہ کے زیر اثر اپنے پیارے امام حضرت مصلح موعودؓ کے حضور نہایت عاجزی سے دعا کی درخواست کی کہ حضور ہم سب کے ہاں نرینہ اولاد ہونے کی دعا کریں۔ تا اس بارہ میں بھی مخالفین کے منہ بند ہو جاویں۔ حضور نے جواب دیا کہ ...باقی صفحہ 38 پر...

تعارف کتاب

''گلہائے محبت''

(فرخ سلطان محمود)

سرورق : گلہائے محبت (اردو)
سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کی حسین یادیں
مصنفہ : حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ (اُمّ متین)
مرتّب: مکرم سیّد غلام احمد فرخ صاحب
پبلشر : اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ
شائع شدہ : لندن
ایڈیشن : اوّل
تاریخ طباعت: 2018ء
تعداد صفحات: 115
قیمت : £1۔ایک پاؤنڈ سٹرلنگ (برطانیہ میں)

آج مجھے ایک مختصر مگر نہایت خوبصورت اور محبتوں سے پُر کتاب کا تعارف کروانے کی سعادت حاصل ہورہی ہے جس میں ایک ایسے بابرکت وجود کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے جس کے بارہ میں خبریں صحفِ سابقہ میں ہزاروں سال سے محفوظ چلی آتی ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس وجود باسعود سے متعلق اصدق الصادقین حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں بھی یہ پیش خبریاں سینکڑوں سال سے محفوظ ہیں۔ اور پھر گزشتہ ڈیڑھ ہزار سال کے دوران میں آنے والے اولیائے اُمّت بھی اس کی خوشخبری کی تصدیق کرتے چلے آئے ہیں۔ اور پھر اُس عظیم المرتبت وجود، امام الزّمان سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند دلبند اور گرامی ارجمند کے جو فضائل حسنہ پیشگوئی مصلح موعود میں بیان کئے گئے ہیں اُن سے ایک ایسے مطہّر وجود کی تصویر سامنے آتی ہے جو اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی ایسے روحانی مراتب عالیہ پر فائز ہوگا اور گویا مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ کا نمونہ ہوگا اور آسمانی تائیدات اُس کی ذات اقدس میں اپنی بھرپور شان کے ساتھ جلوہ گر نظر آئیں گی اور ایک عالَم کو گواہ ٹھہرائیں گی۔

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ مصلح موعود جیسے عظیم الشان منصب پر فائز ہونے والی ذی جاہ شخصیت کے بارہ میں لب کشائی کرنے اور اُس کے عالیشان مناقب اور فضائل حسنہ پر کچھ رقم کرنے سے تو ایک ماہرِ گفتار اور پختہ قلمکار بھی خود کو زبان و بیان میں عاجز، قلّتِ الفاظ سے دوچار اور اظہار میں بےبس پائے گا۔

A5 سائز کے محض 115 صفحات پر مشتمل اور درجن بھر عناوین سے مرصّع ''گلہائے محبت'' ایک مختصر سی کتاب ہونے کے باوجود اس لئے اہمیت کی حامل ہے کہ اس میں ایسے وجود کے اخلاقِ فاضلہ کا بیان ہے جس کا غیر معمولی روحانی مقام تاریخِ عالم اور اسلامی تاریخ کا ایک اَنمول حصہ بن چکا ہے۔ یہ کتاب سیرت کے حوالے سے لکھی جانے والی کتب میں اس لئے بھی ممتاز مقام رکھتی ہے کہ یہ صرف سنی سنائی یا پہلے سے محفوظ روایات پر مبنی نہیں ہے بلکہ یہ محبت کرنے والی ایک بیوی کا اپنے ذی شان خاوند کے لئے براہ راست مشاہدات کا اظہار ہے۔ گویا اخلاق حسنہ سے مزیّن اور خدمت کے لئے ہمہ وقت کمربستہ ایک زوجہ کا اپنے اُس خاوند کے لئے خراج تحسین ہے جس کی زندگی میں ہر دنیاوی محبت کے پس پردہ محض عشق حقیقی ہی کارفرما رہا۔

اس کتاب کی اہمیت وافادیت سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی روشنی میں بھی غیرمعمولی ہوجاتی ہے۔ جو آپ نے فرمایا کہ ''انسان کے اخلاق فاضلہ اور خدا تعالیٰ سے تعلق کی پہلی گواہ تو یہی عورتیں ہوتی ہیں...''۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 418)

''گلہائے محبت'' حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ (المعروف حضرت چھوٹی آپا) کے (مطبوعہ اور غیرمطبوعہ) رَشحات قلم ہیں جنہیں (حضرت سیّدہ چھوٹی آپا کے نواسے) برادرم مکرم سیّد غلام احمد فرّخ صاحب نے نہایت محبت اور محنت سے اکٹھا کرکے افادۂ عام کے لئے کتابی صورت میں شائع کرنے کی توفیق پائی ہے۔ آپ نے اس کتاب کو اپنی مرحومہ والدہ محترمہ امۃ المتین بیگم صاحبہ (جو محترم سیّد میر محمود احمد صاحب کی اہلیہ تھیں) کے نام معنون کیا ہے۔ مرتّب نے کتاب کا اختتام اپنے ہی ایک مضمون پر کیا ہے جس میں حضرت سیّدہ چھوٹی آپاؒ اور سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کی سیرت کے چند نئے پہلو روشن نظر آتے ہیں۔

''عقیدت کے یہ چند پھول'' انتہائی سادہ اندازِ بیاں اور شستہ و رواں تحریر میں پیش کئے گئے ہیں۔ روزمرّہ زندگی میں پیش آنے والے واقعات کو قلمبند کرکے بیان کرنے کا انداز ایسا بےتکلّفانہ، عام فہم اور مؤثر ہے کہ جس کے لفظ لفظ سے سچائی کی ایسی خوشبو آتی ہے کہ تصنّع کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ حضورؓ کی مقدّس سیرت پر اظہار خیال کرنے والی ہستی کا اسم گرامی ہی ''مریم صدیقہ'' تھا اور جنہیں حضورؓ نے شادی کے بعد ہمیشہ اُن کے دوسرے نام 'صدیقہ' سے ہی یاد فرمایا۔ (گلہائے محبت صفحہ 16)

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کی اپنے ربّ کے حضور عاجزانہ اداؤں اور التجاؤں کے ساتھ ساتھ اپنے جاں نثار غلاموں کے لئے پُرشفقت دعائیں اور آرزوئیں اس کتاب کے ہر ورق پر گلہائے رنگارنگ کی صورت جلوہ افروز نظر آتی ہیں۔ اس کتاب کے مضامین پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے قبل حضرت سیّدہ چھوٹی آپا کی زبان سے ہی اُس احسانِ عظیم کا تذکرہ ملاحظہ فرمائیں جو خدا تعالیٰ نے ایک پاک و نورانی وجود، قدرت و رحمت اور قربت کے نشان اور مثیل مسیح کی زوجیت میں لاکر آپؒ پر کیا۔ حضرت سیّدہ چھوٹی آپاؒ کی عمر شادی کے وقت سترہ سال تھی۔ آپؒ فرماتی ہیں:

چُن لیا تُو نے مجھے ''ابن مسیحا'' کے لئے
سب سے پہلے یہ کرم ہے میرے جاناں تیرا

یہ شعر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہے جو آپؑ نے بزبان حضرت اُمّ المومنینؓ فرمایا تھا۔ ''اپنے مسیحا'' کی جگہ ''ابن مسیحا'' لگا کر مَیں بھی جتنا خدا تعالیٰ کا شکر وں کم ہے۔ ...... مَیں کیا اور میری ہستی کیا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ اتنا بڑا انعام ہے کہ اُس کے احسان اور انعام کا تصوّر کرکے بھی عقل حیران رہ جاتی ہے۔ سر آستانہ الُوہیت پر جھک جاتا ہے اور منہ سے بےاختیار نکل جاتا ہے:

مَیں تو نالائق بھی ہوکر پا گیا درگہ میں بار

(گلہائے محبت صفحہ 12)

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ سیّدنا مصلح موعودؓ کی ذات گرامی جسے خدا تعالیٰ نے زکی غلام فرماتے ہوئے اپنا قرب خاص عطا کرنے کی بشارت دی تھی، واقعتاً زندگی بھر اپنے پیارے ربّ پر توکّل کا ایسا نمونہ تھی جس نے دیکھنے والوں

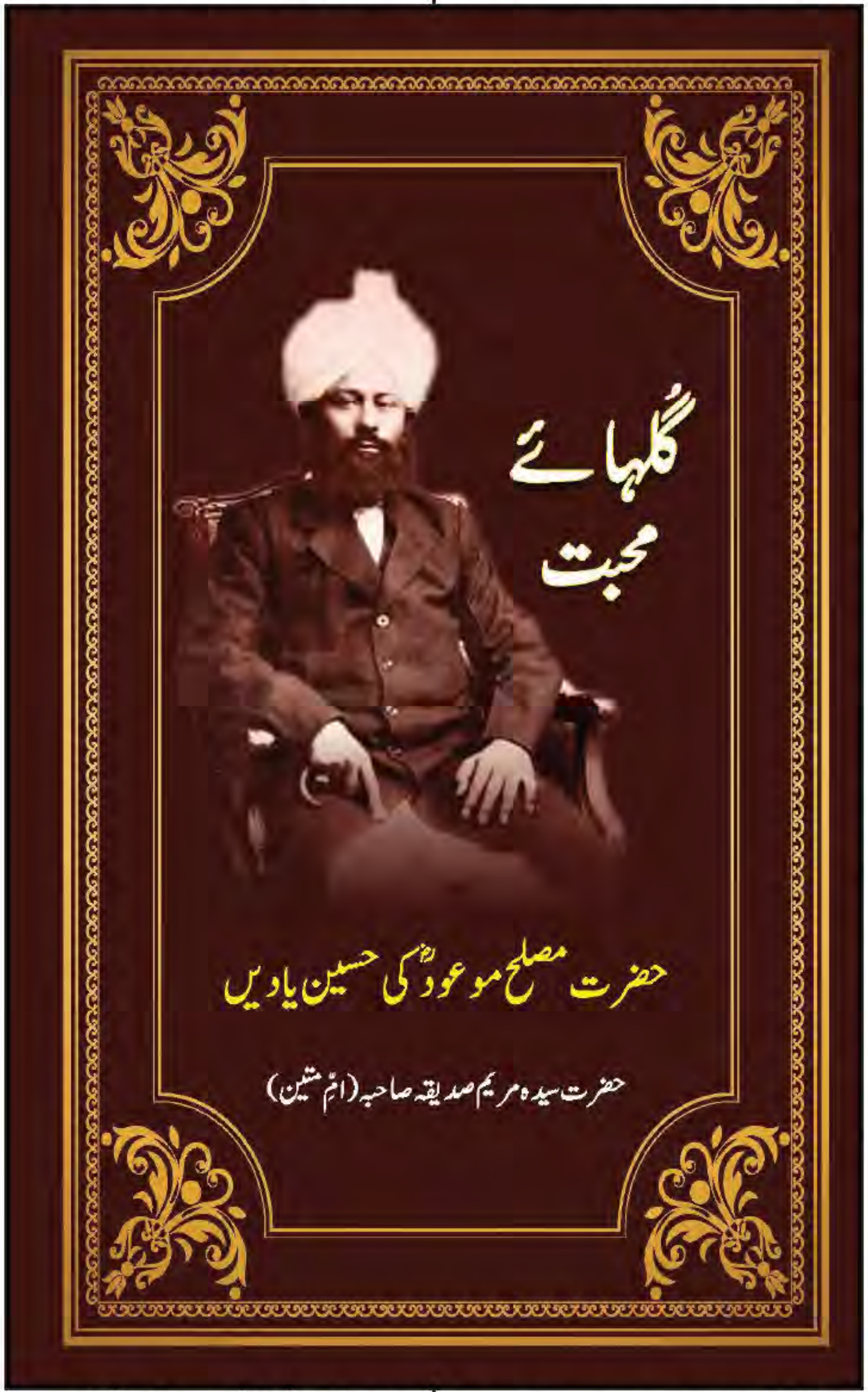

کے دلوں کو بھی ایمان اور ثباتِ قدم میں روزافزوں بنائے رکھا۔ حضرت سیّدہ چھوٹی آپا بھی اُن خوش قسمت افراد میں سے تھیں جنہوں نے سراپا متوکّل اور کامل الایمان وجود کے حُسن و احسان کے پُرکیف نظارے شب و روز ملاحظہ کئے اور پھر ہماری تقویّتِ ایمان کے لئے اپنی زبان وقلم سے اُن کا اظہار بھی فرمادیا۔ حضرت سیّدہ تحریر فرماتی ہیں:

اللہ پر جو حضرت مصلح موعودؓ کو ایمان تھا، اس کی ابتدا بیان کرتے ہوئے آپؓ خود فرماتے ہیں کہ '1900ء میں جب مَیں گیارہ سال کا ہوا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ مَیں خدا تعالیٰ پر ایمان کیوں لاتا ہوں؟ مَیں دیر تک اس مسئلہ پر سوچتا رہا۔ آخر میرے دل نے فیصلہ کیا کہ ہاں ایک خدا ہے۔ وہ گھڑی میرے لئے کیسی خوشی کی گھڑی تھی جس طرح ایک بچے کو اُس کی ماں مل جائے اسی طرح مجھے خوشی تھی کہ میرا پیدا کرنے والا مجھے مل گیا۔ سماعی ایمان علمی ایمان سے تبدیل ہوگیا۔ مَیں نے اُس وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور ایک عرصہ تک کرتا رہا کہ خدایا مجھے تیری ذات کے متعلق کبھی شک پیدا نہ ہو۔ اُس وقت مَیں بچہ تھا اب مَیں اس قدر زیادتی کرتا ہوں کہ خدایا مجھے تیری ذات کے متعلق حق الیقین پیدا ہو۔'

تاریخ خلافتِ ثانیہ شاہد ہے کہ آپؓ کسی بڑے سے بڑے ابتلاء پر نہیں گھبرائے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو الہاماً بتادیا کہ آپؓ ہی مصلح موعود ہیں تو آپؓ نے فرمایا: خدا نے مجھے اس غرض کے لئے کھڑا کیا ہے کہ مَیں محمد رسول اللہ ﷺ اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں اور اسلام کے مقابلہ میں دنیا کے تمام باطل ادیان کو ہمیشہ کی شکست دے دوں۔ دنیا زور لگالے، وہ اپنی طاقتوں اور جمعیتوں کو اکٹھا کرلے، عیسائی بادشاہ بھی اور اُن کی حکومتیں بھی مل جائیں، یورپ بھی اور امریکہ بھی اکٹھا ہوجائے، پھر بھی مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں ناکام رہیں گی اور خدا میری دعاؤں اور تدابیر کے سامنے اُن کے تمام منصوبوں اور مکروں اور فریبوں کو ملیامیٹ کردے گا۔

(گلہائے محبت صفحہ 23-21)

مذکورہ بالا الفاظ میں سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے آنے کا مقصد بیان کرتے ہوئے، دعوت الی اللہ کی اُس جوت کا بھی اظہار فرمایا ہے جو خدا تعالیٰ نے آپؓ کے دل میں لگائی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ انسانی نفسیات کا بہترین ادراک رکھنے والوں میں سے شامل اس بابرکت وجود نے غلامانِ مسیح میں عشق و ولولہ کی اس تپش کو منتقل کرنے کے لئے بے شمار عملی اقدامات فرمائے جن میں سے ایک ذیلی تنظیموں کا قیام بھی ہے۔ مظلوم طبقہ نسواں کے حقوق کے لئے سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کے کارہائے نمایاں کے اثرات تو قیامت تک جاری و ساری رہیں گے۔ لیکن احمدی خواتین کو اپنے دائرہ اختیار میں رہتے ہوئے دعوت الی اللہ کے عملی جہاد میں پیش قدمی کرنے کا جوشعور آپؓ نے عطا فرمایا وہ آپؓ کے ایسے کارہائے نمایاں میں سے ایک ہے جس کے نتیجہ میں اسلام احمدیت کی دائمی فتوحات کی داغ بیل ڈالی جا چکی ہے۔ خوشگوار عائلی زندگی اور آنے والی نسلوں کی بہترین تربیت کے حوالہ سے آپؓ کے ارشادات اور گرانقدر واقعات میں سے نہایت ادب کے ساتھ ایک انتخاب ہدیۂ قارئین ہے۔ یہ انتخاب اس حقیقت کا بھی غمّاز ہے کہ سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاق حسنہ ہر پہلو سے اپنی خداداد نفسی طاقتوں کی انتہا تک پہنچے ہوئے تھے۔ اور آپؓ کے قلبِ مطہّر میں محبتِ الٰہی ایسی جاگزیں تھی جو اِس پاک نفس کی زندگی کے ہر زاویہ میں جھلکتی تھی۔ آپؓ نے عورتوں کو بارہا اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ تمہارا مقصد دینی تعلیم حاصل کرنا ہونا چاہئے تاکہ دین کی اشاعت میں تمہارا حصہ ہو۔ جب شادی ہو تو اولاد کی صحیح رنگ میں تربیت ہو۔ آپ نے اُن کو قرآن مجید، احادیث اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب پڑھنے اور امور خانہ داری سے واقفیت حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

ایک موقع پر آپؓ نے فرمایا: ’’ایک عورت ہے جو اپنی عمر کو ریاضی کے مسئلے سیکھنے میں گزار دے اور بچوں کی تربیت اور خانہ داری کے فرائض کو چھوڑ دے تو اُسے عقلمند یا علم سیکھنے والی کون کہے گا۔ مرد تو ایسا علم سیکھنے کے لئے مجبور ہے کیونکہ اس نے روزی پیدا کرنی ہے۔ مگر عورت کو ریاضی کے سوال حل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ علم نہیں یہ جہالت ہے۔‘‘
(گلہائے محبت صفحہ 44)

لڑکیوں کے لئے تعلیم حاصل کرنے کا حقیقی مقصد بیان کرتے ہوئے حضورؓ نے ایک موقع پر فرمایا: ’’تعلیم جو تم پاتی ہو اس سے تمہارا مقصد نوکری کرنا ہوتا ہے۔ اگر نوکری کرو گی تو بچوں کو کون سنبھالے گا؟ خود تعلیم انگریزی بُری نہیں لیکن نیت بد ہوتی ہے۔ ۔ ۔ جب لڑکیاں زیادہ پڑھ جاتی ہیں تو پھر ان کے لئے رشتے ملنے مُشکل ہو جاتے ہیں۔ ہاں اگر لڑکیاں نوکریاں نہ کریں اور پڑھائی کو صرف پڑھائی کے لئے حاصل کریں۔ اگر ایک لڑکی میٹرک پاس ہے اور پرائمری پاس لڑکے سے شادی کرلیتی ہے تو ہم قائل ہو جائیں گے کہ اس نے دیانتداری سے تعلیم حاصل کی ہے۔‘‘
(گلہائے محبت صفحہ 48)

یہ کتاب بلاشبہ اُن کتابوں میں سے ایک ہے جن میں قاری کی دلچسپی ابتداء سے آخر تک یکساں برقرار رہتی ہے۔ قلیل الحجم ہونے کے باوجود ایک ہی نشست میں اس کتاب کا مکمل مطالعہ اس لئے مشکل ہے کہ بہت سے مقامات پر پڑھنے والا ایسی پاکیزہ ہستیوں کی یادوں کے دریا میں خود کو ڈوبا ہوا پاتا ہے جس سے نکلنے کی سعی کرنے کے بجائے اس میں ڈوبتے ہی چلے جانے کو جی چاہتا ہے۔ گھریلو ماحول میں حضور اقدسؓ کے بے تکلّفانہ انداز معاشرت، حسِ مزاح، خدمت خلق اور دین کی خدمت کی تڑپ کی تصویر کشی کرتے ہوئے حضرت سیّدہ چھوٹی آپاؒ نے متعدد واقعات بیان فرمائے ہیں۔ آپؒ فرماتی ہیں:

☆ ایک دفعہ میرا اور حضور کا کھانا پکانے کا مقابلہ ہوا۔ کھانا تیار ہونے پر مَیں نے حضورؓ کو کہا کہ میری sauce آپ کی sauce سے زیادہ اچھی ہے۔ اس پر حضورؓ نے فرمایا کہ تم نے بالکل ٹھیک کہا۔ واقعی تمہاری ساس (حضرت امّاں جانؓ) میری ساس سے زیادہ اچھی ہیں۔ (گلہائے محبت صفحہ 95)

☆ اسی طرح ایک مرتبہ میرا اور حضورؓ کا دال پکانے کا مقابلہ ہوگیا۔ مَیں نے عام روایتی طریق سے دال پکائی لیکن حضورؓ نے مرغی کی یخنی میں دال پکائی جو ظاہر ہے بہت مزیدار تھی۔ جب کہا گیا کہ اس طرح تو ہم بھی بنا سکتے تھے تو حضورؓ نے مسکراتے ہوئے فرمایا تو پھر بنا لینی تھی!۔ (ایضاً صفحہ 95)

☆ عام طور پر ہومیو یا دیسی طبیب اپنی دوائی کے ساتھ انگریزی دوائی کھانے سے منع کر دیتے ہیں۔ آپؓ کا یہ طریق نہ تھا۔ فرماتے تھے: سب کھاؤ جو طریقِ علاج پسند ہو۔ شفا تو اللہ تعالیٰ نے دینی ہے۔ اپنے سب بچوں کے متعلق خواہش تھی کہ طب اور ہومیو پیتھک طریق علاج سیکھیں، خدمت خلق کا ذریعہ ہے۔ حکمت کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ سب کو سیکھنی چاہئے یہ ہمارا خاندانی علم ہے۔ مجھے کچھ عرصہ ہومیو پیتھک پڑھائی۔ اکثر مستورات دوائی لینے آتی رہتیں۔ ان کی علامات توجہ سے سنتے اور دوائی بتاتے۔ بعض دفعہ مصروف ہوتے تو مجھے ارشاد ہوتا کہ سب علامات نوٹ کرو پھر کتاب میں سے دوائی دیکھ کر مجھ سے مشورہ کرلو۔ (ایضاً صفحہ 83-82)

☆ عطر بنانا آپ کا ایک محبوب شغل تھا۔ ناک کی حس اتنی تیز تھی کہ عطر سونگھ کر بتا دیتے تھے کہ اس میں کیا اجزاء ہیں۔ ایک دفعہ فرمایا کہ مَیں دودھ کا گھونٹ پی کر بتا سکتا ہوں کہ بھینس نے کیا چارہ کھایا ہے۔ (ایضاً صفحہ 83)

☆ زمیندارہ سے دلچسپی خاندانی چیز تھی۔ سب پیشوں میں سے آپ کو یہی پسند تھا اور اکثر اس کا اظہار فرماتے کہ میری خواہش ہے میرے بچے دین کی خدمت کریں اور ساتھ زمیندارہ کریں، آزاد پیشہ ہے، اس کے ساتھ خدمت دین کی طرف پوری توجہ دے سکتا ہے۔ (ایضاً صفحہ 83)

حضرت سیّدہ چھوٹی آپاؒ کا ساری جماعت احمدیہ پر اور خصوصاً آنے والی نسلوں پر یہ احسان ہے کہ اگرچہ ہم اپنی ظاہری آنکھوں سے اُس بابرکت وجود کو نہیں دیکھ پائے لیکن اس کتاب کے مطالعہ نے بارہا ایسی تصویر کشی کردی کہ ذہن و روح میں شاید وہی نقشہ جاری ہوگیا جس کے زیر اثر حضرت سیّدہ نے تربیت اولاد کے حوالہ سے کئی اہم واقعات رقم کئے ہیں۔ مثلاً آپ لکھتی ہیں:

☆ کئی دفعہ انتہائی مصروفیت کے باوجود بچوں کو گود میں اُٹھا کر بہلاتے اور لوریاں دیتے۔ گلے سے لگا کر ٹہلتے ہوئے نہایت پیارے انداز میں نہایت خوبصورت آواز سے آپؓ یہ پڑھتے تھے:

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ آلِہٖ

یہ آپ کے محبوب اشعار تھے جو آپ گنگنایا کرتے تھے۔ گو اِن کے علاوہ اَور اشعار بھی پڑھتے مَیں نے سُنا ہے۔ آواز اتنی پیاری تھی کہ کیسا ہی بچہ رو رہا ہو، فوراً خاموش ہو جاتا تھا۔‘‘ (گلہائے محبت صفحہ 78)

☆ اولاد سے باوجود انتہائی محبت کے اگر کوئی ایسی بات ملاحظہ فرماتے جس میں احمدیت کے لئے غیرت کا سوال ہوتا تو بے حد ناراض ہوتے۔ (گلہائے محبت صفحہ 54)

☆ گھر کے سب بچے بچیوں کی شادیاں بہت ہی سادگی سے ہوئیں، کبھی کوئی رسم وغیرہ نہیں ہوئی۔ ایک بچی نے سہیلیوں سے سنا کہ سہرا بھی کوئی چیز ہوتی ہے جو باندھتے ہیں۔ سہرا منگوا لیا۔ حضورؓ کو پتہ چلا تو ناراض ہوئے کہ ہم نے تو دنیا کے لئے نمونہ بننا ہے۔ پھر سہرا منگوایا اور باورچی خانہ کی طرف چلے کہ چولہے میں ڈال دیں۔ راستہ میں حضرت اُمّ المومنینؓ بیٹھی تھیں۔ اُن کے دریافت کرنے پر سارا واقعہ بتا دیا۔ وہ فرمانے لگیں ’’میاں شادی کا سامان تو سہاگ کی نشانی ہوتا ہے۔ جلاؤ نہ، پھینک دو‘‘۔ چنانچہ آپؓ نے قینچی منگوا کر سہرا کتر کر پھینک دیا اور جہاں رسوم کو ترک کرنے کا سبق دیا وہاں یہ تربیت بھی کی کہ حضرت اُمّ المومنینؓ کا احترام کرتے ہوئے اُن کے فرمانے کے مطابق عمل کیا۔ (ایضاً صفحہ 55)

☆ اسی طرح ایک دفعہ ایک بچی نے ایک بلاؤز خرید لیا اور یہ خیال نہ کیا کہ نیم آستین ہے۔ حضورؓ کو معلوم ہوا تو قینچی منگوا کر اُس بلاؤز کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ (ایضاً صفحہ 55)

اس کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے بارہا یہ احساس ہوا کہ شریعت کی اس قدر پابندی کے ساتھ ساتھ دل کے حلیم وجود کو بنی نوع انسان کی ہمدردی بھی اتنا بے چین رکھتی تھی کہ اُس نے نہ صرف اپنے ماحول میں بسنے والے ہر ذی روح کے لئے اور اپنے علاقہ کے ہر کس و ناکس کیلئے بلکہ دنیا بھر میں پھیلی ہوئی مسیح محمدی کی جماعت کے ہر وجود کے لئے اپنی آغوشِ رحمت ہمیشہ وا کئے رکھی۔ چنانچہ کتاب کی زینت بہت سے واقعات اس امر کا ثبوت ہیں۔ حضرت چھوٹی آپاؒ بیان فرماتی ہیں:

☆ افرادِ جماعت آپؓ کو اپنی بیویوں، اپنے بچوں اور اپنے عزیزوں سے بہت زیادہ پیارے تھے۔ اُن کی خوشی سے آپؓ کو خوشی پہنچتی تھی اور اُن کے دکھ سے مَیں نے بارہا آپؓ کو کرب میں مبتلا ہوتے دیکھا۔

مصلح موعود کے متعلق پیشگوئی تھی کہ دل کا حلیم ہوگا۔ کارکنوں کے صحیح رنگ میں کام نہ کرنے پر اکثر ناراض بھی ہوئے، سزا بھی دی مگر مجھے معلوم تھا کہ ناراض ہو کر خود افسردہ ہو جاتے تھے۔ مجبوری کی وجہ سے سزا دیتے کہ ان کو صحیح طریق پر اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی عادت پڑے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ کوئی کام وقت پر ختم نہ ہونے پر دفتر کے بعض کارکنوں کو ہدایت دی کہ جب تک کام ختم نہ ہو گھر نہیں جانا اور پھر اندر آ کر کہنا کہ فلاں کے لئے کچھ کھانے کو بھجوا دو وہ گھر نہیں گیا بیچارہ دفتر میں کام کر رہا ہے۔

☆ آپؒ مزید لکھتی ہیں کہ قادیان کا ذکر ہے میری شادی کے شاید ایک سال بعد کا۔ حضورؓ نماز پڑھ کر مسجد سے آرہے تھے۔ حضرت امّاں جانؓ کے صحن میں کسی گاؤں کی ایک بوڑھی عورت آپؓ کے انتظار میں کھڑی تھی۔ آپؓ آئے تو اُس نے بات شروع کر دی۔ حضورؓ کھڑے ہوئے توجہ سے سنتے رہے۔ میری طبیعت خراب تھی۔ مَیں کھڑی نہ رہ سکی، پاس تخت پر بیٹھ گئی۔ جب وہ عورت بات ختم کر کے چلی گئی تو آپ نے فرمایا کہ تم کیوں بیٹھ گئی تھیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی ماننے والوں اور قربانی کرنے والوں میں سے ہیں، مَیں تو اُس کے احترام کے طور پر کھڑا ہوگیا اور تم بیٹھ گئیں۔ مَیں نے بتایا کہ میری طبیعت بہت خراب تھی۔ آپ نے فرمایا طبیعت خراب تھی تو تم چلی جاتیں۔ اس واقعہ سے آپؓ کی جماعت کے لوگوں سے محبت پر روشنی پڑتی ہے اور یہ بھی کہ آپ اصلاح اور تربیت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ ’’گلہائے محبت‘‘ اُس مطہّر نفس کے شب و روز کی ڈائری ہے جس میں دن بھر ہمہ جہت عملی جہاد، اَنتھک مشقّت اور ذہنی عرق ریزی میں مصروف رہنے کے بعد اُس کی راتیں اپنے ربّ کے حضور عاجزانہ گریہ وزاری میں گزرتی نظر آتی ہیں۔ پس اس ناتواں وجود نے جس طرح دنیاوی طوفانوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی زندگی بسر کی بلاشبہ وہ ایک ایسی مشیّتِ الٰہی تھی جو خالقِ کائنات کا قرب خاص رکھنے والوں کے لئے ہی جاری ہوا کرتی ہے اور اُن کے بارے میں دی جانے والی غیر معمولی آسمانی بشارات پر مہرِ صداقت ثبت کرتی ہے۔

بے شک سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کو اپنے ربّ کی آغوشِ رحمت میں محوِ استراحت ہوئے نصف صدی سے زائد عرصہ گزر چکا ہے لیکن اُن انمول یادوں کے سہارے زندگیاں بسر کر دینے والے ہزاروں انسان آج بھی روئے زمین پر موجود ہیں۔ آج بھی اُس پاک وجود کی یادیں اُس کے غلاموں کے دلوں میں ایک ایسا تلاطم پیدا کر دیتی ہیں جو اُن کی آنکھوں سے چھلک چھلک جاتا ہے۔ بہت سے ایسے بھی ہیں جو دل و جان سے اُس شفیق آقا پر فدا تھے اور اُسی کی سلگائی ہوئی عشق حقیقی کی لَو میں جلتے چلے جانے کے بعد وہ بھی اپنے محبوب حقیقی کے حضور حاضر ہو چکے ہیں۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کا بابرکت وجود بھی اُنہیں میں سے ایک تھا۔ آپؒ خود بیان فرماتی ہیں: ’’30 سال کا عرصہ اُن کے ساتھ گزارا۔ کہنے کو تو تیس سال تھے لیکن مَیں تو یہی کہوں گی:

روئے گُل سیر نہ دیدم کہ بہار آخر شُد
حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد

(ترجمہ: ابھی تو پھول کا جی بھر کے دیدار بھی نہ کر پائے تھے کہ موسمِ بہار ختم بھی ہوگیا۔ افسوس کہ پلک جھپکتے ہی صحبتِ یار ختم ہوگئی)‘‘۔ (ایضاً صفحہ 74)

اسی طرح حضورؓ کی وفات کے تقریباً ایک ہفتہ کے بعد حضرت سیّدہ چھوٹی آپاؒ نے اپنی ڈائری میں درج ذیل دو اشعار لکھے جو شاید آپؒ ہی کے ہیں:

چند ہی دن کی جدائی ہے یہ مانا لیکن
بدمزہ ہو گئے یہ دن بخدا تیرے بعد
یہ تمنّا ہے جدا ہو کے بھی خدمت میں رہوں
زندگی میری رہے وقفِ دعا تیرے بعد

(گلہائے محبت صفحہ 94)

خدا تعالیٰ حضرت سیّدہؒ کی تربت پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے کہ انہوں نے اس پاکیزہ روح کے بعض ایسے اوصاف بیان کئے جو شاید کوئی اَور بیان نہ کر سکتا۔

خدا کرے کہ ہمارا شمار بھی اُن غلامانِ خلافتِ احمدیہ میں ہو جائے جنہوں نے اپنی زندگیوں کے ہر مرحلے پر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی طرف سے بلند ہونے والی آواز پر لبّیک کہنے کی سعادت پائی اور پھر قرآن کریم کی دعا تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ کی قبولیت کو اپنی روحانی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ آمین

صحابہ کی تبدیلیاں دیکھ کر بہت سارے مسلمان ہوئے۔ پس آپ علیہ السلام بھی ہم سے یہ امید رکھتے ہیں کہ ہم اپنے نمونے تقویٰ کے نمونے، عبادتوں کے نمونے، اعلیٰ اخلاق کے نمونے قائم کریں۔ تبھی لوگ ہماری طرف متوجہ ہوں گے۔ تبھی ان کو اسلام کی خوبصورت تعلیم اور خوبیوں کا پتا چلے گا۔ تبھی تو اسلام کی طرف توجہ پیدا ہوگی۔

''شیطان جھوٹ، ظلم، جذبات، خون، طول اَمل، ریاء اور تکبر کی طرف بلاتا ہے اور دعوت کرتا ہے۔ اس کے بالمقابل اخلاق فاضلہ، صبر، محویت، فنافی اللہ، اخلاص، ایمان، فلاح یہ اللہ تعالیٰ کی دعوتیں ہیں''

جلسہ سالانہ بیلجیم 2018ء کے موقع پر امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا اختتامی خطاب، فرمودہ 16 ستمبر 2018ء بروز اتوار بمقام Dilbeek، برسلز (حصہ دوم)

(اس خطاب کا متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

(گذشتہ سے پیوستہ) پھر اخلاقی ترقی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:

پس ہماری جماعت کو مناسب ہے کہ وہ اخلاقی ترقی کریں کیونکہ اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ مشہور ہے۔ وہ یاد رکھیں کہ اگر کوئی ان پر سختی کرے تو حتی الوسع اس کا جواب نرمی اور ملاطفت سے دیں۔ تشدد اور جبر کی ضرورت انتقامی طور پر بھی نہ پڑنے دیں۔'' (تشدد اور جبر کی ضرورت انتقامی طور پر بھی نہ پڑنے دیں۔ کسی قسم کی سختی سے جواب نہیں دینا۔ انتقام نہیں لینا۔) فرماتے ہیں کہ ''انسان میں نفس بھی ہے اور اس کی تین قسم ہیں امّارہ، لوّامہ، مطمئنّہ۔ امّارہ کی حالت میں انسان جذبات اور بے جا جوشوں کو سنبھال نہیں سکتا اور اندازہ سے نکل جاتا اور اخلاقی حالت سے گر جاتا ہے۔'' (یہ نفس امارہ ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر بدلے لینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ لڑائیوں کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ گالی دینے پر تیار ہو جاتا ہے۔) فرمایا ''مگر حالت لوّامہ میں'' (لیکن امّارہ کے بعد یہ جو دوسری حالت لوّامہ ہے اس میں اپنے آپ کو) ''سنبھال لیتا ہے'' فرماتے ہیں کہ ''مجھے ایک حکایت یاد آئی جو سعدی نے بوستاں میں لکھی ہے کہ ایک بزرگ کو کتے نے کاٹا۔ گھر آیا تو گھر والوں نے دیکھا کہ اسے کتے نے کاٹ کھایا ہے۔ ایک (وہاں) بھولی بھالی چھوٹی لڑکی بھی، (بچی بھی) تھی وہ بولی آپ نے کیوں نہیں اسے کاٹ کھایا؟ اس نے جواب دیا (اس بزرگ نے کہ) بیٹی انسان سے کُتّ پَن نہیں ہوتا۔'' (یہ کتے کی فطرت ہے کہ اس نے کاٹنا ہے۔ انسان کتا نہیں۔ انسان تو انسان ہے اس نے تو اپنی عقل سے کام لینا ہے۔)

اسی طرح سے فرمایا کہ ''اسی طرح سے انسان کو چاہئے کہ جب کوئی شریر گالی دے تو مومن کو لازم ہے کہ اعراض کرے۔ نہیں تو وہی کُتّ پَن کی مثال صادق آئے گی۔ خدا کے مقربوں کو بڑی بڑی گالیاں دی گئیں۔ بہت بری طرح ستایا گیا مگر ان کو اَعْرِضْ عَنِ الْجَاھِلِیْنَ۔ (کہ جاہلوں سے اعراض کرو۔ ان سے منہ پھیر لو۔) ''اس کا ہی خطاب ہوا۔'' (یہی حکم دیا گیا۔ خود اس انسان کامل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت بری طرح تکلیفیں دی گئیں اور گالیاں، بدزبانی اور شوخیاں کی گئیں مگر اس خُلقِ مجسم ذات نے اس کے مقابلے میں کیا کیا، ان کے لئے دعا کی۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر لیا تھا کہ جاہلوں سے اعراض کرے گا تو تیری عزت اور جان کو ہم صحیح وسلامت رکھیں گے اور یہ بازاری آدمی اس پر حملہ نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف آپ کی عزت پر حرف نہ لا سکے اور خود ہی ذلیل و خوار ہو کر آپ کے قدموں پر گرے یا سامنے تباہ ہوئے۔ غرض یہ صفت لوّامہ کی ہے جو انسان کشمکش میں بھی اصلاح کر لیتا ہے۔ روزمرہ کی بات ہے۔ اگر کوئی جاہل یا اوباش گالی دے یا کوئی شرارت کرے جس قدر اس سے اعراض کرو گے اسی قدر عزت بچا لو گے اور جس قدر اس سے مٹھ بھیڑ اور مقابلہ کرو گے، تباہ ہو جاؤ گے۔'' فرماتے ہیں ''اور ذلّت خرید لو گے۔'' فرماتے ہیں کہ ''نفس مطمئنہ کی حالت میں انسان کا ملکہ حسنات اور خیرات ہو جاتا ہے وہ دنیا اور ماسوا اللہ سے بکلّی انقطاع کر لیتا ہے۔ دنیا سے کاٹ لیتا ہے اپنے آپ کو جب نفس مطمئنہ پر پہنچ جاتا ہے اور یہ آخری مقام ہے۔ وہ دنیا میں چلتا پھرتا اور دنیا والوں سے ملتا جلتا ہے لیکن حقیقت میں وہ یہاں نہیں ہوتا۔ جہاں وہ ہوتا ہے وہ دنیا اَور ہی ہوتی ہے۔ وہاں کا آسمان اور زمین اور ہی ہوتی ہے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد اوّل صفحہ 102-103)

پھر اس بات کی نصیحت فرماتے ہوئے کہ جو اللہ تعالیٰ کا ہو جائے اللہ تعالیٰ نہ صرف اسے ضائع نہیں کرتا بلکہ اس کا ہو جاتا ہے، اس کی مدد کرتا ہے، اس کو تکالیف سے بچاتا ہے۔ پہلے بھی اس کا ذکر ہو چکا۔ آپؑ مزید فرماتے ہیں کہ:

''جو خدا کے لئے ہوتا ہے خدا اُس کا ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی طرف آنے والے کی سعی اور کوشش کو ضائع نہیں کرتا۔ یہ ممکن ہے کہ زمیندار اپنا کھیت ضائع کر لے۔ نوکر موقوف ہو کر نقصان پہنچا دے۔ امتحان دینے والا کامیاب نہ ہو مگر خدا کی طرف سعی کرنے والا، (کوشش کرنے والا) کبھی بھی ناکام نہیں رہتا۔۔۔'' (دنیاوی کاموں میں ناکامیاں ہو سکتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف آنے والا ناکام نہیں ہوتا۔) ''۔۔۔اس کا سچا وعدہ ہے کہ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:70)۔ (وہ لوگ جو ہماری طرف بڑھیں گے، کوشش کرتے ہوئے آئیں گے ہم انہیں اپنے رستوں کی طرف ہدایت بھی دیں گے، انہیں اپنے راستے دکھائیں گے۔) فرمایا ''۔۔۔خدا تعالیٰ کی راہوں کی تلاش میں جو جویا ہوا۔۔۔''، (جس نے تلاش کی، اس نے کوشش کی) ''۔۔۔وہ آخر منزل مقصود پر پہنچا۔ دنیوی امتحانوں کے لئے تیاریاں کرنے والے، راتوں کو دن بنا دینے والے طالبعلموں کی محنت اور حالت کو ہم دیکھ کر رحم کھا سکتے ہیں۔۔۔'' (بعض طالبعلم بہت محنت کرتے ہیں۔ دنیادار راتوں کو بھی پڑھتے ہیں۔ دن کی طرح محنت کرتے ہیں۔ ان کی حالت دیکھ کر آپ نے فرمایا ہمیں رحم آتا ہے) ''۔۔۔تو کیا اللہ تعالیٰ جس کا رحم اور فضل بے حد اور بے انت ہے'' (بے انتہا ہے) ''اپنی طرف آنے والے کو ضائع کر دے گا؟ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ (التوبۃ:120)۔ اور پھر فرماتا ہے کہ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ (الزلزال:8)۔'' فرماتے ہیں کہ ''۔۔۔ہم دیکھتے ہیں کہ ہر سال ہزارہا طالبعلم سالہا سال کی محنتوں اور مشقتوں پر پانی پھرتا ہوا دیکھ کر روتے رہ جاتے ہیں اور (بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو) خودکشیاں کر لیتے ہیں۔'' ''۔۔۔مگر اللہ تعالیٰ کا فضل عمیم ایسا ہے کہ وہ ذرا سے عمل کو بھی ضائع نہیں کرتا۔ پھر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ انسان دنیا میں ظنی اور وہمی باتوں کی طرف تو اس قدر گرویدہ ہو کر محنت کرتا ہے کہ آرام اپنے اوپر گویا حرام کر لیتا ہے اور صرف خشک امید پر کہ شاید کامیاب ہو جاویں ہزارہا رنج اور دکھ اٹھاتا ہے۔ تاجر نفع کی امید پر لاکھوں روپے لگا دیتا ہے۔۔۔'' (کاروباری لوگوں کا یہ حال ہے) ''۔۔۔مگر یقین اسے بھی نہیں ہوتا کہ ضرور نفع ہی ہوگا۔۔۔'' (بہت سارے لوگ ہیں جو نقصان اٹھاتے ہیں) ''۔۔۔مگر خدا تعالیٰ کی طرف جانے والے کی (جس کے وعدے یقینی اور حتمی ہیں کہ جس کی طرف قدم اٹھانے والے کی ذرا بھی محنت رائیگاں نہیں جاتی۔) مَیں اس قدر دوڑ دھوپ اور سرگرمی نہیں پاتا ہوں۔'' (اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں تمہیں کامیابی دوں گا۔ دنیاوی باتوں کی طرف تو انسان جاتا ہے جہاں کامیابی یقینی بھی نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف وہ جوش اور خروش اور وہ سرگرمی نہیں ہے آپ فرماتے ہیں میں وہ نہیں دیکھتا۔ فرماتے ہیں ''۔۔۔یہ لوگ کیوں نہیں سمجھتے؟ وہ کیوں نہیں ڈرتے کہ آخر ایک دن مرنا ہے۔ کیا وہ ان ناکامیوں کو دیکھ کر بھی اس تجارت کی فکر میں نہیں لگ سکتے جہاں خسارہ کا نام ونشان ہی نہیں۔ اور نفع یقینی ہے۔ زمیندار کس قدر محنت سے کاشتکاری کرتا ہے مگر کون کہہ سکتا ہے کہ نتیجہ ضرور راحت ہی ہوگا۔'' (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 144-145)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے اندر نمایاں تبدیلی دیکھنے کی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اگر ایک شخص بھی زندہ طبیعت کا نکل آوے تو کافی ہے۔ میں یہ بات کھول کر بیان کرتا ہوں کہ میرے مناسب حال یہ بات نہیں ہے کہ جو کچھ میں آپ لوگوں کو کہتا ہوں مَیں ثواب کی نیّت سے کہتا ہوں۔ نہیں! میں اپنے نفس میں انتہا درجہ کا جوش اور درد پاتا ہوں گو وُہ وجوہ نامعلوم ہیں۔۔۔'' وجوہات مجھے نہیں پتا کیا ہیں لیکن مجھے تم لوگوں کے لئے بہت جوش ہے'' ۔۔۔کہ کیوں یہ جوش ہے۔ مگر اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ یہ جوش ایسا ہے کہ میں رک نہیں سکتا۔'' فرماتے ہیں ''۔۔۔مَیں مخفی تبدیلی نہیں چاہتا۔۔۔'' یہ نہیں کہ چھپی ہوئی تبدیلیاں تمہارے اندر رہوں۔ تبدیلیاں ایسی ہوں جو ظاہر ہوں، جو روشن ہوں، جو دنیا کو نظر آئیں'' ۔۔۔نمایاں تبدیلی مطلوب ہے۔'' فرمایا ''نمایاں تبدیلی مطلوب ہے۔ تا کہ مخالف شرمندہ ہوں اور لوگوں کے دلوں پر یک طرفہ روشنی پڑے اور وہ ناامید ہو جاویں کہ یہ مخالف ضلالت میں پڑے ہیں۔'' ایسی تبدیلی آئے کہ دنیا کو نظر آئے، مخالفین کو نظر آئے۔ تکبر پیدا کرنے کے لئے نہیں بلکہ اسلام کی اشاعت کے لئے، اسلام کی تبلیغ کے لئے، اپنے عملی نمونے دکھانے کے لئے، دنیا کو یہ بتانے کے لئے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آئے ہیں تو ہمارے اندر پاک تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں تا کہ لوگوں کو بھی اس طرف آنے کا رجحان پیدا ہو فرمایا کہ ''۔۔۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بڑے بڑے شریر آ کر تائب ہوئے وہ کیوں؟ اس عظیم الشان تبدیلی نے جو صحابہ میں ہوئی اور ان کے واجب التقلید نمونوں نے ان کو شرمندہ کیا۔۔۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 148)

صحابہ کی تبدیلیاں دیکھ کر بہت سارے مسلمان ہوئے۔ پس آپ علیہ السلام بھی ہم سے یہ امید رکھتے ہیں کہ ہم اپنے نمونے تقویٰ کے نمونے، عبادتوں کے نمونے، اعلیٰ اخلاق کے نمونے قائم کریں۔ تبھی لوگ ہماری طرف متوجہ ہوں گے۔ تبھی ان کو اسلام کی خوبصورت تعلیم اور خوبیوں کا پتا چلے گا۔ تبھی تو اسلام کی طرف توجہ پیدا ہوگی۔ آج اسلام کے خلاف تو بہت کچھ کہا جاتا ہے۔ غیر مسلم دنیا میں اس کو داغ لگا ہوا ہے جو بعض مسلمان لوگوں کی حرکتوں کی وجہ سے لگا ہے۔ اس کو دھونا بھی آج احمدی کا کام ہے۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں جماعت کو ہمیشہ آخرت پر نظر رکھنی چاہئے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''دیکھولوط وغیرہ قوموں کا انجام کیا ہوا۔ ہر ایک کو لازم ہے کہ دل اگر سخت بھی ہو تو اس کو ملامت کر کے خشوع و خضوع کا سبق دے۔'' اگر کسی کا دل بہت ہی سخت ہے تب بھی تم لوگ اس کو سمجھاؤ کہ یہ غلط باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی ہیں۔ ان سے بچنا چاہئے۔ ''...ہماری جماعت کے لئے بہت ضروری ہے کیونکہ ان کو تازہ معرفت ملتی ہے۔'' دنیا کو سمجھانا، عقل دینا اور آگ میں گرنے سے بچانا، تباہ ہونے سے بچانا یہ ہماری جماعت کا کام ہے۔ اس لئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے ہمیں وہ معرفت عطا ہوئی ہے جو یقیناً چودہ سو سال پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر قرآن کریم کی صورت میں اتری تھی لیکن اس کو مسلمانوں کے عمل نے چھپا دیا تھا۔ اور یہ معرفت پھر ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس زمانے میں نکھار کر عطا فرمائی ہے۔ فرمایا کہ ''اگر کوئی دعویٰ تو معرفت کا کرے مگر اس پر چلے نہیں تو یہ لاف وگزاف ہی ہے۔ اس لئے ہماری جماعت دوسروں کی غفلت سے خود غافل نہ رہے اور اُن کی محبت کو سرد دیکھ کر اپنی محبت کو ٹھنڈا نہ کرے۔ انسان بہت تمنائیں رکھتا ہے۔ غیب کی قضاء وقدر کی کس کو خبر ہے''۔ (غیب کی قضاء وقدر کی کسی کو خبر نہیں ہے کہ کب کیا وقت آ جانا ہے) ''...آرزوؤں کے موافق زندگی کبھی نہیں چلتی ہے۔'' یہ کبھی نہیں ہوا کہ انسان جو خواہش کرے اس خواہش کے مطابق زندگی ہو۔ ''...آرزوؤں کا سلسلہ اور ہے اور قضاء وقدر کا سلسلہ اور ہے...'' بڑی خواہشیں انسان رکھتا ہے کہ اتنی عمر ہو۔ میں اتنی زندگی پاؤں۔ اتنا اَور دنیا میں رہوں لیکن اللہ تعالیٰ کے اپنے فیصلے ہیں وہ اس کے مطابق چلتا ہے۔ ''...اور یہی سلسلہ سچا ہے۔'' جو اللہ تعالیٰ کے فیصلے ہیں وہی سچ نکلتے ہیں اور انسان کی آرزوئیں ختم ہو جاتی ہیں، غلط ہو جاتی ہیں، جھوٹ ہو جاتی ہیں۔ فرمایا کہ ''...یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کے پاس انسان کے سوانح سچے ہیں...'' پوری history انسان کی اللہ کے پاس موجود ہے۔ ''...اسے کیا معلوم ہے کہ اس میں کیا کیا لکھا ہے۔ اس لئے دل کو جگا جگا کر متوجہ کرنا چاہئے۔'' (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 152)

سوچو، غور کرو کہ کیا چیزیں ہیں، ہمارے کیا عمل ہیں اور کس طرح ہم نے اپنی زندگی گزارنی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ انسان کی ہر گھڑی کی خبر رکھتا ہے۔ تمام اعمال نامہ لکھا جا رہا ہے۔ اس لئے خاص توجہ سے نیک اعمال بجالانے چاہئیں۔ ہمیں اور تقویٰ پر چلنے کی طرف اپنے آپ کو متوجہ کرنا چاہئے۔

پھر اس طرف توجہ دلاتے ہوئے کہ دنیا کی کامیابیاں بھی ابتلا سے خالی نہیں ہوتیں اور ایک مؤمن کو ان سے کیسا سبق لینا چاہئے آپؑ فرماتے ہیں:

''دنیا کی کامیابیاں ابتلا سے خالی نہیں ہوتی ہیں۔ قرآن شریف میں آیا ہے خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ (الملک:3)۔ یعنی موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ ہم تمہیں آزمائیں۔ کامیابی اور ناکامی بھی زندگی اور موت کا سوال ہوتا ہے۔ کامیابی ایک قسم کی زندگی ہوتی ہے۔ جب کسی کو اپنے کامیاب ہونے کی خبر پہنچتی ہے تو اس میں جان پڑ جاتی ہے اور گویا نئی زندگی ملتی ہے اور اگر ناکامی کی خبر آ جائے تو زندہ ہی مر جاتا ہے اور بسا اوقات بہت سے کمزور دل آدمی ہلاک بھی ہو جاتے ہیں۔'' ناکامیوں کی خبریں سن کے، بعض کاروباروں میں ناکامیاں سن کے ان دنوں میں ان کو ہارٹ اٹیک ہو جاتے ہیں اور فوت ہو جاتے ہیں۔

فرمایا کہ ''یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ عام زندگی اور موت تو ایک آسان امر ہے لیکن جہنمی زندگی اور موت دُشوار ترین چیز ہے۔ سعید آدمی ناکامی کے بعد کامیاب ہو کر اور بھی سعید ہو جاتا ہے...'' جو سعید فطرت ہے یا نیک فطرت ہے وہ ناکامی کے بعد جب کامیاب ہوتا ہے تو اَور بھی اس میں نیکیاں پیدا ہو جاتی ہیں، اَور بھی عاجزی پیدا ہو جاتی ہے اَور بھی خدا تعالیٰ کی طرف جھکاؤ پیدا ہو جاتا ہے، اَور خدا تعالیٰ پر ایمان بڑھ جاتا ہے۔ فرمایا ''...اور خدا تعالیٰ پر ایمان بڑھ جاتا ہے۔ اس کو ایک مزہ آتا ہے جب وہ غور کرتا ہے کہ میرا خدا کیسا ہے اور دنیا کی کامیابی خدا شناسی کا ایک بہانہ ہو جاتا ہے۔'' دنیا کی کامیابیاں بھی خدا کو پہچاننے کا بہانہ بن جاتی ہیں۔ ''...ایسے آدمی کے لئے یہ دنیوی کامیابیاں حقیقی کامیابی کا (جس کو اسلام کی اصطلاح میں فلاح کہتے ہیں) ایک ذریعہ ہو جاتی ہیں۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ سچی خوشحالی سچی راحت دنیا اور دنیا کی چیزوں میں ہرگز نہیں ہے۔'' فرمایا ''...حقیقت یہی ہے کہ دنیا کے تمام شعبے دیکھ کر بھی انسان سچا اور دائمی سرور حاصل نہیں کر سکتا۔ تم دیکھتے ہو کہ دولتمند زیادہ مال ودولت رکھنے والے ہر وقت خنداں رہتے ہیں۔ مگر ان کی حالت جرب یعنی خارش کے مریض کی سی ہوتی ہے جس کو کھجلانے سے راحت ملتی ہے۔'' یہ نہ سمجھو کہ دولتمند بڑے خوش ہیں۔ ان کی حالت ایسی ہے جیسے ایک خارش کا جو مریض ہوتا ہے جس کو جسم میں کوئی skin کی بیماری ہو اور کھجلی ہو اور کھجلاتے کھجلاتے اس کو اس میں مزہ آتا ہے اور کھجلا کھجلا کے وہ اپنا خون نکال دیتا ہے۔ فرمایا ''...لیکن اس خارش کا آخری نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ یہی کہ خون نکل آتا ہے۔ پس ان دنیوی اور عارضی کامیابیوں پر اس قدر خوش مت ہو کہ حقیقی کامیابی سے دور چلے جاؤ۔ بلکہ ان کامیابیوں کو خدا شناسی کا ایک ذریعہ قرار دو۔'' یہ کامیابیاں جو تمہیں دنیا میں مل رہی ہیں۔ تمہارے کاروبار کامیاب ہو رہے ہیں، تمہیں اچھی نوکریاں ملی ہوئی ہیں، بچوں کی صحت کو تم دیکھتے ہو، اپنی صحت کو تم دیکھتے ہو اور ضروریات زندگی میسر ہیں تو یہ چیزیں تمہیں خدا تعالیٰ کو پہچاننے والی بنانی چاہئیں، نہ کہ اس زعم میں تم مبتلا ہو جاؤ کہ تمہاری کسی بڑائی یا عقل کی وجہ سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔

فرمایا کہ ''اپنی ہمت اور کوشش پر نازمت کرو اور مت سمجھو کہ یہ کامیابی ہماری کسی قابلیت اور محنت کا نتیجہ ہے بلکہ یہ سوچو کہ اس رحیم خدا نے جو کبھی کسی کی سچی محنت کو ضائع نہیں کرتا ہے ہماری محنت کو بارور کیا۔ ورنہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ صدہا طالبعلم آئے دن امتحانوں میں فیل ہوتے ہیں۔ کیا وہ سب کے سب محنت نہ کرنے والے اور بالکل غبی اور بلید ہی ہوتے ہیں؟'' (بیوقوف ہوتے ہیں، بالکل خالی الذہن ہوتے ہیں، وہ محنت نہیں کرتے لیکن اس کے باوجود فیل ہو جاتے ہیں۔) فرمایا ''نہیں بلکہ بعض ایسے ذکی اور ہوشیار ہوتے ہیں کہ پاس ہونے والوں میں سے اکثر کے مقابلہ میں ہوشیار ہوتے ہیں۔'' فیل ہو جاتے ہیں لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ غبی ہیں۔ ان میں عقل نہیں۔ وہ تو بعض دفعہ ان لوگوں سے ایسے ہوشیار ہوتے ہیں کہ پاس ہونے والوں میں اتنی عقل نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ ''اس لئے واجب اور ضروری ہے کہ ہر کامیابی پر مؤمن خدا تعالیٰ کے حضور سجدات شکر بجا لائے کہ اس نے محنت کو اکارت تو نہیں جانے دیا۔ اس شکر کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ سے محبت بڑھے گی اور ایمان میں ترقی ہوگی اور نہ صرف یہی بلکہ اور بھی کامیابیاں ملیں گی کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم میری نعمتوں کا شکر کرو گے تو البتہ میں نعمتوں کو زیادہ کروں گا اور اگر کفرانِ نعمت کرو گے تو یاد رکھو عذاب سخت میں گرفتار ہو گے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 154-155)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں مزید فرماتے ہیں:

''اس اصول کو ہمیشہ مدّنظر رکھو۔ مؤمن کا کام یہ ہے کہ وہ کسی کامیابی پر جو اسے دی جاتی ہے شرمندہ ہوتا ہے اور خدا کی حمد کرتا ہے...'' یہ نہیں کہتا کہ بڑے فخر سے دنیا کو بتایا ہے۔ اس میں ایک بڑی عاجزی پیدا ہوتی ہے۔ شرمندہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں عاجزی پیدا ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کی حمد کرتا ہے۔ اس کی تعریف کرتا ہے۔ اپنی ساری کامیابیوں کو اللہ تعالیٰ کے احسان اور فضل کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ''...حمد کرتا ہے کہ اس نے اپنا فضل کیا اور اس طرح پر وہ قدم آگے رکھتا ہے اور ہر ابتلا میں ثابت قدم رہ کر ایمان پاتا ہے۔ بظاہر ایک ہندو اور مؤمن کی کامیابی ایک رنگ میں مشابہ ہوتی ہے لیکن یاد رکھو کہ کافر کی کامیابی ضلالت کی راہ ہے اور مؤمن کی کامیابی سے اس کے لئے نعمتوں کا دروازہ کھلتا ہے۔'' مؤمن کامیاب ہوتا ہے تو نعمتوں کے اور دروازے کھلتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے اور شکر گزاری کرتا ہے ''...کافر کی کامیابی اس لئے ضلالت کی طرف لے جاتی ہے کہ وہ خدا کی طرف رجوع نہیں کرتا بلکہ اپنی محنت، دانش اور قابلیت کو خدا بنا لیتا ہے۔ مگر مؤمن خدا کی طرف رجوع کر کے خدا سے ایک نیا تعارف پیدا کرتا ہے اور اس طرح پر ہر ایک کامیابی کے بعد اس کا خدا سے ایک نیا معاملہ شروع ہو جاتا ہے اور اس میں تبدیلی ہونے لگتی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا (النحل:129)۔ خدا ان کے ساتھ ہوتا ہے جو متقی ہوتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن شریف میں تقویٰ کا لفظ بہت مرتبہ آیا ہے اس کے معنی پہلے لفظ سے کئے جاتے ہیں۔ یہاں مَعَ کا لفظ آیا ہے یعنی جو خدا کو مقدم سمجھتا ہے خدا اس کو مقدم رکھتا ہے اور دنیا میں ہر قسم کی ذلتوں سے بچا لیتا ہے۔'' فرماتے ہیں کہ ''میرا ایمان یہی ہے کہ اگر انسان دنیا میں ہر قسم کی ذلت اور سختی سے بچنا چاہے تو اس کے لئے ایک ہی راہ ہے کہ متقی بن جائے پھر اس کو کسی چیز کی کمی نہیں۔ پس مؤمن کی کامیابیاں اس کو آگے لے جاتی ہیں اور وہ وہیں پر نہیں ٹھہر جاتا۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 154 تا 156)

''اپنی ہمت اور کوشش پر نازمت کرو اور مت سمجھو کہ یہ کامیابی ہماری کسی قابلیت اور محنت کا نتیجہ ہے بلکہ یہ سوچو کہ اس رحیم خدا نے جو کبھی کسی کی سچی محنت کو ضائع نہیں کرتا ہے ہماری محنت کو بارور کیا۔ ورنہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ صدہا طالبعلم آئے دن امتحانوں میں فیل ہوتے ہیں۔''

پھر حکومت کے قوانین اور عمومی اخلاق کے بارے میں بھی آپؑ نے جماعت کو نصیحت فرمائی۔ آپؑ نے فرمایا کہ ''ہر ایک سے نیک سلوک کرو۔'' یہ اعلیٰ اخلاق بھی ایک احمدی کے لئے بہت ضروری چیز ہے اور یہ اعلیٰ اخلاق ہی ہیں جو دنیا پر ایک نمونہ بھی ظاہر کرتے ہیں۔ فرمایا ''ہر ایک سے نیک سلوک کرو۔ حکام کی اطاعت اور وفاداری ہر مسلمان کا فرض ہے۔ وہ ہماری حفاظت کرتے ہیں اور ہر قسم کی مذہبی آزادی ہمیں دے رکھی ہے۔ مَیں اس کو بڑی بے ایمانی سمجھتا ہوں کہ گورنمنٹ کی اطاعت اور وفاداری سچے دل سے نہ کی جائے۔'' پس یہاں آنے والے لوگ جن کی بہت سارے حالات کے باوجود یہاں کی حکومت حفاظت بھی کر رہی ہے۔ ابھی چیف پولیس انسپکٹر نے بھی جس طرح ذکر کیا کہ ان کے دل میں مسلمانوں کے عمل سے ایک کدورت پیدا ہوئی تھی لیکن پھر احمدیوں کو دیکھ کر وہ دور ہو گئی اور آج ان کے دل میں اسلام کی قدر ہے اور اسی وجہ سے وہ مسلمانوں کی حفاظت بھی کرنا چاہتے ہیں۔ احمدیوں کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں اور ہر قسم کا تعاون کرنا چاہتے ہیں۔ پس عمومی طور پر حکومت کے لوگ جو یہ کام کر رہے ہیں۔ ہمیں سروسز دے رہے ہیں۔ یہاں رہنے والوں کے لئے خدمات سرانجام دے رہے ہیں اس کا تقاضا ہے کہ ہم قانون کے پابند ہوں اور ان کی، حکام کی اطاعت کریں اور یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سے چاہتے ہیں۔ میں نے شاید انسپکٹر کہا تھا۔ یہ پولیس کمشنر ہیں۔

فرمایا کہ ''...برادری کے حقوق ہیں۔ اُن سے بھی نیک سلوک کرنا چاہئے'' (آپس کے تعلقات میں) ''...البتہ اُن باتوں میں جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے خلاف ہیں، اُن سے الگ رہنا چاہئے۔''

فرمایا ''ہمارا اصول تو یہ ہے کہ ہر ایک سے نیکی کرو اور خدا تعالیٰ کی کل مخلوق سے احسان کرو۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 459-460)

یہ ہے ایک احمدی کا اخلاق کے بارے میں اعلیٰ معیار۔ ہر ایک سے نیکی کرے اور احسان کا سلوک کرے۔ اپنے رشتہ داروں سے، اپنے عزیزوں سے بھی نیکی کرو۔ فرمایا: برادری کے ساتھ بھی نیکی کا سلوک کرو۔ پھر ہر ایک سے ہمدردی کے بارے میں اور اعلیٰ اخلاق کا نمونہ دکھانے کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''میری تو یہ حالت ہے کہ اگر کسی کو درد ہوتا ہو اور مَیں نماز میں مصروف ہوں اور میرے کان میں اُس کی آواز پہنچ جائے تو میں تو یہ چاہتا ہوں کہ نماز توڑ کر بھی اگر اس کو فائدہ پہنچا سکتا ہوں تو فائدہ پہنچاؤں اور جہاں تک ممکن ہے اس سے ہمدردی کروں۔ یہ اخلاق کے خلاف ہے کہ کسی بھائی کی مصیبت اور تکلیف میں اس کا ساتھ نہ دیا جائے۔ اگر تم کچھ بھی اس کے لئے نہیں کر سکتے تو کم از کم دعا ہی کرو۔

فرمایا ''...اپنے تو درکنار، میں تو یہ کہتا ہوں کہ غیروں اور ہندوؤں کے ساتھ بھی اعلیٰ اخلاق کا نمونہ دکھاؤ اور ان سے ہمدردی کرو۔ لاابالی مزاج ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔''

پھر اپنا ایک واقعہ آپؑ نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ مَیں باہر سیر کو جا رہا تھا۔ ایک پٹواری میرے ساتھ تھے۔ وہ ذرا آگے تھے اور میں پیچھے تھا۔ راستہ میں ایک بڑھیا کوئی 70، 75 سال کی ملی۔ ضعیف عورت تھی اس نے ایک خط اس پٹواری کو پڑھنے کو دیا مگر اس نے اس کو جھڑکیاں دے کر ہٹا دیا۔ میرے دل پر چوٹ سی لگی۔ اس نے وہ خط مجھے دیا۔

جلسہ سالانہ بیلجیم 2018ء کے اختتامی اجلاس کا روح پرور منظر (16 ستمبر 2018ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس عورت نے وہ خط مجھے دیا۔ میں اس کو لے کر ٹھہر گیا اور اس کو پڑھ کر اچھی طرح سمجھا دیا۔ اس پر اس پٹواری کو بہت شرمندہ ہونا پڑا کیونکہ ٹھہرنا تو پڑا اور ثواب سے بھی محروم رہا۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد اوّل صفحہ 463-462)

پس اعلیٰ اخلاق کا یہ تقاضا ہے کہ ہر غریب سے غریب کی بھی خدمت کی طرف ہمیں توجہ دینی چاہئے۔

اور یہی وہ اخلاق ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھائے ہیں۔ آپؐ کے ساتھ بھی یہ واقعات ہوئے اور ایک بڑھیا عورت آپ کو پکڑ کے کھڑی ہو گئی، باتیں کرتی رہی اور آپ کھڑے رہے (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 854۔ باب امر عدی بن حاتم۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء) جب تک اس نے بات ختم نہیں کر لی۔ اور وہی اخلاق پھر آپؐ کے غلام صادق نے اس زمانے میں ہمیں اپنے عمل سے کر کے دکھائے۔

پھر عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ اس بارے میں بھی مردوں کی طرف سے بعض دفعہ زیادتیاں ہو جاتی ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ

"فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہئیں۔ ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں۔ ہم کو خدا نے مرد بنایا ہے۔ درحقیقت ہم پر اتمام نعمت ہے۔ اس کا شکر یہ یہ ہے کہ ہم عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں۔" (ملفوظات جلد 2 صفحہ 1)

پس جن گھروں میں ناچاقیاں ہیں ان کو بھی انہیں دور کرنا چاہئے۔ یہ بھی تقویٰ کی ایک شاخ ہے کہ اپنے گھریلو حالات کو بھی اللہ تعالیٰ کے خوف کو سامنے رکھتے ہوئے اچھا کرنے کی کوشش کریں۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ انسان کی نیکیوں کے دو حصے ہوتے ہیں جس کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ

"انسان جس قدر نیکیاں کرتا ہے اس کے دو حصے ہوتے ہیں ایک فرائض دوسرے نوافل۔ فرائض یعنی جو انسان پر فرض کیا گیا ہو۔ جیسے قرضہ کا اتارنا یا نیکی کے مقابل نیکی"۔ کسی کا قرض لیا ہے اس کو اتارنا یہ تو فرائض ہیں یہ کوئی نیکی نہیں ہے یا کسی نے کوئی نیکی کی تو اس کے مقابل پر اس سے تم نے بھی نیکی کر دی "... ان فرائض کے علاوہ ہر ایک نیکی کے ساتھ نوافل ہوتے ہیں یعنی ایسی نیکی جو اس کے حق سے فاضل ہو۔" ہر نیکی کے مقابلے پر کوئی تمہارے ساتھ نیکی کرتا ہے، تم اس سے زائد اگر نیکی کرو تو وہ نفل ادا ہو گیا فرمایا "... جیسے احسان کے مقابل احسان کے علاوہ اور احسان کرنا۔..." (کسی نے احسان کیا تو نہ صرف اس پر احسان کرو بلکہ اس احسان سے بڑھ کر احسان کرو) "یہ نوافل ہیں یہ بطور مکمّلات اور متمّمات فرائض کے ہیں۔..." ان سے جو فرائض ہیں وہ مکمل ہوتے ہیں اور ان کے معیار اونچے ہوتے ہیں فرمایا کہ "... اس حدیث میں بیان ہے کہ اولیاء اللہ کے دینی فرائض کی تکمیل نوافل سے ہو رہتی ہے۔ مثلاً زکوٰۃ کے علاوہ وہ اَور صدقات دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسوں کا ولی ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کی دوستی یہاں تک ہوتی ہے کہ مَیں اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ حتیٰ کہ اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 14-13)

پھر مزید بعض غیر اخلاقی باتوں کو چھوڑنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ

"شیطان، جھوٹ، ظلم، جذبات، خون، طول اَمل، ریاء اور تکبر کی طرف بلاتا ہے اور دعوت کرتا ہے۔ اس کے بالمقابل اخلاق فاضلہ، صبر، محویت، فنا فی اللہ، اخلاص، ایمان، فلاح یہ اللہ تعالیٰ کی دعوتیں ہیں۔ انسان ان دونوں تجاذب میں پڑا ہوا ہے۔ پھر جس کی فطرت نیک ہے اور سعادت کا مادہ اس میں رکھا ہوا ہے وہ شیطان کی ہزاروں دعوتوں اور جذبات کے ہوتے ہوئے بھی اس فطرت رشید سعادت اور سلامت روی کے مادہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑتا ہے اور خدا ہی میں اپنی راحت تسلی اور اطمینان کو پاتا ہے۔" (ملفوظات جلد 2 صفحہ 169)

اور یہی ایک مؤمن کا شیوہ ہونا چاہئے۔ پھر آپؑ نے ایک جگہ فرمایا کہ

"یہ بات بحضور دل یاد رکھو..." بڑے غور سے یہ بات دل میں بٹھا کر یاد رکھنی چاہئے "... کہ جیسے بیت اللہ میں حجر اسود پڑا ہوا ہے..." مثال دی آپؑ نے کہ جس طرح بیت اللہ میں حجر اسود پڑا ہوا ہے "... اسی طرح قلب سینہ میں پڑا ہوا ہے۔" انسان کا دل جو ہے انسان کے سینے میں ہے اس کی وہی حیثیت ہے جو خانہ کعبہ میں حجر اسود کی ہے۔ اسی طرح ایک انسان کے سینے میں اس کے دل کی حیثیت ہے "... بیت اللہ پر بھی ایک زمانہ آیا ہوا تھا کہ کفار نے وہاں بت رکھ دیئے تھے..." ایک زمانہ خانہ کعبہ میں بھی آیا جب کفار نے وہاں بت رکھ دیئے تھے "... ممکن تھا کہ بیت اللہ پر یہ زمانہ نہ آتا مگر نہیں اللہ نے اس کو ایک نظیر کے طور پر رکھا۔" مثال کے طور پر پیش کرنا چاہتا تھا فرمایا کہ "... قلب انسانی بھی حجر اسود کی طرح ہے..." انسان کا دل حجر اسود کی طرح ہے "... اور اس کا سینہ بیت اللہ سے مشابہت رکھتا ہے۔ فرمایا کہ "... ماسِوَی اللہ کے خیالات وہ بت ہیں جو اس کعبہ میں رکھے گئے ہیں۔" اللہ کے سوا جو بھی خیالات دل میں آتے ہیں وہ وہ بت ہیں جو کعبہ میں رکھے گئے۔ "... مکہ معظّمہ کے بتوں کا قلع قمع اس وقت ہوا تھا جبکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار قدوسیوں کی جماعت کے ساتھ وہاں جا پڑے تھے اور مکہ فتح ہو گیا تھا۔ ان دس ہزار صحابہ کو پہلی کتابوں میں ملائکہ لکھا ہے۔" پہلی کتابوں میں جو پیشگوئیاں ہیں ان میں دس ہزار صحابہ کو ملائکہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ یہ تشبیہہ دی گئی تھی۔ فرمایا کہ "... اور حقیقت میں ان کی شان ملائکہ ہی کی سی تھی۔ انسانی قویٰ بھی ایک طرح پر ملائکہ ہی کا درجہ رکھتے ہیں۔" پھر آپ نے مزید فرمایا کہ انسانی قویٰ جو ہیں ان کا درجہ بھی فرشتوں کا ہی ہوتا ہے "... کیونکہ جیسے ملائکہ کی یہ شان ہے کہ یَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ" (النحل:51) کہ تمہیں جس طرح حکم دیا جاتا ہے اسی طرح کرو "... اسی طرح پر انسانی قویٰ کا خاصہ ہے کہ جو حکم ان کو دیا جائے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔" فرمایا "ایسا ہی تمام قویٰ اور جوارح حکم انسانی کے نیچے ہیں۔ پس ماسوا اللہ کے بتوں کی شکست اور استیصال کے لئے ضروری ہے کہ اُن پر اسی طرح سے چڑھائی کی جائے۔" جس طرح خانہ کعبہ پر چڑھائی ہوئی تھی۔ اپنے دل پر اس طرح چڑھائی کرو، اپنے دل کو اس طرح صاف کرو۔ "یہ لشکر تزکیہ نفس سے تیار ہوتا ہے..." اگر نفس کا تزکیہ کرو گے۔ پاک دل ہو جاؤ گے۔ تقویٰ پیدا کرو گے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادتوں کی طرف رجوع کرو گے۔ اللہ تعالیٰ کے حق ادا کرو گے۔ اس کے بندوں کے اور اس کی مخلوق کے حق ادا کرو تو اس سے تزکیہ نفس ہو گا۔ اور تزکیہ نفس سے یہ لشکر تیار ہو گا جو تمہارے دل کے کعبہ کو بتوں سے پاک کرے گا۔ "... اور اسی کو فتح دی جاتی ہے جو تزکیہ کرتا ہے..."۔ فرمایا "... اسی کو فتح دی جاتی ہے جو تزکیہ کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰہَا (الشّمس:10)۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر قلب کی اصلاح ہو جائے تو کُل جسم کی اصلاح ہو جاتی ہے۔" دل کی اصلاح ہو جائے، اگر دل پاک ہو جائے تو سارا جسم پاک ہو جاتا ہے۔ غلط خیالات نہیں آتے۔ غلط کام نہیں ہوتے۔ اور یہ فرمایا کہ "... اور یہ کیسی سچی بات ہے۔ آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ جس قدر اعضاء ہیں وہ دراصل قلب کے ہی فتویٰ پر عمل کرتے ہیں۔ ایک خیال آتا ہے پھر وہ جس عضو کے متعلق ہو وہ فوراً اس کی تعمیل کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 187-186)

انسان کے دل میں خیال آیا، اچھا یا صحیح اور اس خیال کی تعمیل اس عضو سے کروانے لگ جاتا ہے۔ ہاتھ نے کام کرنا ہے، آنکھ نے کام کرنا ہے یا کسی اور عضو نے کام کرنا ہے تو اس کے لئے دل کے حکم چلتے ہیں۔ اس لئے دل کو پاک کرو۔

آخر پر میں آپ کا ایک اور حوالہ پیش کروں گا جس میں بڑی درد انگیز نصیحتیں آپؑ نے فرمائی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

"جو شخص اپنے ہمسایہ کو اپنے اخلاق میں تبدیلی دکھاتا ہے کہ پہلے کیا تھا اور اب کیا ہے وہ گویا ایک کرامت دکھاتا ہے۔ اس کا اثر ہمسائے پر بہت اعلیٰ درجہ کا پڑتا ہے۔ ہماری جماعت پر اعتراض کرتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ کیا ترقی ہو گئی ہے..." بعض اعتراض کرنے والے کہتے ہیں کہ یہ لوگ احمدی ہو گئے ہیں۔ تمہارے پاس آ گئے۔ ہمیں تو نہیں پتہ کیا ترقی ہو گئی اور فرمایا "اور تہمت لگاتے ہیں کہ افتراء اور غیظ و غضب میں مبتلا ہیں۔" کہ ہمیں تو کوئی ترقی نظر نہیں آتی کہ یہ لوگ تو افترا میں اور غیظ و غضب میں مبتلا ہیں۔ احمدی ہونے کے بعد کیا تبدیلی پیدا ہوئی؟ فرمایا کہ "... کیا یہ ان کے لئے

باعث ندامت نہیں ہے کہ انسان عمدہ سمجھ کر اس سلسلہ میں آیا تھا جیسا کہ ایک رشید فرزند اپنے باپ کی نیک نامی ظاہر کرتا ہے کیونکہ بیعت کرنے والا فرزند کے حکم میں ہوتا ہے۔’’ پس اگر ان کا، غیروں کا یہ افتراء ٹھیک ہے تو بیعت کرنے والوں کے لئے شرم کی بات ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ جیسے کہ ایک رشید فرزند، ایک نیک بچہ، کسی کا ایک لڑکا اپنے باپ کی نیک نامی ظاہر کرتا ہے کیونکہ بیعت کرنے والا فرزند کے حکم میں ہوتا ہے۔ جب بیعت کر لی تو اسی طرح ہو گئے جس طرح تم کسی باپ کے بیٹے بن گئے ’’...اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو اُمّہات المؤمنین کہا ہے گویا کہ حضورؐ عامۃ المؤمنین کے باپ ہیں۔ جسمانی باپ زمین پر لانے کا موجب ہوتا ہے...’’ یہ وضاحت آپ نے فرمائی کہ جسمانی باپ جو ہے وہ زمین پر لانے کا موجب ہوتا ہے۔ باپ جو ہے اس کی وجہ سے اور عورت اور مرد کے ملاپ کی وجہ سے بچہ پیدا ہوتا ہے اور ایک انسان، انسانی روح اور جسم زمین پر آتا ہے ’’...اور حیاتِ ظاہری کا باعث۔ مگر روحانی باپ آسمان پر لے جاتا اور اس مرکز اصلی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔’’ روحانی باپ کیا کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کو لے کر جاتا ہے اور وہی اصلی مرکز ہے جس کی طرف وہ رہنمائی کرتا ہے فرمایا کہ ’’...کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ کوئی بیٹا اپنے باپ کو بدنام کرے؟ طوائف کے ہاں جاوے؟ اور قمار بازی کرتا پھرے۔ شراب پیوے یا اَور ایسے افعال قبیحہ کا مرتکب ہو جو باپ کی بدنامی کا موجب ہوں۔’’ یہ ساری برائیاں ہیں۔ کوئی باپ پسند کرتا ہے کہ اگر کسی بیٹے میں ہوں فرمایا کہ ’’...مَیں جانتا ہوں کوئی آدمی ایسا نہیں ہو سکتا جو اس فعل کو پسند کرے۔ لیکن جب وہ ناخلف بیٹا ایسا کرتا ہے تو پھر زبان خلق بند نہیں ہو سکتی...’’ لیکن اگر کوئی بیٹا ایسی حرکتیں کرے اور لوگوں کو پتہ ہو تو پھر تم لوگوں کی زبانیں بند نہیں کر سکتے۔ وہ برائیاں نکالیں گے۔ بیٹے میں بھی باپ میں بھی کیڑے نکالیں گے۔ باپ کو بھی بدنام کریں گے۔ فرمایا کہ ’’...لوگ اس کے باپ کی طرف نسبت کر کے کہیں گے کہ یہ فلاں شخص کا بیٹا فلاں بدکام کرتا ہے۔ پس وہ ناخلف بیٹا خود ہی باپ کی بدنامی کا موجب ہوتا ہے۔ اسی طرح پر جب کوئی شخص ایک سلسلہ میں شامل ہوتا ہے اور اس سلسلہ کی عظمت اور عزّت کا خیال نہیں رکھتا اور اس کے خلاف کرتا ہے تو وہ عند اللہ ماخوذ ہوتا ہے۔’’ اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں پھر وہ آ جائے گا۔ ’’...وہ صرف اپنے آپ کو ہی ہلاکت میں نہیں ڈالتا بلکہ وہ دوسروں کے لئے ایک برا نمونہ ہو کر ان کو سعادت اور ہدایت کی راہ سے محروم رکھتا ہے۔’’ دوسروں کے لئے بھی ٹھوکر کا باعث بن جاتا ہے۔ محرومی کا باعث بن جاتا ہے۔ ان کو صحیح رستے پر لانے سے روکنے کا باعث بن جاتا ہے۔ فرمایا کہ ’’پس جہاں تک آپ لوگوں کی طاقت ہے۔ خدا تعالیٰ سے مدد مانگو اور اپنی پوری طاقت اور ہمت سے اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرو۔ جہاں عاجز آ جاؤ وہاں صدق اور یقین سے ہاتھ اٹھاؤ کیونکہ خشوع اور خضوع سے اٹھائے ہوئے ہاتھ جو صدق اور یقین کی تحریک سے اٹھتے ہیں خالی واپس نہیں ہوتے۔’’ یعنی جب اپنے آپ کو کنٹرول نہ کر سکو تو اللہ تعالیٰ کے آگے جھکو۔ ہاتھ اٹھاؤ۔ دعائیں کرو۔ سجدوں میں دعائیں کرو۔ چلتے پھرتے دعائیں کرو۔ اور خشوع و خضوع سے دعائیں کرو کیونکہ یہ دعائیں جو خشوع و خضوع سے کی جاتی ہیں وہ خالی ہاتھ واپس نہیں آتیں۔ اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے اور ان تمام برائیوں سے پھر انسان کو پاک کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ ’’ہم تجربے سے کہتے ہیں کہ ہماری ہزارہا دعائیں قبول ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔’’

فرماتے ہیں کہ ’’یہ ایک یقینی بات ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے اندر اپنے ابنائے جنس کے لئے ہمدردی کا جوش نہیں پاتا وہ بخیل ہے’’۔ اگر اپنے ہم نوع انسانوں کے لئے تمہارے اندر ہمدردی نہیں ہے۔ لوگوں کے لئے تو تم بخیل ہو، کنجوس ہو۔ ’’اگر میں ایک راہ دیکھوں جس میں بھلائی اور خیر ہے تو میرا فرض ہے کہ مَیں پکار پکار کر لوگوں کو بتلاؤں۔ اس امر کی پرواہ نہیں ہونی چاہئے کہ کوئی اس پر عمل کرتا ہے یا نہیں...۔’’

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 147-146)

پس میرا فرض ہے کہ لوگوں کو بلاؤں اور پکار پکار کے بلاؤں اور یہ فرض آپ نے ہم پر ڈالا کہ اس کے ذریعہ سے تم تبلیغ کرو۔ جس حق کو اور ہدایت کو اور سچائی کو تم نے قبول کیا ہے اس کو دنیا میں پھیلاؤ اور بتاؤ اور یہ پرواہ نہیں ہونی چاہئے کہ لوگ مانتے ہیں کہ نہیں مانتے۔ پیغام یہاں کے ہر شہری تک پہنچ جانا چاہئے۔ ہر ملک کے ہر شہری تک ہر احمدی کو پہنچا دینا چاہئے اور یہی وہ کام ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے سپرد فرمایا ہے۔

پس یہ بات یاد رکھیں کہ تقویٰ دلوں میں پیدا ہو۔ اپنے دلوں کو پاک ہم نے کرنا ہے۔ دلوں کو پاک کر کے اپنے عملی نمونوں سے اپنے ماحول کو اسلام کی خوبیوں کے بارے میں بتانا ہے۔ اپنے گھروں کے ماحول کو پاک صاف رکھنا ہے۔ اپنے اخلاق کو اعلیٰ کرنا ہے۔ ہر ایک کو اپنی ذات سے تکلیف پہنچانے کی بجائے سہولت اور آسانیاں پہنچانے کے سامان کرنے ہیں۔ اور ہر شخص تک اسلام اور احمدیت کا حقیقی پیغام پہنچانا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی سب کو توفیق عطا فرمائے اور ہم سب اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی منشاء کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کا حق ادا کرنے والے ہوں۔ اور کبھی ہم ان لوگوں میں شامل نہ ہوں یا ہماری طرف لوگ اس طرح اشارہ نہ کریں کہ احمدی ہو کر انہوں نے احمدیت کو بدنام کر دیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کو بدنام کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ تقویٰ پر چلنے والا بنائے رکھے اور ان تمام دعاؤں کا وارث بنائے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ماننے والوں کے لئے کی ہیں۔ دعا کر لیں۔

دعا کے بعد حضور انور نے فرمایا:

ان کی ٹوٹل حاضری تین ہزار آٹھ سو اٹھہتر ہے اور اس میں چوبیس ملکوں کی یہاں نمائندگی ہے اور ان ملکوں کی نمائندگی کی وجہ سے ان کی تعداد اتنی ہو گئی ہے۔ ٹوٹل جو بیلجیئم کے لوگوں کی حاضری ہے وہ تقریباً سترہ سو پچھہتر ہے اور دو ہزار تین سو مہمان ہیں۔ چھوٹی جماعتوں میں ویسے یہی ہوتا ہے کہ مہمان جو ہیں وہ لوکل مقامی لوگوں سے بڑھ جاتے ہیں۔ بہرحال اللہ تعالیٰ سب حاضرین کو ان تمام دعاؤں کا وارث بنائے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کی ہیں اور خیریت سے آپ لوگوں کو اپنے گھروں میں لے کر جائے۔ (آمین)

بڑھتی رہے خدا کی محبت خدا کرے

بڑھتی رہے خدا کی محبت خدا کرے حاصل ہو تم کو دید کی لذت خدا کرے
توحید کی ہو لب پہ شہادت خدا کرے ایمان کی ہو دل میں حلاوت خدا کرے
حاکم رہے دلوں پہ شریعت خدا کرے حاصل ہو مصطفیٰؐ کی رفاقت خدا کرے
مل جائے تم کو دین کی دولت خدا کرے چمکے فلک پہ تارۂ قسمت خدا کرے
ٹل جائے جو بھی آئے مصیبت خدا کرے پہنچے نہ تم کو کوئی اذیت خدا کرے
منظور ہو تمہاری اطاعت خدا کرے مقبول ہو تمہاری عبادت خدا کرے
چھوٹے کبھی نہ جامِ سخاوت خدا کرے ٹوٹے کبھی نہ پائے صداقت خدا کرے
راضی رہو خدا کی قضا پر ہمیش تم لب پر نہ آئے حرفِ شکایت خدا کرے
احسان و لطف عام رہے سب جہان پر کرتے رہو ہر اک سے مروت خدا کرے
گہوارۂ علوم تمہارے بنیں قلوب پھٹکے نہ پاس تک بھی جہالت خدا کرے
بدیوں سے پہلو اپنا بچاتے رہو مدام تقوٰی کی راہیں طے ہوں بعُجلت خدا کرے
اخلاص کا درخت بڑھے آسمان تک بڑھتی رہے تمہاری ارادت خدا کرے
پھیلاؤ سب جہان میں قولِ رسولؐ کو حاصل ہو شرق و غرب میں سَطوَت خدا کرے
پایاب ہو تمہارے لیے بحرِ معرفت کھل جائے تم پہ رازِ حقیقت خدا کرے
زندہ رہیں علوم تمہارے جہان میں پائندہ ہو تمھاری لیاقت خدا کرے
سو سو حجاب میں بھی نظر آئے اُس کی شان تم کو عطا ہو ایسی بصیرت خدا کرے
ہر گام پر فرشتوں کا لشکر ہو ساتھ ساتھ ہر ملک میں تمہاری حفاظت خدا کرے
قرآن پاک ہاتھ میں ہو دل میں نور ہو مل جائے مومنوں کی فراست خدا کرے
قائم ہو پھر سے حکمِ محمدؐ جہان پر ضائع نہ ہو تمہاری یہ محنت خدا کرے
تم ہو خدا کے ساتھ خدا ہو تمہارے ساتھ ہوں تم سے ایسے وقت میں رُخصت خدا کرے
اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

(از اخبار الفضل جلد 9۔ یکم جنوری 1955ء ربوہ۔ پاکستان)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مبارک معیّت میں سٹاف ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل (لندن)

(حضورِانور کے دائیں جانب) مکرم طاہر مہدی امتیاز احمد صاحب (مینیجر) ۔مکرم محمود احمد ملک صاحب (واقفِ زندگی)

(حضورِانور کے بائیں جانب) حافظ محمد ظفر اللہ عاجزؔ (مدیر) ۔مکرم فرّخ راحیل صاحب (نائب مدیر)۔

کھڑے: (دائیں سے بائیں) مکرم وحید احمد صاحب (واقفِ زندگی)۔ مکرم احسن مقصود صاحب (مربی سلسلہ)۔ مکرم مظہر احمد چیمہ صاحب (پروف ریڈر)

(3رفروری 2019، محمود ہال مسجد فضل لندن)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مبارک معیّت میں سٹاف ورضا کاران ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل (لندن)

(حضورِانور کے دائیں جانب) مکرم طاہر مہدی امتیاز احمد صاحب (مینیجر) ۔مکرم محمود احمد ملک صاحب (واقفِ زندگی)۔ مکرم قاضی نجیب الدین احمد صاحب (اعزازی مینیجر برائے ترسیل الفضل)۔ مکرم چوہدری کرامت اللہ صاحب۔ مکرم رانا وسیم احمد صاحب۔

(حضورِانور کے بائیں جانب) حافظ محمد ظفر اللہ عاجزؔ (مدیر)۔ مکرم فرّخ راحیل صاحب (نائب مدیر)۔ مکرم محمد حنیف صاحب۔ مکرم ملک نعمان احمد خان صاحب۔ مکرم ناصر احمد بھٹہ صاحب۔

کھڑے: (دائیں سے بائیں) مکرم احسن مقصود صاحب (مربی سلسلہ) ۔مکرم مظہر احمد چیمہ صاحب (پروف ریڈر) ۔مکرم عزیز احمد طاہر صاحب ۔مکرم ناصر احمد میر صاحب ۔مکرم طارق محمود باجوہ صاحب ۔مکرم واحد اللہ جاوید صاحب۔

مکرم چودھری انس احمد خان صاحب ۔مکرم امیر عالم صاحب ۔مکرم سیّد حسن خان صاحب ۔مکرم نسیم احمد شمس صاحب ۔مکرم وحید احمد صاحب (واقفِ زندگی)

(3رفروری 2019، محمود ہال مسجد فضل لندن)

بقیہ: فتح نصیب جرنیل......ازصفحہ نمبر50

ازصفحہ نمبر50

الغرض اللہ کے فضل وکرم سے حضرت مصلح موعودؓ کی مساعی جمیلہ اور دعاؤں کی برکت سے مسلم لیگ فاتحانہ شان کے ساتھ عبوری حکومت میں شامل ہوگئی اور یوں حضور 14/اکتوبر 1946ء کو دہلی سے روانہ ہوکر قادیان واپس آگئے۔

(الفضل 16 اکتوبر 1946ء)

تحریک پاکستان کے اعتبار سے مسلم لیگ کا کانگریس سے بغیر سمجھوتہ کئے عبوری حکومت میں شامل ہونا 1945/46ء کے انتخابات سے بھی بڑا معرکہ ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں مسلم لیگ نے صرف 4 ماہ کے اندر حصول پاکستان کی آئینی جنگ جیت لی اور کانگریس کا دیرینہ خواب کہ وہ مسلم لیگ کو نظرانداز کر کے اپنی اکثریت کے بل بوتے پر تنہا ملک کے نظام حکومت کو چلائے گی۔ ہمیشہ کے لئے دھرے کا دھرا رہ گیا۔ اور برطانوی سرکار کو آخر مطالبہ پاکستان کے دوقومی نظریہ کے سامنے ہتھیار ڈال دینا پڑے۔

احمدیوں کی پاکستان سے وفاداری پر سوال اٹھانے والے 'مؤرخین' کو یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ ایک طرف جمعیۃ کے ان دیوبندی علماء کے بارے میں جناح صاحب فرما رہے تھے کہ

"نئی دہلی۔ 4 مارچ 1939ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے اعلان کیا ہے کہ مسلم لیگ کا کوئی آدمی دہلی میں ہونے والی جمعیۃ العلماء کانفرنس کے ساتھ کسی قسم کا سروکار نہ رکھے کیونکہ اس جمعیۃ کی کارروائیاں مسلم لیگ کے مفاد کے خلاف ہیں بلکہ مسلم لیگ کو تباہ کرنے کی غرض سے اختیار کی جارہی ہیں"۔

(روزنامہ انقلاب 4 مارچ 1939ء صفحہ 1)

تو دوسری جانب کانگریسی لیڈر پنڈت جواہر لال نہرو اپنے ان وفاداروں کے لئے قائداعظم سے جھگڑا فرمارہے تھے۔ ملاحظہ کیجیے:

بمبئی 14 دسمبر 1939ء

"مائی ڈیئر جناح۔۔۔آپ چاہتے ہیں کہ ہم ان مسلمانوں سے قطع تعلق کرلیں جو مسلم لیگ کے ممبر تو نہیں لیکن ہمارے دیرینہ اور مخلص رفقاء کار ہیں۔ لیگ کے علاوہ مسلمانوں کی اور بھی بہت سی جماعتیں موجود ہیں مثلاً جمعیۃ العلماء اسلام۔ آل انڈیا شیعہ کانفرنس۔ مجلس احرار اسلام۔ آل انڈیا مومن کانفرنس وغیرہ ٹریڈ یونین اور کسان سبھا جیسے اداروں میں بھی بہت سے مسلمان شامل ہیں"۔ آپ کا مخلص جواہر لال نہرو

پنڈت صاحب نے لکھا کہ ان جماعتوں کے وجود سے انکار کر کے کانگریس صرف مسلم لیگ کو مسلمانان ہند کی واحد نمائندہ کیونکر تسلیم کرسکتی ہے"۔

(ہماری قومی جدوجہد صفحہ 320 از عاشق حسین بٹالوی 1935ء شائع 1968ء)

لیکن تاریخ کے پنوں میں کچھ ایسے الفاظ بھی ملتے ہیں جو آزادیٔ پاکستان کے عظیم ہیرو کی کاوشوں کو سراہتے ہوئے آپؓ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔

مشہور زمانہ مسلم اخبار انقلاب اپنی 9 جون 44ء کی اشاعت کے اداریے میں فخریہ لکھتا ہے:

"سائمن کمیشن (1927ء–1928ء) سے لے کر اب (1944ء) تک انہوں (یعنی امام جماعت احمدیہ) نے مسلمانوں کے سیاسی حقوق اور جداگانہ حیثیت کے قیام میں ملت اسلامیہ کے ساتھ جس کامل ہم آہنگی کا ثبوت دیا اس کی ہم تہ دل سے قدر کرتے ہیں"۔ (انقلاب اداریہ 9 جون 44ء)

اسی طرح ایک اور مسلم اخبار جماعت احمدیہ کے تحریک آزادی میں کردار اور اسلامی حقوق کے تحفظ کے لیے سرتوڑ کوشش کے حوالے سے یہ پرزور اعلان کررہا ہے۔ "امام جماعت احمدیہ نے سیاست میں اپنی جماعت کو عام مسلمانوں کے پہلو بہ پہلو چلانے میں جس اصول عمل کی ابتدا کر کے اس کو اپنی قیادت میں کامیاب بنایا ہے وہ ہر منصف مزاج مسلمان اور حق شناس انسان سے خراج تحسین وصول کر کے رہتا ہے"۔ (سیاست 2 دسمبر 1944ء)

وطن عزیز کی بدقسمتی دیکھیے کہ آج پنڈت جواہر لال نہرو صاحب کے یہ چہیتے کانگریسی اور احراری علماء تحریک آزادی پاکستان کے اس باوقار ہیرو کا ذکر کس بے دردی سے کررہے ہیں:

قادیانی گروہ کی تمام تر سازشوں اور خواہشات کے باوجود جب لازوال قربانیاں دے کر مسلمانان برصغیر نے پاکستان کی اسلامی جمہوریہ مملکت قائم کرلی تو بھی اپنے آپ کو الگ ملت کہلانے اور مسلمانوں کو کافر کہنے والا یہ گروہ نچلا نہیں بیٹھا۔

(ماہنامہ الاحرار لاہور اگست 98ء صفحہ 11)

تاریخ کے ایسے ہی دوراہے پر کھڑے ہو کر فیض صاحب نے کہا تھا

ہمارے دم سے ہے کوئے جنوں میں اب بھی خجل
عبائے شیخ و قبائے امیر و تاج شہی
ہمیں سے سنتِ منصور و قیس زندہ ہے
ہمیں سے باقی ہے گل دامنی و کج کلہی

☆...☆...☆

Morden Motor (UK)
Specialists in
Electrical & Mechanical
Repairs & Diagnostics
Servicing, Tyres, Exhausts, Engines, Gear Box, Breaks, MOT Failure work, A-C
All Makes & Models
Rear 22-26 Morden Hall Road, Unit 2 Morden **SM4 5JF**
Contact: Nusrat Rai@ 07809119621
E: mordenmotor@yahoo.com

MOT
CLASS IV: £48
CLASS VII: £56
Servicing, Tyres & Exhausts.
Mechanical Repairs
All Makes & Models
Rutlish Auto Care Centre
Rutlish Road
Wimbledon - London
Tel: 020 8542 3269

بقیہ: الفضل ڈائجسٹ ازصفحہ نمبر61

ازصفحہ نمبر61

آپ کو تھی اور آپ کا کرب وہ مجھے ہمیشہ یاد آتا ہے"۔

☆ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

"جب میں اس دنیا سے رخصت ہوجاؤں گا، جب لوگ میرے کاموں کی نسبت ٹھنڈے دل سے غور کرسکیں گے، جب سخت دل سے سخت دل انسان بھی جو اپنے دل میں شرافت کی گرمی محسوس کرتا ہوگا ماضی پر نگاہ ڈالے گا، جب وہ زندگی کی ناپائیداری کو دیکھے گا اور اس کا دل ایک نیک اور پاک افسردگی کی کیفیت سے لبریز ہوجائے گا اس وقت وہ یقیناً محسوس کرے گا کہ مجھ پر ظلم پر ظلم کیا گیا اور میں نے صبر سے کام لیا۔ حملہ پر حملہ کیا گیا لیکن میں نے شرافت کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا... یہ بہترین بدلہ ہوگا جو آنے والا زمانہ اور آنے والی نسلیں میری طرف سے ان لوگوں کو دیں گی اور ایک قابلِ قدر انعام ہوگا جو اس صورت میں مجھے ملے گا"۔

(انوار العلوم جلد 10 صفحہ 323)

خود حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

...❁...❁...❁...

جلسہ سالانہ 1960ء کی ایک یادداشت

روزنامہ "الفضل" ربوہ 5 نومبر 2012ء میں مکرم عبدالسمیع خان صاحب کے قلم سے ایک تاریخی مضمون شامل اشاعت ہے جو جماعت احمدیہ کے 68ویں جلسہ سالانہ کے حوالہ سے لکھا گیا ہے۔ یہ جلسہ سالانہ (جو کہ دسمبر کے آخری ہفتہ میں 26,27,28 دسمبر 1959ء کو منعقد ہونا تھا لیکن) ملکی حالات کے پیش نظر 22,23,24 جنوری 1960ء کو منعقد ہوا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے تینوں دن خطاب فرمانا تھا لیکن پہلے روز افتتاحی تقریر، پیہم ملاقاتوں اور دیگر مصروفیات کے باعث حضورؓ کو ضعف کی شکایت ہوگئی۔ ڈاکٹری مشورہ کے تحت حضورؓ دوسرے روز 23 جنوری 1960ء کو جلسہ میں تقریر کے لئے تشریف نہ لاسکے۔ احباب جماعت کو اس طرح شدید اشتیاق کے باوجود حضورؓ کے روح پرور کلمات سننے کی سعادت سے محروم رہنا پڑا۔

خلافت ثانیہ میں یہ پہلا موقع تھا کہ حضور جلسہ سالانہ کے دوسرے روز احباب سے خطاب نہ فرماسکے۔ ہر شخص نے حضور کی اس دن کی تشریف آوری نہ ہونے کو بہت محسوس کیا۔ مکرم ثاقب زیروی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی صحتیابی کے لئے دردمندانہ دعا پر مشتمل اپنی ایک نظم نہایت خوش الحانی سے پُرسوز انداز میں پڑھ کر سنائی جس سے حاضرین پر رقّت کا عالم طاری ہوگیا۔ اس نظم کے دوران سب احباب آبدیدہ ہوکر حضورؓ کی صحتیابی کے لئے متضرعانہ دعائیں کرتے رہے۔ نظم کے چند اشعار یہ ہیں:

چشم میگوں میں یہ دلدوز سی حسرت کیا ہے
روئے روشن پہ پریشان سی نکہت کیا ہے
شمع افسردہ ہو پروانوں کی حالت معلوم؟
جانے اس کرب میں مالک کی مشیت کیا ہے
تیری دہلیز پہ جھک جھک کے دعائیں مانگوں
اس سے بڑھ کر مجھے طاقت، مجھے قدرت کیا ہے
ساری دنیا کے مریضوں کو شفا دے یا ربّ
آج معلوم ہوا ہے کہ علالت کیا ہے

اجلاس کا آخری خطاب صدر اجلاس محترم شیخ بشیر احمد صاحب جج ہائی کورٹ لاہور کا تھا۔ آپ نے احباب جماعت سے پُردرد لہجے میں ایک نہایت ہی اہم فرض کی طرف توجہ دلائی۔ آپ کی آواز میں اس قدر سوز اور اثر سمویا ہوا تھا کہ ایک ایک فقرہ احباب کے دلوں میں اترتا جاتا تھا۔ آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کے نئے مرکز ربوہ کے بنانے پر روشنی ڈالی اور وہ حالات بیان کئے کہ کس طرح قادیان کا مرکز ہاتھ سے نکل جانے کے بعد حضورؓ بے چین تھے۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ حضورؓ جلسہ سالانہ کے انتظار میں گن گن کر دن گزار رہے تھے۔ جلسہ کی تاریخیں تبدیل کرنے کے لئے بھی آپ تیار نہ تھے بلکہ لوگوں سے جلدی ملنے کے لئے بیتاب تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اب وقت ہے کہ ہم سب مل کر درد و الحاح کے ساتھ اپنے مولیٰ کو پکاریں اور یہ دعا مانگیں کہ اے ارحم الراحمین! تُو ہمیں اُس دعا کی توفیق عطا کر جو خطا نہیں جاتی اور جسے تیری جناب سے قبولیت عطا ہوتی ہے۔ ہم اللہ سے راہنمائی اور مدد مانگیں اور اس یقین کے ساتھ اس کے دروازے پر گریں کہ خالی ہاتھ نہیں لوٹیں گے۔

محترم شیخ صاحب نے بتایا کہ حضرت مصلح موعودؓ کے 52 سالہ دور خلافت میں بہت سی آزمائشیں آئیں مگر اللہ تعالیٰ نے ہر دفعہ آپ کو ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی توفیق دی کیونکہ پیشگوئی مصلح موعود میں ہے کہ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا، دل کا حلیم، علوم ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ ہمارے زمانہ میں ہی 1956ء میں اللہ رکھا والا فتنہ اٹھا۔ جماعت نے بے چینی کے عالم میں حضورؓ سے تجدید بیعت کی اور فتنہ پردازوں کی مذمت کی۔ آج ان لوگوں کا نام ونشان نہیں۔ مگر جو خلافت سے وابستہ رہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب تک خلافت کا انعام پا رہے ہیں۔

احمدیوں کی خلافت سے محبت اس قدر تھی کہ ہر شخص کو حضور کی ایک دن کی جلسہ میں عدم شرکت نے ہلا کر رکھ دیا۔ ثاقب صاحب نے اپنی نظم میں یہ شعر زور دے کر پڑھا۔ ؎

جو کبھی دیکھ چکی ہو تیری سطوت کا کمال
ان نگاہوں میں بھلا دنیوی شوکت کیا ہے

محترم شیخ صاحب کے خطاب کے بعد حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ نے 20 منٹ تک دعا کرائی۔ آپؓ کی اقتداء میں اس درد و کرب اور اضطراب میں دعا مانگی گئی کہ ربوہ کی سرزمین مضطرب روحوں کی آہ وزاری اور چیخ و پکار سے گونج اٹھی۔ ایک سیلاب تھا ہچکیوں اور سسکیوں کا جو ہزارہا سینوں سے بیک وقت اٹھ رہا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ اس وقت آسمان میں ایک تلاطم برپا ہے۔ ہر شخص کی وارفتگی اور اس کی حالت زار اپنے آسمانی آقا سے فریاد کررہی تھی:

شور کیسا ہے تیرے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

یہ عجیب نظارہ تھا جو چشم فلک نے دیکھا۔

اللہ تعالیٰ اُس پیارے وجود پر ہزاروں رحمتیں نازل کرے۔ جیسا کہ آپؓ نے اپنے کلام میں خود فرمایا ہے ؎

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملّت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

...❁...❁...❁...

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ: محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرِ انتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

دل کا حلیم ۔ سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ

مجلس انصاراللہ کے جریدہ ''انصارالدین'' جنوری و فروری 2019ء میں حضرت مصلح موعودؓ کی شفیق اور ہمدردانہ طبیعت کے حوالہ سے مکرم راجہ برہان احمد طالع صاحب نے متعدّد ایمان افروز واقعات بیان کئے ہیں۔

☆ صاحبزادی امۃ الرشید بیگم صاحبہ تحریر فرماتی ہیں کہ حضورؓ باوجود بے حد عدیم الفرصت ہونے کے اور باوجود اس کے کہ آپ کی اولاد خدا کے فضل سے بہت زیادہ ہے سب کی تربیت اور تعلیم کا خیال رکھتے۔ آپ نہایت ہی شفیق اور رحیم واقع ہوئے ہیں۔ بچوں کو سبق آموز کہانیوں اور لطائف سے محظوظ کرتے ہوئے ان کی تربیت فرماتے ہیں۔ خود خوش رہتے ہیں اور دوسروں کو خوش رکھتے ہیں لیکن خوشی کی گھڑیوں میں بھی حقیقی مقصد کبھی آنکھ سے اوجھل نہیں ہوتا۔ شادی کے موقع پر میری بڑی بہن امۃ القیوم صاحبہ کو قرآن کریم پر تحریر فرمایا: ''امۃ القیوم! یہ خدا کا کلام ہے۔ میں نے سب کچھ اس سے پایا، تم بھی سب کچھ اس سے ہی پاؤ۔ میرے اللہ! تیرا یہ کلام میری اس بچی اور اس کی اولاد کے دل میں دائمی طور پر جا گزیں ہو…''۔

☆ حضرت مصلح موعودؓ کا دستور تھا کہ اپنے خدام کو مخاطب کرتے وقت 'صاحب' کا لفظ ضرور استعمال فرماتے۔ اور ایک ادارہ کے افسر کو اس طور پر ہدایت دی کہ اپنے ماتحت کارکنوں کے نام کے ساتھ ''صاحب'' کا اعزازی لفظ ضرور استعمال کیا کریں۔ فرمایا: دیکھیں میں نے آپ کا نام تین چار دفعہ لکھا ہے یا پکارا ہے۔ میرا بھلا کتنا وقت زیادہ لگ گیا ہوگا اور مجھے بھلا کتنی دقّت ہوئی ہوگی؟ کچھ بھی نہیں۔

☆ مکرم لطیف احمد خان صاحب کارکن دفتر پرائیویٹ سیکرٹری بیان کرتے ہیں کہ 1942ء میں حضور پالم پور تشریف لے گئے۔ وہاں سے ایک دن حضور کا ٹرپ کا پروگرام بنا۔ چونکہ کاروں میں جگہ کم تھی اس لئے حضور نے مجھے اور مرزا فتح الدین صاحب کو فرمایا کہ آپ بس پر آجائیں ہم وہاں انتظار کریں گے۔ پہلے تو ہمارا ارادہ نہ جانے کا ہوا کیونکہ بس کی آمد کی امید نہ تھی۔ مگر پھر ہم حضور کے اس ارشاد پر کہ کھانے پر انتظار کریں گے، پیدل چل پڑے۔ ڈیڑھ بجے ڈاک بنگلہ میں پہنچے تو حضور کھانا تناول فرما رہے تھے۔ ہمیں دیکھ کر مسکرا کر فرمایا کہ انتظار کرکے کھانا شروع کیا ہے۔ اتنی دیر کیوں ہوگئی؟ ہم نے عرض کیا کہ بس نہیں آئی ہم پیدل آئے ہیں۔ چنانچہ اسی وقت حضورؓ نے پیالوں میں کھانا ڈال کر اپنے ہاتھ سے ہمیں دیا۔

اسی طرح 1941ء میں حضورؓ ڈلہوزی میں تھے جہاں سے سیر کے لئے کسی اونچی جگہ پر تشریف لے گئے۔ وہاں چائے کا بھی پروگرام تھا مگر بارش شروع ہوگئی۔ ہم دو تین کارکن آگ جلانے میں مصروف تھے مگر لکڑیوں کے گیلا ہونے کی وجہ سے بڑی دقّت تھی کہ اتنے میں حضور خود دو چار سوکھی لکڑیاں پکڑے تشریف لائے اور ہمارے سروں پر چھتری کرکے کھڑے ہوگئے۔ ہم نے آگ جلائی اور جب تک پانی اُبل نہیں گیا حضور چھتری لئے دھوئیں میں کھڑے رہے۔

☆ ایک بار حضورؓ کے کمرہ میں خاندان کے کسی فرد کی خواہش پر قالین بچھوایا گیا۔ اتفاق سے ایک دن کوئی دیہاتی خاتون حضورؓ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئیں جن کے گرد آلود پاؤں سے قالین پر نشان پڑ گئے۔ حضورؓ نے محسوس فرمایا کہ آپ کے اس عزیز کے چہرہ پر کچھ ناپسندیدگی کے آثار ہیں۔ اُس خاتون کے جانے کے بعد حضورؓ نے وہ قالین اسی وقت یہ کہتے ہوئے اُٹھوادیا کہ میں اسے اپنے اور اپنی جماعت کے درمیان حائل ہونے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

☆ حضرت مصلح موعودؓ نے ساری زندگی دوسروں کے درد کو اپنا درد سمجھا اور اپنے آرام کو ترک کرکے دوسروں کی تکلیف کو دُور کرنے کی سعی کی۔ حضرت مہر آپا صاحبہ نے بیان کیا کہ ایک گرم اور حبس والی رات گیارہ بجے دروازہ کھٹکا، ان دنوں بجلی ابھی ربوہ میں نہیں آئی تھی۔ حضور لالٹین کی روشنی میں صحن میں لیٹے ہوئے کتاب پڑھ رہے تھے۔ حضورؓ نے مجھے کہا کہ دیکھو کون ہے؟ میں نے دریافت کیا اور آکر بتایا کہ ایک عورت ہے، وہ کہتی ہے کہ میرے خاوند کو حضور نے دوائی دی تھی اس سے بہت افاقہ ہوگیا تھا، مگر اب طبیعت پھر خراب ہوگئی ہے، دوائی لینے آئی ہوں۔ آپؓ نے فرمایا: ''کمرہ میں جاؤ فلاں الماری کے فلاں خانے سے فلاں دوائی نکال لاؤ''۔ گرمی مجھے بہت محسوس ہوتی ہے اور یہ موسم میرے لئے ہمیشہ ناقابل برداشت رہا ہے۔ اپنی اس کمزوری کی بنا پر میں کہہ بیٹھی: ''یہ کوئی وقت ہے، میں اُسے کہتی ہوں کہ صبح آجائے۔ اندر جاکر تو حبس سے میرا سانس نکل جائے گا''۔ اس پر حضورؓ نے بڑے جلال سے فرمایا! ''تم اس اعزاز کو جو خدا نے مجھے دیا ہے چھیننا چاہتی ہو! ایک غرض مند میرے پاس اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے آتا ہے، یہ خدا کی دی ہوئی عزت ہے کہ مجھے خدمت کا موقع ملتا ہے، اسے میں ضائع کردوں تو قیامت کے دن خدا کو کیا شکل دکھاؤں گا، میں خود جاتا ہوں''۔ میں نے کہا: ''آپ نہ جائیں، گرمی بہت ہے، میں چلی جاتی ہوں''۔ حضورؓ نہ مانے اور خود اندر گئے اور دوائی لاکر اُسے دی اور ساتھ ہدایت دی کہ صبح آکر اپنے خاوند کی خیریت کی خبر دے۔

☆ محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت مصلح موعودؓ کو جماعت سے بے پایاں محبت تھی۔ جب بھی قادیان سے کوئی قافلہ پاکستان کے لئے روانہ ہوتا تو آپ قرآن شریف ہاتھ میں لئے برآمدہ میں اس وقت تک ٹہلتے ہوئے تلاوت فرماتے رہتے جب تک اس قافلہ کی حفاظت سے سرحد پار کرنے کی اطلاع نہ آجاتی۔ ان مواقع پر آپؓ مسلسل دعا کرتے رہتے۔ اسی طرح جب بھی جماعت کسی ابتلا کے دَور سے گزر رہی ہوتی تو آپؓ بستر پر سونا ترک کرکے فرش پر سوتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس آزمائش کے بادل چھٹنے کا اشارہ ملتا کہ چلو جاکر بستر پر آرام کرو۔

ایک اور بات جس نے مجھ پر نقوش چھوڑے یہ کہ میری شادی کے تھوڑے عرصہ بعد ہی جب میں ملتان میں بطور اسسٹنٹ کمشنر متعین تھا تو حضور نے سندھ جاتے ہوئے وہاں ایک روز قیام فرمایا۔ آپ مجھے ڈرائنگ روم میں لے گئے اور فرمایا کہ دیکھو تم آئی سی ایس ہو اور تمہیں اعلیٰ طبقہ سے ملاقات کے بہت مواقع ملیں گے لیکن یہ بات تمہیں ہرگز غرباء اور کمزور لوگوں کی مدد کرنے سے کبھی باز نہ رکھے۔ آپ نے فرنیچر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسا فرنیچر جو غریبوں سے ملاقات میں روک بنے، رکھنے کے قابل نہیں۔ جس طرح ہر غریب پر رسول ﷺ کے دروازے بلاامتیاز کُھلے رہتے تھے یہی وہ سنّت ہے جسے اپنانا چاہئے۔ اُس وقت آپؓ کی آواز بھرائی ہوئی تھی اور آنکھیں پُرنم تھیں۔ میں نے آپؓ کو کبھی اتنی جذباتی حالت میں نہیں دیکھا۔

☆ حضرت منشی اروڑا خان صاحبؓ کی عیادت کے لئے ایک جمعہ کی نماز کے بعد حضورؓ ہسپتال تشریف لے گئے۔ آپؓ کی کوٹھڑی میں گئے نبض دیکھی، چمچے کے ذریعہ دودھ دیا، آنکھیں کُھلی تھیں، بخار زور کا تھا ہوش بجا نہ تھے، سانس اُکھڑی ہوئی تھی، حضورؓ عصر کے وقت تک کوئی ڈیڑھ گھنٹہ منشی صاحبؓ کے پاس اسی کوٹھڑی میں بیٹھے رہے۔

☆ مکرم مولوی عبدالرحمٰن انور صاحب (سابق پرائیویٹ سیکرٹری) کی اہلیہ نے بیان کیا کہ ربوہ میں ایک بار بہت بجلی بند ہوئی تو حضور نے انور صاحب کو سزا دی کہ ان کے گھر کی بجلی کاٹ دی جائے کیونکہ ان کی سستی ہے یہ بجلی کے صحیح ہونے کے لئے واپڈا سے مل کر کوشش نہیں کرتے۔ کہتی ہیں خیر ہمارے گھر کی بجلی کاٹ دی گئی۔ مغرب کا وقت ہوگیا۔ ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔ جاکر دیکھا تو ایک کارکن ہاتھ میں مٹی کے تیل کا کنستر اور لالٹین لئے کھڑا تھا کہ حضورؓ نے فرمایا ہے کہ وہ اندھیرے میں بیٹھے ہوں گے، یہ چیزیں ان کے گھر پہنچاؤ۔ اسی طرح کوئٹہ میں کسی کارکن سے ناراض ہوکر سزا دی کہ تین دن مسجد میں بیٹھ کر استغفار کرے۔ بعد میں خیال آیا بیچارہ اکیلا بیٹھا کیا کرے گا ساتھ ہی کچھ کتابیں بھی پڑھنے کو بھیج دیں اور کھانا وغیرہ بھی گھر سے جاتا رہا۔ تو کسی نے یونہی نہیں کہا تھا کہ حضور جب سزا دیتے ہیں تو بڑا مزا آتا ہے۔

☆ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ فرماتی ہیں کہ میرے پیارے بڑے بھائی حضرت خلیفۃ المسیح کی صفات میں ایک نہایت پیاری صفت نمایاں دیکھی کہ آپ کا دل بہت ہی صاف ہے۔ اتنا صاف دل کہ غصہ، کینہ جس میں ٹھہر ہی نہیں سکتا۔ کسی کی برائی آپ سوچ ہی نہیں سکتے۔ ہمیشہ دوسروں کے لئے خیر کے الفاظ ہی آپ کی زبان مبارک سے نکلے اور خیر ہی ہر ایک کی آپ نے چاہی۔ دل کے حلیم آپ سچے معنوں میں ہیں۔ بہت تنگ آکر یا کاموں کے سلسلہ میں آپ کو غصہ کے بعد جس پر غصہ کیا گیا اُس سے زیادہ آپ کو تکلیف ہوتی رہی ہے اور کسی نہ کسی طرح اس کے تدارک میں کوشاں رہے۔ کسی صورت میں جب تک نرمی کا اظہار نہ ہوجائے آپ کو خود چین نہ آتا تھا… جیسے ماں تنگ آکر اپنے پیارے بچے کو مار کر خود آنسو بہاتی ہے… نرمی اور رحم و شفقت آپ میں اعلیٰ درجہ کی ہمیشہ پایا۔ ایک بار اخبار میں خبر آئی کہ ایک تین سالہ بچی نے اپنے غریب باپ کی جمع پونجی سے دو تین سو کے نوٹ چولہے میں پھینک دیئے اور باپ نے فوری غیظ و غضب کے تحت اس معصوم کی ٹانگیں چیر کر مار ڈالا۔ اس خبر کو پڑھ کر جو آپ کی حالت ہوئی تھی سخت صدمہ تھا۔ ٹہلتے تھے اور کہتے تھے کہ ''غربت کی وجہ سے جو باپ جوش میں ایسا فعل کربیٹھا اب خود اس کے دل کی کیا حالت ہوگی۔ جب تک زندہ رہا اس بچی کی موت اور اپنے ظالمانہ سلوک کو یاد کرکے تڑپتا ہی رہے گا۔ جو تکلیف اس وقت

… باقی صفحہ 60 …

ماہنامہ ''النور'' امریکہ کے شمارہ فروری 2012ء میں حضرت مصلح موعودؓ کی یاد میں مکرمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ کی ایک نظم شائع ہوئی ہے۔ اس نظم میں سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

اے ابنِ مسیح تجھ پہ مری جان فدا ہو
ہر دَور میں حامی ترا خود آپ خدا ہو
کچھ کہنے کو منہ کھولوں تو اِک عمر بسر ہو
تیرے لئے کچھ کہنے کا حق کیسے ادا ہو
چہرہ ترا جی بھر کے کبھی دیکھ نہ پائی
چہرے سے قریں جیسے حجابوں کی رِدا ہو
جب بھی تجھے دیکھا ہے مجھے ایسا لگا ہے
ہر رُوپ نیا رُوپ ہو ہر رُوپ جُدا ہو
مَیں جی سے گزر جاؤں تو شاید بنے کچھ بات
خدمت کی لگن دل میں، کوئی درد سدا ہو
دل درد سے روتا ہے تری یاد کے ہاتھوں
یہ درد ٹھہر جائے کوئی ایسی دوا ہو

ماہنامہ ''النور'' امریکہ فروری 2012ء میں حضرت مصلح موعودؓ کی یاد میں کہی گئی محترم حسن رہتاسی صاحب مرحوم کی ایک نظم شائع ہوئی ہے۔ محترم رہتاسی صاحب 10؍مارچ 1951ء کو وفات پاگئے تھے۔ اس نظم میں سے انتخاب پیش ہے:

کل مجھ سے ایک لیڈرِ احرار نے کہا
آساں نہیں ہے فتح تو دُشوار بھی نہیں
پنجاب کے ہیں احمدی چھپّن ہزار کُل
اور لطف یہ کہ واقفِ پیکار بھی نہیں
سارے جہاں کی قوموں سے ہے ان کی چپقلش
ان منچلوں کا کوئی مددگار بھی نہیں
ناداں بگاڑ بیٹھے ہیں حکّام وقت سے
پہچانتے زمانے کی رفتار بھی نہیں
بات اُس کی سُن کے کہا میں نے بس خموش
تم کو تو کچھ سلیقۂ گفتار بھی نہیں
ناداں ہماری پشت پہ وہ بادشاہ ہے
یہ دنیا جس کے وار کی اِک مار بھی نہیں
محمود کا کمالِ سیاست یہی تو ہے
لڑتا ہے اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

Muslim Television Ahmadiyya

Weekly Programme Guide

February 22, 2019 – February 28, 2019

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 3875 6040

Friday February 22, 2019

00:00	World News
00:20	Tilawat& Dars-e-Malfoozat
00:55	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 6.
01:20	Inauguration Of Mahmood Mosque, Canada: Recorded on November 4, 2016.
02:30	In His Own Words: 'The Need For The Imam'.
03:00	Spanish Service
03:30	Pushto Muzakarah
04:10	Quran Class: Surah Al Hajj, verses 15 - 34 by Khalifatul Masih IV (ra). Rec. January 6, 1997.
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:35	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 5.
07:00	Beacon Of Truth: Rec. February 25, 2018.
08:30	Masih Hindustan Main: the book of the Promised Messiah (as).
09:00	Peace Symposium Canada: Rec. Oct. 22, 2016.
10:05	In His Own Words: 'The Need For The Imam'.
10:35	Tours Of Hazrat Musleh Ma'ood (ra)
11:05	Deeni-O-Fiqahi Masail
11:35	Islam Ahmadiyya In America
12:05	Tilawat [R]
12:30	Live From Baitul Futuh Mosque
13:00	Live Friday Sermon
14:00	Live From Baitul Futuh Mosque
14:30	Shotter Shondhane: Recorded on May 28, 2016.
15:35	Qur'anic Archaeology
16:25	Friday Sermon [R]
17:35	The Life Of Holy Prophet Muhammad (SAW)
18:00	World News
18:15	Tilawat: Surah Al-Ahzaab, verses 32-60. Part 22.
18:30	Beacon Of Truth [R]
19:20	Peace Symposium Canada 2016 [R]
20:25	Deeni-O-Fiqahi Masail [R]
21:00	In His Own Words [R]
21:30	Friday Sermon [R]
23:20	Masih Hindustan Main [R]

Saturday February 23, 2019

00:00	World News
00:30	Tilawat
00:45	Islam Ahmadiyya In America
01:15	Yassarnal Qur'an
01:30	Peace Symposium Canada 2016
02:35	In His Own Words
03:05	Beacon Of Truth
04:00	Friday Sermon: Recorded on February 22, 2019.
05:15	Khalifatul-Masih I (ra): the first successor of the Promised Messiah (as).
05:25	Deeni-O-Fiqahi Masail
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:40	Al-Tarteel: Lesson no. 13.
07:10	Islami Mahino ka Ta'aruf: Part 2.
07:30	Open Forum
08:05	International Jama'at News
09:00	Friday Sermon: Recorded on February 22, 2019.
10:10	In His Own Words: 'The Victory Of Islam'.
10:35	Dua-e-Mustaja'ab
11:05	Indonesian Service
12:05	Tilawat [R]
12:25	Al-Tarteel [R]
13:00	Live Intikhab-e-Sukhan
14:05	Bangla Shomprochar
15:15	Aaina
16:00	Live Rah-e-Huda
17:30	Al-Tarteel [R]
18:05	World News
18:25	Tilawat
18:35	Islami Mahino ka Ta'aruf [R]
19:00	Open Forum [R]
19:30	Dua-e-Mustaja'ab [R]
20:00	Jalsa Salana Bangladesh Concluding Address: Recorded on February 05, 2012.
21:00	International Jama'at News
21:45	Aaina [R]
22:30	Friday Sermon [R]
23:40	The Prophecy Of Khilafat

Sunday February 24, 2019

00:00	World News
00:25	Tilawat & Dars-e-Hadith
00:55	Al-Tarteel
01:30	Jalsa Bangladesh Concluding Address 2012
02:30	In His Own Words
03:05	Islami Mahino ka Ta'aruf
03:25	Open Forum
04:00	Friday Sermon: Recorded on February 22, 2019.
05:10	Aaina
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 7.
06:50	Hazrat Khalifatul-Masih III (ra): the third successor of the Promised Messiah (as).
07:00	Rah-e-Huda: Recorded on February 23, 2019.
08:35	Roots To Branches
09:00	Huzoor's (aba) Mulaqat With AMWSA Germany: Recorded on September 16, 2017.
10:30	In His Own Words: 'The Victory Of Islam'.
11:00	Indonesian Service
12:00	Tilawat & Dars-e-Hadith [R]
12:30	Yassarnal Qur'an [R]
12:50	Hazrat Khalifatul-Masih III (ra) [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on February 22, 2019.
14:10	Shotter Shondhane: Recorded on July 28, 2016.
15:10	Huzoor's (aba) Mulaqat With AMWSA Germany 2017 [R]
16:40	Aao Urdu Seekhain
17:35	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	World News
18:15	Tilawat
18:30	Story Time: Musleh Ma'ood (ra) Day Special
19:00	LIVE Beacon Of Truth
20:00	Huzoor's (aba) Mulaqat With AMWSA Germany 2017 [R]
21:30	In His Own Words [R]
22:30	Friday Sermon [R]
23:35	Roots To Branches [R]

Monday February 25, 2019

00:00	World News
00:20	Tilawat & Dars-e-Hadith
01:00	Yassarnal Qur'an
01:20	Hazrat Khalifatul-Masih III (ra)
01:30	Huzoor's (aba) Mulaqat With AMWSA Germany 2017
03:00	In His Own Words
03:05	Meri Nasira Wo Naik Akhtar: An Urdu documentary about the memories of Sahibzadi Nasira Begum Sahiba, mother of Hazrat Khalifatul Masih V (may Allah be his Helper).
03:30	Aao Urdu Seekhain
03:50	Ghazwat-e-Nabi (SAW): the Holy wars that took place in the days of early Islam.
04:35	Friday Sermon
05:35	Roots To Branches
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:25	Al-Tarteel: Lesson no. 13.
07:00	Rencontre Avec Les Francophones: Recorded on March 16, 1998.
08:05	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood (as)
08:25	Malayalam Service
08:55	Huzoor's (aba) York University Address: Recorded on October 28, 2016.
09:55	In His Own Words: about 'Lecture Ludhiana'.
10:30	Swahili Service
11:05	Friday Sermon: Rec. September 14, 2018.
12:05	Tilawat & Dars-e-Hadith [R]
12:30	Al-Tarteel [R]
13:05	Friday Sermon: Recorded on March 15, 2013.
14:00	Bangla Shomprochar
15:00	Huzoor's (aba) York University Address 2016 [R]
16:00	In His Own Words [R]
16:35	International Jama'at News
17:25	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:15	Tilawat
18:35	Somali Service
19:10	Malayalam Service [R]
19:40	Hijrat
20:10	Huzoor's (aba) York University Address 2016 [R]
21:10	In His Own Words [R]
21:45	Qur'anic Archaeology [R]
22:30	Rencontre Avec Les Francophones [R]
23:35	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood (as) [R]

Tuesday February 26, 2019

00:00	World News
00:20	Tilawat & Dars-e-Hadith
00:50	Al-Tarteel
01:25	Huzoor's (aba) York University Address 2016
02:25	In His Own Words
03:00	International Jama'at News
03:50	Rencontre Avec Les Francophones
04:55	Ashab-e-Ahmad (as)
05:30	Malayalam Service
06:00	Tilawat& Dars-e-Malfoozat
06:30	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 8.
06:55	Liqa Maal Arab: Recorded on June 06, 1996.
08:00	Story Time
09:05	Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal: Recorded on January 15, 2017.
10:05	In His Own Words: about the book 'The Will'.
10:35	Importance Of Salat
11:15	Indonesian Service
12:15	Tilawat & Dars-e-Malfoozat [R]
12:45	Yassarnal Qur'an [R]
13:10	Friday Sermon: Recorded on February 22, 2019.
14:15	Bangla Shomprochar
15:15	Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal 2017 [R]
16:15	In His Own Words
16:45	Face 2 Face: Recorded on November 11, 2018.
17:45	Yassarnal Qur'an
18:10	World News
18:25	Tilawat
18:40	Rah-e-Huda: Recorded on February 23, 2019.
20:15	Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal 2017 [R]
21:20	In His Own Words
21:50	Kasre Saleeb
22:30	Liqa Maal Arab [R]
23:25	Importance Of Salat [R]

Wednesday February 27, 2019

00:05	World News
00:25	Tilawat & Dars-e-Malfoozat
00:55	Yassarnal Qur'an
01:20	Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal 2017
02:20	In His Own Words
02:50	Face 2 Face
03:55	Liqa Maal Arab
04:55	Servants Of Allah: the life of Maulvi Nazir Ahmad Ali.
06:00	Tilawat
06:15	Aao Husne Yar Ki Baatain Karain
06:35	Al-Tarteel: Lesson no. 13.
07:05	Question and Answer Session: Rec. Nov. 5, 1995.
08:05	An Introduction To Ahmadiyyat
09:05	Reception At Tahir Mosque, Catford: Recorded on February 11, 2012.
10:00	Khilafat Turning Fear Into Peace
10:15	Deeni-O-Fiqa'hi Masa'il
10:45	Indonesian Service
11:55	Tilawat [R]
12:25	Al-Tarteel [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on February 22, 2019.
14:05	Bangla Shomprochar
15:10	Reception At Tahir Mosque, Catford 2012[R]
16:05	In His Own Words [R]
16:40	Moshaa'irah
17:25	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:20	Tilawat
18:40	Lumière sur Hadiths
19:20	Deeni-O-Fiqa'hi Masa'il
20:00	Reception At Tahir Mosque, Catford 2012[R]
20:55	In His Own Words [R]
21:30	Moshaa'irah [R]
22:15	What Is Bai'at
22:25	Question and Answer Session [R]
23:25	Roshan Hui Baat

Thursday February 28, 2019

00:00	World News
00:20	Tilawat
00:40	Aao Husne Yar Ki Baatain Karain
00:55	Al-Tarteel
01:30	Reception At Tahir Mosque, Catford 2012
02:25	In His Own Words
03:00	An Introduction To Ahmadiyyat
04:00	Question and Answer Session
05:00	Moshaa'irah
05:40	The Prophecy Of Khilafat
06:00	Tilawat & Dars-e-Malfoozat
06:25	Yassarnal Qur'an
07:00	Quran Class: Surah Al Hajj, verses 50 - 65 by Khalifatul-Masih IV (ra). Rec. February 11, 1997.
08:05	Islamic Jurisprudence
09:00	Huzoor's (aba) Address At Mahmood Mosque: Recorded on November 4, 2016 in Canada.
10:05	In His Own Words
10:35	Kasauti
11:05	Japanese Service
11:35	Hazrat Masih Nasri Ka Asal Pegham
12:00	Tilawat & Dars-e-Malfoozat [R]
12:30	Yassarnal Qur'an [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on February 22, 2019.
14:05	Islamic Jurisprudence [R]
15:00	In His Own Words
15:30	Persian Service
16:00	Friday Sermon [R]
17:05	Sach Tau Ye Hai
17:35	Yassarnal Qur'an
18:00	World News
18:15	Tilawat
18:35	Kasauti
19:05	Open Forum
19:30	Hazrat Masih Nasri Ka Asal Pegham
20:00	Friday Sermon: Recorded on February 15, 2019.
21:05	In His Own Words
21:35	Sach Tau Ye Hai
22:15	Quran Class [R]

Please note MTA2 will be showing French service at 16:00, German service at 17:00 (GMT) & LIVE Turkish Service will be shown at 18:30 (Saturdays only).

Translations for Huzoor's (may Allah be his Helper) Programmes are available.
Prepared by the MTA Scheduling Department.

Muslim Television Ahmadiyya

Weekly Programme Guide

March 01, 2019 – March 07, 2019

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 3875 6040

Friday March 01, 2019

00:00	World News
00:20	Tilawat & Dars-e-Malfoozat
00:55	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 8.
01:25	Mahmood Mosque Regina: Recorded on November 4, 2016.
02:30	In His Own Words: Programme no. 14.
03:00	Spanish Service & Pushto Muzakarah
04:10	Quran Class
05:15	Kasauti: Programme no. 10.
05:45	Sach Tau Ye Hai
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 9.
07:00	Beacon Of Truth: Recorded on February 25, 2018.
08:00	Attractions of Australia
08:35	Masih Hindustan Main
09:05	Inauguration Of Aiwane Tahir: Rec. July 26, 2012.
10:00	In His Own Words
10:30	Tours Of Hazrat Musleh Ma'ood (ra)
11:00	Deeni-O-Fiqahi Masail
11:30	Islam Ahmadiyya In America
12:00	Tilawat
12:30	Live From Baitul Futuh Mosque
13:00	Live Friday Sermon
14:00	Live From Baitul Futuh Mosque
14:30	Shotter Shondhane
15:35	Qur'anic Archaeology
16:30	Friday Sermon: Recorded on March 1, 2019.
18:00	World News & Tilawat
18:30	Beacon Of Truth
19:25	Inauguration Of Aiwane Tahir 2012
20:15	Deeni-O-Fiqahi Masail
20:55	In His Own Words
21:30	Friday Sermon [R]
22:40	Attractions Of Australia
23:20	Masih Hindustan Main

Saturday March 02, 2019

00:00	World News
00:30	Tilawat & Islam Ahmadiyya In America
01:15	Yassarnal Qur'an
01:45	Inauguration Of Aiwane Tahir 2012
02:30	In His Own Words
03:00	Beacon Of Truth: Recorded on February 25, 2018.
04:00	Friday Sermon
05:15	Khalifatul-Masih I (ra)
05:30	Deeni-O-Fiqahi Masail
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:35	Al-Tarteel: Lesson no. 14.
07:05	Islami Mahino ka Ta'aruf
07:30	Open Forum
08:00	International Jama'at News
09:00	Friday Sermon: Recorded on March 1, 2019.
10:10	In His Own Words
10:35	Khazain-ul-Mahdi
11:00	Indonesian Service
12:05	Tilawat [R]
12:30	Al-Tarteel [R]
13:00	Live Intikhab-e-Sukhan
14:05	Bangla Shomprochar
15:15	Dua-e-Mustaja'ab
16:00	Live Rah-e-Huda
17:35	Al-Tarteel [R]
18:05	World News
18:25	Tilawat & Dars-e-Hadith
19:00	Open Forum [R]
19:25	Dua-e-Mustaja'ab
20:00	Jalsa Salana Bangladesh Address: Recorded on February 7, 2010.
21:20	International Jama'at News
22:05	Institution Of Jamia Ahmadiyya
22:30	Friday Sermon [R]
23:40	Khazain-ul-Mahdi [R]

Sunday March 03, 2019

00:05	World News
00:30	Tilawat & Dars-e-Hadith
01:05	Al-Tarteel: Lesson no. 14.
01:35	Jalsa Salana Bangladesh Address 2010
02:55	In His Own Words
03:30	Open Forum
04:00	Friday Sermon
05:10	Dua-e-Mustaja'ab
05:45	Institution Of Jamia Ahmadiyya
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 9.
07:00	Rah-e-Huda: Recorded on March 2, 2019.
08:35	Roots To Branches: Programme no. 4.
09:00	Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal: Rec. Jan. 24, 2016.
10:00	In His Own Words & Aao Urdu Seekhain
11:00	Indonesian Service
12:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
12:30	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 9.
13:00	Friday Sermon: Recorded on March 1, 2019.
14:10	Shotter Shondhane: Recorded on July 30, 2016.
15:15	Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal 2016 [R]
16:15	Aao Urdu Seekhain & Ghazwat-e-Nabi
17:30	Yassarnal Qur'an
18:00	World News
18:20	Tilawat & Story Time: Programme no. 63.
19:00	Live Beacon Of Truth
20:00	Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal 2016 [R]
21:00	In His Own Words & Ghazwat-e-Nabi
22:30	Friday Sermon [R]
23:35	Roots To Branches

Monday March 04, 2019

00:00	World News
00:20	Tilawat & Dars-e-Hadith
01:00	Yassarnal Qur'an
01:30	Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal 2016
02:30	In His Own Words
03:05	Seekers Of Treasure & Ghazwat-e-Nabi
04:30	Friday Sermon
05:40	Roots To Branches
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:25	Al-Tarteel: Lesson no. 14.
06:55	Rencontre Avec Les Francophones: Recorded on March 23, 1998.
07:55	Seerat Hazrat Masih Ma'ood (as)
08:15	Malayalam Service: Programme no. 12.
08:45	Inauguration Baitur Rahman Mosque: Recorded on April 3, 2013.
10:00	In His Own Words
10:30	Swahili Service: Programme no. 20.
11:00	Friday Sermon: Rec. September 21, 2018.
12:10	Tilawat & Dars-e-Hadith [R]
12:35	Al-Tarteel [R]
13:05	Friday Sermon: Recorded on March 22, 2013.
14:10	Bangla Shomprochar
15:10	Inauguration Baitur Rahman Mosque 2013 [R]
16:30	International Jama'at News
17:20	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:15	Tilawat: Surah Al-Mu'min, verses 42-86.
18:30	Somali Service: Programme no. 4.
19:05	Malayalam Service [R]
19:50	Inauguration Baitur Rahman Mosque 2013 [R]
21:10	In His Own Words & Khazeena-e-Urdu
22:20	Rencontre Avec Les Francophones
23:25	Seerat Hazrat Masih Ma'ood (as)

Tuesday March 05, 2019

00:00	World News
00:20	Tilawat & Dars-e-Hadith
00:50	Al-Tarteel
01:20	Inauguration Baitur Rahman Mosque
02:35	In His Own Words
03:05	International Jama'at News
03:55	Rencontre Avec Les Francophones
04:55	Khazeena-e-Urdu
05:30	Malayalam Service
06:00	Tilawat & Dars-e-Malfoozat
06:30	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 10.
07:00	Liqa Maal Arab: Session no. 173.
08:00	Story Time: Programme no. 63.
08:25	Attractions of Australia: Programme no. 4.
09:00	Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal: Rec. Jan. 24, 2016.
10:00	In His Own Words
10:30	Kasre Saleeb: Programme no. 17.
11:00	Indonesian Service
12:05	Tilawat & Dars-e-Malfoozat [R]
12:30	Yassarnal Qur'an v
13:00	Friday Sermon: Recorded on March 1, 2019.
14:00	Bangla Shomprochar
15:05	Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal 2016[R]
16:05	In His Own Words [R]
16:40	Beacon Of Truth: Recorded on February 24, 2018.
17:30	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	World News
18:15	Tilawat
18:30	Rah-e-Huda: Recorded on March 2, 2019.
20:05	Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal 2016 [R]
21:00	In His Own Words & Kasre Saleeb [R]
22:00	Liqa Maal Arab [R]
23:15	Waqfe Aarzi
23:30	Development Of Mosques

Wednesday March 06, 2019

00:00	World News
00:15	Tilawat & Dars-e-Malfoozat
00:40	Yassarnal Qur'an & Attractions of Australia
01:30	Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal 2016
02:30	In His Own Words
03:05	Beacon Of Truth: Recorded on February 24, 2018.
03:50	Liqa Maal Arab
04:50	The True Concept Of Khilafat
05:15	Servants of Allah
06:00	Tilawat & Aao Husne Yar Ki Baatain Karain
06:35	Al-Tarteel: Lesson no. 14.
07:05	Question And Answer Session: Recorded on September 07, 1991.
08:00	An Introduction To Ahmadiyyat
09:00	Jalsa Salana Spain Address: Rec. on April 3, 2010.
10:00	Tasheez-ul-Azhan
10:20	Deeni-O-Fiqahi Masail
10:55	Indonesian Service
11:55	Tilawat [R]
12:10	Aao Husne Yar Ki Baatain Karain [R]
12:30	Al-Tarteel [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on February 22, 2019.
14:05	Bangla Shomprochar
15:10	Jalsa Salana Spain Address [R]
16:10	In His Own Words
16:40	Moshaa'irah
17:30	Al-Tarteel [R]
18:00	World News & Tilawat
18:35	French Service: Programme no. 10.
19:20	Deeni-O-Fiqahi Masail [R]
20:00	Jalsa Salana Spain Address 2010 [R]
21:00	In His Own Words [R]
21:30	Moshaa'irah [R]
22:20	Masjid Yadgar Rabwah
22:30	Question And Answer Session [R]
23:20	Pandit Lekh Ram

Thursday March 07, 2019

00:00	World News
00:20	Tilawat & Aao Husne Yar Ki Baatain Karain
01:00	Al-Tarteel: Lesson no. 14.
01:30	Jalsa Salana Spain Address 2010
02:30	In His Own Words
03:00	An Introduction To Ahmadiyyat
04:00	Question And Answer Session
04:50	Moshaa'irah
05:45	Tasheez-ul-Azhan
06:00	Tilawat & Dars-e-Malfoozat
06:30	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 10.
07:00	Quran Class: Class no. 175. Rec. Feb. 11, 1997.
08:05	Islamic Jurisprudence
08:40	Masjid Mubarak Rabwah
08:55	Reception in Sydney: Rec. October 18, 2013.
10:05	In His Own Words
10:35	Pandit Lekh Ram
11:10	Japanese Service: Programme no. 4.
11:25	Hazrat Masih Nasiri Ka Asal Pegham
12:00	Tilawat & Dars-e-Malfoozat [R]
12:30	Yassarnal Qur'an [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on March 1, 2019.
14:05	Islamic Jurisprudence [R]
14:55	In His Own Words [R]
15:30	Persian Service: Programme no. 82.
16:00	Friday Sermon [R]
17:05	Qur'an Sab Se Acha & Yassarnal Qur'an [R]
18:00	Live Al-Hiwar-ul-Mubashir
20:05	World News
20:25	Friday Sermon [R]
21:25	In His Own Words & Qur'an Sab Se Acha
22:25	Quran Class [R]

Please note MTA2 will be showing French service at 16:00, German service at 17:00 (GMT) & LIVE Turkish Service will be shown at 18:30 (Saturdays only).

Translations for Huzoor's (may Allah be his Helper) Programmes are available.
Prepared by the MTA Scheduling Department.

Al Fazl International Weekly, London
TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:info@alfazlintl.org

Vol 26 Friday 22 February 2019 Issue No. 08-09

اطاعت اور اخلاص و وفا کے پیکر بعض بدری اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ کا دلنشین تذکرہ

جماعت احمدیہ بنگلہ دیش کی شدید مخالفت کا تذکرہ اور احبابِ جماعت کو دعا کی تحریک

محترمہ صدیقہ بیگم صاحبہ آف دنیا پور پاکستان کی وفات پر ان کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 15؍فروری 2019ء بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، یوکے

(اس خطبہ جمعہ کا خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد بیت الفتوح مورڈن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا جس میں حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے چند بدری اصحابؓ رسول ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کا تذکرہ فرمایا۔

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور نے حضرت خالد بن قَیْس ؓ کے تذکرہ سے اپنے خطبہ جمعہ کا آغاز فرمایا۔ آپؓ ستر انصار صحابہ کے ساتھ بیعت عقبہ میں شامل ہوئے تھے۔ نیز غزوۂ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔ اس کے بعد حضورِ انور نے حضرت حارث بن خَزَمَہ ؓ انصاری کے بارہ میں بیان کیا کہ آپؓ غزوۂ بدر، احد، خندق اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ ایک تاریخی موقع پر آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی تلاش کر کے لائے تھے۔ آپ کی وفات 40 ہجری میں حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں 67 سال کی عمر میں مدینہ میں ہوئی۔ اگلے صحابی جن کا ذکر حضورِ انور نے فرمایا حضرت خُنَیْس بن حُذَافہ ؓ تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِ ارقم میں جانے سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ آپؓ ان مسلمانوں میں شامل تھے جنہوں نے دوسری دفعہ حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ حضرت خنیس کا شمار اولین مہاجرین میں ہوتا ہے۔ آپؓ غزوۂ بدر میں شامل ہوئے۔ ام المومنین حضرت حفصہؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل حضرت خنیسؓ کے عقد میں تھیں۔ نیز حضورِ انور نے سیرت خاتم النبیین کے حوالہ سے حضرت حفصہؓ کے نبی اکرم ﷺ کے نکاح میں آنے کا واقعہ تفصیل سے بیان فرمایا۔

ان کے بعد حضورِ انور نے حضرت حارثہ بن نعمان ؓ انصاری کی سیرتِ مبارکہ بیان فرمائی۔ آپؓ غزوۂ بدر، احد، خندق اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل تھے۔ آپؓ کا شمار بڑے جلیل القدر صحابہ میں ہوتا ہے۔ حضورِ انور نے حضرت حارثہ کے بارہ میں ابن عباس کی ایک روایت سے ایک ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا جس کے مطابق ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت جبرئیل کا دیدار کروایا تھا اور جبرئیل نے ان کے بارہ میں نبی اکرم ﷺ سے فرمایا تھا کہ یہ ان اسّی آدمیوں میں سے ہیں جو غزوۂ حنین میں آپؐ کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے۔ ان کا رزق اور ان کی اولاد کا رزق جنت میں اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ حضورِ انور نے فرمایا کہ آپؓ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے لیکن پھر بھی نبی اکرم ﷺ کے ایک ارشاد کے پیشِ نظر خود مساکین کو کھجوریں پیش کرتے۔ حضورِ انور نے ان کے بارہ میں ایک دلنشین واقعہ بیان فرمایا کہ کس طرح نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حضرت فاطمہؓ کی شادی کے بعد ان کے لئے حضرت حارثہ سے مکان حاصل کرنے کا مشورہ پیش کیا گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے بعض وجوہات کی بنا پر ان سے ذکر کرنا مناسب نہ سمجھا۔ لیکن جب انہیں معلوم ہوا تو انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش ہو کر اپنا مکان پیش کر دیا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اسے قبول فرمایا اور حضرت فاطمہؓ کے وہاں رہنے کا انتظام فرما دیا۔ آپؓ کی وفات حضرت امیر معاویہ کے دور میں ہوئی۔

ان کے بعد حضورِ انور نے حضرت بشیر بن سعد ؓ کی سیرت کا تذکرہ فرمایا۔ آپؓ زمانہ جاہلیت میں لکھنا جانتے تھے نیز بیعت عقبہ ثانیہ میں ستر انصار کے ساتھ شامل ہوئے۔ آپؓ غزوۂ بدر، احد، خندق سمیت تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اسلامی دستوں کے ساتھ مختلف محاذ پر بھجوایا جہاں آپؓ نے اسلام کا دفاع کرتے ہوئے جوانمردی اور جرأت کی داستانیں رقم فرمائیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ یہ کارروائیاں مسلمانوں کے تحفظ کے لئے ایسے دشمنانِ اسلام کے خلاف کی جاتی تھیں جو جنگ اور نقصان پہنچانے کے لئے جمع ہوا کرتے تھے۔ ان کا مقصد مال لوٹنا یا قتل کرنا نہیں تھا۔ نیز فرمایا کہ گزشتہ خطبہ میں بھی میں نے بیان کیا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے ایک غلط حملے پر جس کا کوئی جواز نہیں بنتا تھا صحابہ سے بڑی سخت ناراضگی کا اظہار کیا تھا۔ حضورِ انور نے آپؓ کے بارہ میں ایک روایت بیان فرمائی جس کے مطابق آپؓ اپنے ایک بیٹے حضرت نعمان بن بشیرؓ کو ایک غلام یا بعض روایات کے مطابق ایک خاص رقم ہبہ کرنا چاہتے تھے۔ رسولِ کریم ﷺ نے اس طریق کو ناپسند فرمایا اور اظہار فرمایا کہ اپنی تمام اولاد سے انصاف کا سلوک کرنا چاہئے۔

حضورِ انور نے حضرت مصلح موعودؓ کے بعض ارشادات سے اس مسئلہ کو مزید وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا کہ یہ حکم ان چیزوں سے متعلق ہے جس میں ایک دوسرے سے بغض پیدا ہونے کا امکان ہو۔ معمولی چیزوں کے متعلق نہیں ہے۔ حضورِ انور نے حضرت مصلح موعودؓ کے ایک اَور ارشاد کی روشنی میں مثالوں کے ساتھ ورثہ کی تقسیم کے قرآنی اصول کی حکمت بیان فرمائی۔ حضورِ انور نے یہ بھی فرمایا کہ وصیت اور ہبہ جو کہ اپنی اولاد کے لئے نہیں ہوتا بلکہ دین کے لئے ہوتا ہے جائز ہے۔

حضورِ انور نے حضرت بشیر بن سعدؓ کی سیرت کے تذکرہ میں غزوۂ خندق کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کے بابرکت ہاتھوں سے وقوع پذیر ہونے والے ایک معجزہ کا بھی ذکر فرمایا جس میں تھوڑی سی کھجوریں تمام خندق کھودنے والوں کے لئے کافی ہو گئی تھیں۔ حضرت بشیر بن سعدؓ کی شہادت عین التمر کے معرکہ میں ہوئی جو 12 ہجری میں ہوا تھا۔ حضورِ انور نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرہ قضاء کے لئے ذوالقعدہ 7 ہجری میں روانہ ہوئے تو آپؐ نے ہتھیار آگے بھیج دیے اور ان پر حضرت بشیر بن سعدؓ کو نگران مقرر فرمایا۔ اس کے بعد حضورِ انور نے عمرہ قضاء کی تفصیل بیان فرمائی کہ صلح حدیبیہ کے اگلے سال نبی اکرم ﷺ عمرہ کے لئے مکہ روانہ ہوئے۔ آپ کو چونکہ مکہ والوں پر بھروسہ نہیں تھا کہ وہ اپنا وعدہ پورا کریں گے اس لئے آپؐ نے جنگ کی پوری تیاری کر کے ہتھیار آگے بھجوا دیے۔ پھر حضرت ابوذر غفاریؓ کو مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا اور خود دو ہزار مسلمانوں کے ساتھ مکہ کی جانب عازمِ عمرہ ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مقام یاجج میں پہنچے جو مکہ سے آٹھ میل دور ہے تو تمام ہتھیاروں کو اس جگہ رکھ دیا اور بشیر بن سعدؓ کی ماتحتی میں چند صحابہ کرام کو ان ہتھیاروں کی حفاظت کے لئے متعین فرما دیا۔ آپؐ نے اپنے ساتھ ایک تلوار کے سوا کوئی ہتھیار نہیں رکھا اور صحابہ کرامؓ کے مجمع کے ساتھ لبیک پڑھتے ہوئے حرم کی طرف بڑھے۔ حضورِ انور نے طوافِ کعبہ کے دوران 'رمل' کی سنت کے اجراء کی وجہ بیان فرمائی۔ پھر نبی اکرم ﷺ کی طرف سے کئے جانے والے عمروں کی تعداد کا تذکرہ فرمایا کہ بعض لوگ چار جبکہ بعض لوگ دو گنتے ہیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ حضرت بشیر بن سعد انصار کے پہلے شخص تھے جنہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر سقیفہ بنو ساعدہ کے دن بیعت کی تھی۔ حضورِ انور نے سقیفہ بنو ساعدہ (بنو خزرج کے بیٹھنے کی جگہ) کی تفصیل اور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد یہاں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خلیفہ منتخب ہونے کا تفصیلی واقعہ بیان فرمایا۔

حضورِ انور نے حضرت ابومسعود انصاریؓ سے مروی ایک روایت بیان فرمائی جس کے مطابق حضرت بشیر بن سعدؓ قرآنی حکم کی روشنی میں نبی کریم ﷺ سے آپؐ پر درود بھیجنے کے طریق کے متعلق رہنمائی کے خواستگار ہوئے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کہا کرو کہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اور سلام اس طرح جیسا کہ تم جانتے ہو۔ اس کے بعد حضورِ انور نے ان الفاظ میں نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

بعد ازاں حضورِ انور نے بنگلہ دیش میں مخالفین کی جانب سے جلسہ سالانہ کے انعقاد پر روکیں ڈالنے اور بلوائیوں کے حملہ کرنے کے افسوسناک واقعہ کا ذکر فرمایا اور تمام عالم میں بسنے والے احمدیوں کو بنگلہ دیش کی جماعت کے لئے دعا کی تحریک فرمائی۔

بعد ازاں محترمہ صدیقہ بیگم صاحبہ دنیا پور پاکستان کی وفات پر اُن کا ذکرِ خیر فرمایا۔ آپ لئیق احمد مشتاق صاحب مبلغ انچارج سورینام جنوبی امریکہ اور محمد ولید احمد صاحب مربی سلسلہ پاکستان کی والدہ نیز مکرم مظفر احمد خالد صاحب مربی سلسلہ پاکستان کی خوشدامن تھیں۔ حضورِ انور نے نمازِ جمعہ وعصر کی ادائیگی کے بعد ان کی نمازِ جنازہ غائب پڑھائی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆